

188689

UNIVERSAL

LIBRARY

188689  
U  
O

UNIVERSAL  
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

---



یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم  
جہ دوزخہ کافی ہیں یہ دوس کی تشریح

# فاتح شام

سر سید امین الائمہ حضرت ابو علیہ بن الجراح رضی اللہ

مولف

مولانا ابو محمد امام الدین رام نگر می

ناشر

انعام الہی عثمانی باظہر مکتبہ بادی دیوبند

بیت بن پتہ

۱۳۰۴

# انتساب

ان فداکارانِ دینِ حنیف شہیدوں  
کے ناموں نے رزمۂ تمدنیوں کی  
مقدس نظروں کے سامنے جا رہی ہیں  
نوش فرمایا اور جو آج بھی ہم سے  
حیاتِ افروزوں کا سامان مہیا کرنے  
کے لئے زندہ ہیں۔

# فہرست مضامین فاتح شام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰	سہ ماہی ست جوں کہ دست	۱۶	شہاد
۱۹	عزت ہمار	۲۰	دست خط میں
۲۰	قیامت میں تعالیٰ کی رحمت	۲۱	عاجل بارش
۲۱	عزت ہمار	۲۲	خط خطت
۲۲	عزت ہمار	۲۳	شہادت جہانگیر کی یادداشت
۲۳	عزت ہمار	۲۴	خط ہندوستان کی تاریخ
۲۴	عزت ہمار	۲۵	عزت ہمار
۲۵	عزت ہمار	۲۶	عزت ہمار
۲۶	عزت ہمار	۲۷	عزت ہمار
۲۷	عزت ہمار	۲۸	عزت ہمار
۲۸	عزت ہمار	۲۹	عزت ہمار
۲۹	عزت ہمار	۳۰	عزت ہمار
۳۰	عزت ہمار	۳۱	عزت ہمار
۳۱	عزت ہمار	۳۲	عزت ہمار
۳۲	عزت ہمار	۳۳	عزت ہمار
۳۳	عزت ہمار	۳۴	عزت ہمار
۳۴	عزت ہمار	۳۵	عزت ہمار
۳۵	عزت ہمار	۳۶	عزت ہمار
۳۶	عزت ہمار	۳۷	عزت ہمار
۳۷	عزت ہمار	۳۸	عزت ہمار
۳۸	عزت ہمار	۳۹	عزت ہمار
۳۹	عزت ہمار	۴۰	عزت ہمار
۴۰	عزت ہمار	۴۱	عزت ہمار

نمبر شمار	عنوان	صفحہ شمار	عنوان	صفحہ شمار
۲۹	دربار خلافت میں حضرت ابو عبیدہ کا خط اور اسکا اثر	۴۴	۴۲	رہمی سفیر حضرت
۳۰	حضرت ابو عبیدہ کا رتبہ	۵۰	۴۳	حضرت ابو عبیدہ کا
۳۱	حضرت ابو عبیدہ کا حسن اخلاق	۵۲	۴۴	خطابہ خلافت کو
۳۲	معرکہ عرب و روم	۵۳	۴۴	جنگ حمل
۳۳	حضرت خالد بن ولید کا عراق سے شام میں تفرق	۵۵	۴۵	حضرت ابو عبیدہ کی جنگی تقریر
۳۴	معرکہ اجنادین	۵۸	۴۶	حضرت ابو عبیدہ کا دوبارہ خلافت کو نامہ فتح
۳۵	ی طر مشق	۶۳	۴۷	جنگ مرج الروم
۳۶	حضرت ابو بکر کی وفات	۶۶	۴۸	فحص کی فتح
۳۷	حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی وفات	۶۹	۴۹	ذوقیہ کی فتح
۳۸	دوسرے قیادت ظلمی پر	۱۰۰	۵۰	دربار خلافت سے
۳۹	دشمن کی فتح	۱۰۲	۵۱	خط و کتابت
۴۰	حکیم عبدالعزیز	۱۰۴	۵۱	ردیوں کی غیر امانتباریاں
۴۱	اردن میں مجاہدین کا اجتماع	۱۱۱	۵۲	افسان اسلام کی مجلس شوری
۴۲	ردی سرداروں سے حضرت	۱۱۲	۵۳	فحص سے مسلمانوں کا کوچ
۴۳	معاذ رضی اللہ عنہ کی دلیرانہ گفتگو	۱۱۷	۵۴	دربار خلافت سے نامہ پیام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۲۰۸	حضرت ابو عبیدہؓ کی تقریر	۶۷	حضرت محمد بن العاص	۵۵
۲۰۹	زعفران اسلام کی تقریریں	۶۸	کی مہربانہ کا مدد انیاں	۵۶
۲۱۲	رومی میرے کا اسلامی سمجھنے پر عمل	۶۹	عیسائیوں پر بدیہوں کا ظلم	۵۶
۲۱۶	حضرت خالد کا بروقت عمل	۷۰	بروک میں اسلامی اجتماع	۵۷
۲۱۷	اسلامی میسج پر حملہ	۷۱	دینہ طیبہ میں بظرب	۵۸
۲۲۳	دربار خلافت میں نامہ تفتح	۷۲	بروک کی پہلی جنگ	۵۹
۲۲۵	قیصر کی شام سے حیرت انگیز وادار	۷۳	رومی قاصدین خلافت کی خدمت میں	۶۰
۲۲۷	فتوحات کا سید	۷۴	حضرت خالد اور باہان کی ملاقات	۶۱
۲۳۳	اجنادین کی دوسری جنگ	۷۵	ہمان کا اپنے افسروں سے شورہ اور قیصر کو خط	۶۲
۲۳۶	بیت المقدس کی فتح	۷۶	مجاہدین کے متعلق رومی جاسوس کی رپورٹ	۶۳
۲۴۱	فدوق اعظم کا ورود شام	۷۷	بروک کا فیصلہ کن معرکہ عظیم	۶۴
۲۴۳	ابن بیت المقدس کیلئے عہد نامہ امن	۷۸	حضرت ابو عبیدہؓ کی قرأت سے ایک مبارک شگون	۶۵
۲۴۶	امین الامت کے یہاں امیر المؤمنین کی دعوت	۷۹	حضرت ابو عبیدہؓ کے خواب کی تفسیر	۶۶
۲۴۷	فدوق اعظم کا خط	۸۰		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۸۱	اخلاص ۱۰ اشار	۹۹	۲۴۹	۹۱
۲۸۲	مسلمانوں کی فہم و عہدت	۹۹	۲۵۸	۹۲
۲۸۳	غیر مسلموں سے حسن سلوک	۲۰	۲۶۱	۹۳
۲۸۵	{	۹۱	۲۶۳	۹۴
		۲۶۶	۲۶۶	۹۵
۲۸۶	{	۹۲	۲۶۸	۹۶
		۲۶۹	۲۶۹	۹۷

# عرضِ ناشر

تاریخ ہماری آری زندگی میں ایک شاہکار اور ایک مشعل ایک نیا ایک پیش بس  
 اور اس کی حیثیت کھتی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس کی عین قوم کے لئے قابلِ فخر بھی ہیں  
 اور سامانِ عبرت بھی ان میں چشمِ بصیرت کے لئے آئینہ ہیں۔ سرت ہے، سلیقہ ہے۔  
 ناز اور زندگی ہے، اشیاء کی منشا اور عظمت کے آئین کی تفسیر ہے۔ ایک شہدہ تاریخ  
 کے الفاظ میں تاریخ زندگی کا اور نام ہے۔ اس شعور میں جیسی قوت تھی صداقت  
 اور جتنی بلند بانگ سچائی ہے اس کی شہادت تاریخ کے ورق ہی نہیں اس کہنے  
 آسمان کے نیچے رہے ایسے اور سانس لینے والی ہر مخلوق دے سکتی ہے۔ وہ بہار وہ  
 وہ میدان اس کی شہادت دیں گے جو کل کی فتح اور آج کی حکومتوں کے گھوڑوں  
 کے سوں کی عرصہ گاہ دہنے رہے وہ دستِ کھنجر قلعے، وہ مضبوط فصیلیں وہ حکمران قوموں  
 کی عبرت، نگیزہ باقیات اس کی گواہی دیں گی جو اجنشا اور بیورا کے فاروں، اکھرا  
 اور قرطبہ کے محلوں، اعرس البلاد بغداد کی بیہوش کن داستاؤں، بابل، ورمینوا کے  
 کھنڈروں، چین کے مہابیات، مصر کے اہراموں اور آگرہ کے تاج محل کی صورت  
 میں زمین کی دستوں پر آج بھی اپنی عظمت رفتہ کی پُر جواں کہانیوں کو زبانِ حال سے  
 سنانے میں مشغول ہیں۔ اُن کی ظاہری شان و جاہت اُن کی نمایاں عظمت اُن کے

گہرے تاثر اور ان کے جلال میں شدت ہے تو انائی ہے اور خوب کن کیفیات ہیں وہ سب کچھ بیچہ جو عروج سند قومیں زوال پذیر باقیات کے لئے وراثت میں چھوڑ جاتی ہیں لیکن ان کے تیغیہ ہیں فطرت کے وہ اصول بھی اپنی اسی روایتی اور خالی از جذبات مسکراہٹ کے ساتھ نام فرما نظر آتے ہیں۔ جن میں ایک ابدی یکسانیت ہے جو اپنے تاثر اپنے دائرے اور اپنی دائمی قوت کے انٹل نقوش تا۔ تا۔ تا کے حصے اُفق سے یکر اس دشمن اور واضح دور تک کسی نہ کسی شکل میں ثبت کرتے رہے ہیں۔

سب بڑی سب عظیم اور سب اہم میراث جو ایک قوم اپنے جد آنے والے اخلاق کے لئے چھوڑتی ہے وہ تاریخ ہے۔ تاریخ اپنی قوت، بزرگی، مقصد، نصب العین اور زندہ و نابندہ روایات کے پیش نظر قوموں کا وہ جب عظیم تر کہہ سکتے ہیں کمزوریوں کے اسباب، ان کی ریشہ دوانیوں اور زوال و افتراق کے اہل نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔ اس میں فطری ارتقا و کا وہ معرکہ الہی اور اصول اپنے ہر اثر انگیز پہلو کے ساتھ عزیز اور بے پردہ نظر آتا ہے جو نسل انسانی کی اجتماعی بقا ان کے زندہ رہنے، بڑھنے، چھینے اور چھوٹنے کے لئے خشت بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے زیادہ صاف، روشن، صحیح اور پر جلال تاریخ شاید کسی قوم کی نہیں۔ اس کی سب بڑی وجہ کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں سب سے کم ہے نئی ہے۔ اسلامی تہذیب اور اس کے شہری دور کی پروردہ ہے۔ ہزار بارہ سو سال کی مدت قوموں اور ملکوں کے معاملوں میں کوئی اور مدت نہیں ہوتی۔ اسلام ایک برق باد کے میلے کی طرح اٹھا اور فضائے بسیط پر آنا فانا چھا گیا۔ اس کے لافانی شامانے کے نیچے آکر جہاں جلال، عظمت، بزرگی اور برتر روحانی قوت

کے علاوہ کچھ نہیں۔ تاریخ نے ایک سلیقہ سیکھا، زمانے نے ایک نئی کر دہلی، دنیا نے ایک نیا دستور دیکھا۔ اُس نے انسانوں کو ایک لامحدود کوشش، ایک دائمی اصول اور ایک برگزیدہ مقصد حمایت کیا اور انسانیت کو ایک افغانی سماں اور ایک غیر مبہم منزل اور ایک ابدی مسرت بخشی۔ اُس نے آسمان اور زمین کے درمیان رہنے والی عظیم ترنس انسان کو وہ سب کچھ تحفہ میں دیا جو زندہ ہونے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔

ہیشنگی خدائے بزرگ دہتر کے علاوہ معرض وجود میں آنے والی کسی بھی حرکت کو نہیں ہے جہاں دنیا نے اس فناءیدہ مذہب کی عینا کر لی اور اُجبتی قوت کے سامنے بڑی سے بڑی سرزندہ قوتوں پر عجب سلاطین زمین کی حجابی پرا بھری ہوئی سرفراک چٹانوں اور منتہائے نظر سمندروں کی مسبب دستوں کو سرنگوں ہوتے دیکھا وہیں یہ عبرت انگیز و لرزہ خیز نگارہ بھی آج دنیا کے سامنے ہے کہ زندہ نے کے ایک ہی پلے میں ایک ہی تغیر اور ایک ہی کر دہ میں وہ تمام چیزیں اور تمام داستاںیں، وہ تمام زندہ قومیں تاریخ کے صفحات پر سنسناٹ بن کر رہ گئیں جن میں پہاڑوں کا جلال اور آسمانوں کی لامحدود رفتیں تھیں جن میں آسودگی اور مسرت تھی، جن میں زندگی اور زندگی کی عظمتیں نہاں تھیں جن کے احوں حضرت کے سب سے زیادہ ہم آہنگ تھے۔

اجتماعی کردہ ریاں آپس کی نا انصافی، اصولی اختلاف، باہمی آویزش منزل سے بے رخی اور نسب الصمیم سے بے توجہی وہ مملکت مرض ہیں جبے خیالی میں اقبال مند قوموں کی شادگ سے عین اُن کے عروج کے زمانے میں بھٹ جاتے ہیں۔

اور پھر گھن کی طرح آہستہ آہستہ انھیں کمزورہ کہے کے پستی اور ہلاکت کے گڑبھوں میں جھکیل دیتے ہیں اس طرح کہ زوال و آمادہ توہوں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ ان کے خواب آور لیکن مہلک ترین اثرات کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آج ہندوستان کے برصغیر میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ وہ بے چارگی بے بسی اور احساس کمتری کے جان لیوا احساسات کے درمیان محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ انھیں اپنی موجودہ پستیوں میں رہتے ہوئے یہ خیال تک نہیں آتا کہ انہوں نے پورے ایک ہزار سال تک دنیا کی ہر ممکن رفتوں پر اپنی مسندیں بچھانی ہیں۔ ان کے اقبال مند اسلاف نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنی شان و شوکت، مذہبات، عظمت اور علم و فضل کی قدیمیں ایک عرصہ تک دکھشن رکھی ہیں۔ ان کے فخر مند پرچموں نے پوری دس صدیوں تک دنیا کی دشوار ترین گزرگاہوں اور ناقابل عبور بلندیوں پر اٹائیں گی ہیں۔ انھیں اسکا احساس ہی نہیں کہ اسلام کے مذہب احوں وقتی اور لافانی نہیں ہیں۔ وہ اتنے ہی مضبوط، اتنے ہی قوی، اتنے ہی لامحدود اور اتنے لافانی ہیں جتنے کہ روز اول تھے۔ ان کے جذبات میں زندگی پیدا کرنے اور ان کے تھکے ہوئے اعصاب میں نئے سرے سے روح پھونکنے کے لئے یہ واحد چارہ کا سبب کہ تاریخ کا آئینہ ان کے سامنے رکھ دیا جائے۔ ان کی گذشتہ عظمت و سلطنت کے خاکے بلا کسی رنگ و میزی کے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں تاکہ وہ اپنی سخی شدہ صورتوں کے مقابلے میں۔ دشمن اور تاجناک چہرے بھی دیکھ سکیں۔ اپنے اسلاف کی برتری کے مقابلے میں وہ اپنی کمزوریوں کا احساس کریں، احتساب

کریں۔ انہیں فنا کر دیں، ان کا ٹکھا ٹھونٹ دیں اور تب وہ دیکھیں گے کہ ایک بار پھر دنیا کی دیر ان فضا میں ان کے نعروں سے وہی ہیبت وہی تھر تھراہٹ اور وہی مرحوب کن تاثر اس اپنی گزشتہ عظمت کی یاد کس طرح تازہ کر رہا ہے۔

۱۱۔ اس راہِ ہادی اپنی تہی ماگی، حوصلہ فرسا مشکلات اور ماحول سے گراں بار ہونے کے باوجود یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ وقت کی اس سب سے بڑی اور اہم ضرورت کا زیادہ سے زیادہ احساس کرے گا اور ایسا لڑ بچہ کثرت کے ساتھ شائع کرے گا جس سے تن مردہ میں از سر نو جان آجانے کا ذرا سا بھی امکان ہو سکتا ہے۔ انفا تو شاہراہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے اس کے بعد اس سلسلے کی اور بھی کتابیں شائع ہوں گی۔ ہمارے سلسلے ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ بڑا ہی سخت اور بہت آزمائش خیز۔ ہمیں اعزاز ہے کہ ہم کیلئے بغیر کسی دوسری مدد کے جہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے ہمیں ان لوگوں کی امداد و تعاون کی بھی ضرورت ہے جن کے لئے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ مسلمان اب بھی سب کچھ کہہ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو اس کا احساس دلایا جائے۔ ہم آپ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتے کہ اگر آپ اس سلسلے کو مفید اور کارآمد سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ان کی اُمت کی بد حالی کا ذرا بھی احساس ہے تو آپ اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش اور بہت انفرادی سے ہمیں متمتع اور بہرہ اندوز ہونے کا موقع عنایت فرمائیں۔ اس تبلیغی پروگرام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت اور اس میں حصہ لینے کی سعیِ بلیغ کو اپنے ساتھ

دوسروں تک بھی زیادہ سے زیادہ وسیع فرما کہ یہ ثابت کر دیں کہ مسلمان من حیث القوم اب بھی مردہ نہیں زندہ ہے اور اس زندگی کے لئے وقت پڑنے پر وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اگر ہم وقت کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کی ضرورت کا صحیح احساس کر کے ایک ساتھ اس سے عمدہ برآ ہونے اور اس سے نبٹ لینے پر آمادہ ہو جائیں تو آج بھی ”مخیر الامم“ ہونے کے اسی فخر اور اسی اعتماد کے ساتھ حقدار ہوں گے جو خیر القرون کے مسلمانوں کا خصوصی اور نمایاں امتیاز رہا۔

زیر نظر کتاب کی تصحیح اور کتابت میں بڑی کاوش اور جہاں سوزی سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی اگر کوئی غلطی یا فروگذاشت اس میں نظر آئے تو اس سے مطلع فرما دیجئے۔ انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تلافی کر دی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

العام الہی عثمانی  
ناظم مکتبہ ہادی۔ دیوبند

# تقاریف

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبانظم جمعیتہ العلماء دہلی

دنیا میں فاتح بہت سے گزرے ہیں۔ تاریخ ہمارے سامنے سکندر اعظم، اشوک، ہلاکو خاں، چنگیز خاں، نادر شاہ اور نپولین بوناپارٹ جیسے نام پیش کرتی ہے جن کی شجاعت، شوکت و سطوت۔ دلیری اور مردانگی نے ان کو اپنے زمانہ کا فاتح اعظم اور کشور کشا بنایا۔ لیکن ان کی فتوحات کا مقصد کیا تھا؟ ملک گیری، نام آوری زیادہ سے زیادہ اپنے ملک یا اپنی قوم کی سر بلندی اور برتری۔

لیکن کیا آپ کو دنیا میں ایسے فاتح بھی ملتے ہیں جنہوں نے فتوحات اس لئے کی ہوں کہ صداقت اور سچائی کا بول بالا ہو۔ عیش پرستانہ ملوکیت کا قلع قمع ہو تاکہ بھائی بھائی ستوں کی نفسانی اغراض کی تختہ مشق انسانیت۔ اپنی کمر کا بوجھ ہلکا کر سکے۔ اوردہ تباہی اور بربادی اور وہ خسارہ جو ارباب حکومت یا اہل ثروت کی حرص و طمع کے باعث پھیلا ہوا ہے جس سے فلاکت زدہ کمزور انسانوں کی بے شمار جماعتیں انسانی زندگی کی شرافت و عظمت سے محروم کر دی گئی ہیں اس کا خاتمہ ہو۔

کیا آپ کو ایسے کشور کشا ملتے ہیں جو تاج و تخت اور خزانوں و دنانوں کے

مالک بھی ہوں اور دنیا سے متنفر اور کناہہ کسش بھی ہوں۔ ان کے یہاں مالِ غنیمت کے بہترین قبائلین فرشِ خاک کے مقابلہ میں حقیر ہوں۔ ایوانِ کسریٰ کے گلشنِ نماقائین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا جائے مگر یہ گوارا نہ کیا جائے کہ خانہٴ خدا یا دربارِ خلافت کے سنگِ بیزوں کا گردِ پوش بن سکے۔

جن کو ظلم سے یہاں تک نفرت ہو کہ موسمِ سرما کی بارش میں رات کو بھگیے رہیں مگر یہ گوارا نہ ہو کہ مفتوحہ خیموں میں سر چھپائیں۔ کیونکہ جس حکومت نے ان کو بنوایا تھا وہ ظالم تھی۔ جو ردِ پیران میں صرف ہوا وہ ظلم کا روپیہ تھا۔

جن کی فتوحات کا منشا ہرگز یہ نہ ہو کہ مخلوقِ خدا میں سے کسی کو برتر و بالا اور کسی کو پست و ذلیل کریں بلکہ منشا صرف یہ ہو کہ رب العالمین کی خوشنودی حاصل ہوں اور دارِ آخرت اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ ان کے حصہ میں آئے۔ جسکے

متعلق مالکِ یومِ الدین کا اعلان یہ ہے۔

تِلْكَ النَّاسُ الْآخِرَةُ يَجْعَلُهَا اللَّهُ لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ  
وَلَا فَسَادًا

یہ دارِ آخرت ہے اس کو ہم انھیں کے لئے مخصوص کریں گے جو زمین میں نہ بڑالی چاہتے ہیں اور نہ فساد چاہتے ہیں۔

یعنی وہ حق و صداقت، عدل و انصاف کی مساویانہ زندگی کے حامل ہیں اور اسی کو قائم اور پائیدار بنانا ان کی تمام جدوجہد کا محور اور ان کی تمہامِ زندگیوں کا مقصود ہے، جو مخلوق کی گردنوں کو ان آقاؤں کی چہرہ دستیوں سے نجات دلاتے ہیں جو کمزوروں اور زیر دستوں کے معاذ اللہ۔ رب اور خدا بن بیٹھے ہیں۔

نوع انسان کے تمام طبقات کے لئے اُن کی دعوت یہ ہوتی ہے:-

تعالوا الی کلمۃ سواۃ  
 بینا و بینکم ان لا نعبد  
 الا اللہ ولا نُنسک بہ شیناً  
 ولا یتخذن بعضنا بعضاً  
 ارباباً  
 من دون اللہ -

اُو ایک ایسے اصول کی طرف جو ہمارے  
 اور تمہارے درمیان مساوی طور پر تسلیم  
 ہوگا کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش  
 نہ کریں، کسی کو اُس کا شریک نہ بنائیں  
 اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب  
 (آقا و مالک) نہ مانیں۔

اسلام کے دور اول کے فاتحین انہیں اصول کے گردیدہ تھے۔ اصول  
 اُن کی فطرت و طبیعت بن گئے تھے۔ اُن کے تمام جذبات، تمام احساسات  
 انہیں اصول کے لئے وقف ہو گئے تھے۔ وہ ان کے دوست تھے جن کو ان  
 اصولوں سے محبت تھی۔ جو ان اصولوں کے مخالف تھے۔ وہ ان کے ذاتی لعن  
 تھے۔ انہوں نے ہر چیز کو ان اصول پر قربان کر دیا۔ اپنی دولت و ثروت، عزت  
 و جاہلیت، اپنی راحت و عافیت غرض ہر محبوب چیز کو ان اصول پر قربان کر دیا  
 حتیٰ کہ اگر ضرورت پیش آئی تو اپنی رشتہ داری اور پداری یا مادری شفقت کو بھی  
 ان اصول پر قربان کر دیا۔

انہوں نے اخوت اور بھائی چارہ ان سے قائم کیا جو ان اصولوں کے حامی  
 ہوئے۔ مدینہ کے کاشتکار جو تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مکہ والوں سے پست  
 مانے جاتے تھے وہ ان کے عزیز دوست۔ عزیز بھائی اور عزیز رشتہ دار ہو گئے  
 کیونکہ انہوں نے ان اصول کو تسلیم کر لیا تھا۔ اور مکہ کے خود دار، غیور اور مغرور بھڑاؤ

جو ان کے عزیز تھے جنس اور خاندان کے لحاظ سے ان کے باپ، بھائی یا چچا تھے ان کے حزب مخالف اور فریق محارب بن گئے کیونکہ انھوں نے ان اصولوں سے اعلان جنگ کیا تھا۔ لہذا ان حضرات نے بھی اس کو قبول کیا اور پھر نہ باپ کے ساتھ رعایت برتی۔ نہ بہن اور بھائی کے ساتھ۔

امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ انھیں فاتحین میں سے ہیں جن کی سیرۃ مقدسہ کے چند اوراق آپ کے سامنے ہیں۔

مولانا ابو محمد امام الدین صاحب نے اس کو مرتب کر کے مسلمانان ہند پر احسان کیا ہے اور امید ہے کہ مسلمان جناب قاری انعام الہی صاحب عثمانی کی اس خدمت کی بھی قدر کریں گے کہ آپ نے اس کی طباعت کا بارگراں برداشت کیا۔

محمد میاں

۹ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن ضاعثمانی نام ندوۃ ایمنین دہلی

کامل ابن اثیر اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی اور ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے تقرر کے سلسلے میں جب پہلی دفعہ میں نے امین الامتہ کے نام فاروق اعظم کا یہ حکم نامہ پڑھا۔

”خالد کی مشکلیں اُن کے عمامے سے باندھو۔ ٹوپی سر سے اتار کر اٹھیں  
مجمع عام میں کھڑا کرو اور جن الزامات کی اُن کے متعلق شہرت ہو گئی ہے  
ان سے ان الزاموں کا جواب طلب کرو“

اور پھر اس حکم کی تعمیل کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کرائی گئی، سیف اللہ اور امین الامتہ دونوں بزرگوں کی جانب سے جذبات اطاعت و احترام اور بے نفسی اور ایثار کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا گیا کہ خالد اسی حالت میں بر ملا اعلان کرتے ہیں  
وَلِيَّ عَلَيْنَكُمْ اَمِيْنٌ هٰذَا مِنَ الْاُمَّةِ اور ابو عبیدہ بے بھجک یہ حدیث سناتے  
ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول ان خالدًا  
لسيف من سيوف الله اور خالد کے جہات سن کر اپنے ہاتھ سے ٹوپی  
اُن کے سر پر رکھتے ہیں، عمامہ باندھتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

”ہم اپنے امیر اور والی کے احکام سنتے اور ان کی پیروی کرتے  
ہیں اور اپنے بھائیوں کی تعظیم و تکریم اور خدمت کرتے ہیں“  
اسی وقت سے جی چاہتا تھا کہ اس عظیم المرتبہ صحابی رسول اللہ کے سوانح جیات  
اور کارناموں پر اردو میں کوئی مستقل کتاب لکھی جائے جس کی معیشت کی

بے سرو سامانی اور طنز پروردماندگی سادگی کو دیکھ کر فاروق اعظم صیبا خلیفہ برحق بھی کہہ اٹھا تھا:-

”ابو عبیدہ! دنیا کی راحت سامانیوں نے ہم سب کو اپنی جگہ سے ہلا دیا  
 ایک تم ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہوئے اور اسی پہلی حالت پر قائم ہوئے“  
 یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ قاری انعام الہی صاحب عثمانی نے مولانا ابو محمد امام الدین  
 صاحب کو اس اہم خدمت کے لئے آمادہ کر لیا اور موصوف نے اس موضوع  
 پر ایک مبسوط اور معتبر سیرت مرتب کر دی۔

انتہائی عدیم الفرستی کے باوجود میں نے نہایت شوق سے کتاب کے  
 جستہ جستہ حصوں پر نظر ڈالی، یقین ہے ”فاتحہ مشاعر“ کے مطالعہ سے

۱۵ اسد الغابہ جلد ۵، ص ۲۴۹

اسی کتاب کی تیسری جلد کے یہ جملے بار بار پڑھنے کے لائق ہیں:-  
 ”لما قدم عمر بن الخطاب الشام فلقاه امراء الاجداد وعظماؤ اهل الارض  
 فقال عمر اين انحنى؟ قالوا من هتال ابو عبیدہ ہتا لویا تیک  
 الآن؟ قال نعماء علی ناقۃ مخطومتہ بحبل نسلم علیہ دسأ لہ  
 ثم قال للناس انفرؤا عننا فاسارمہ حتی اتی منزله فنزل علیہ  
 نسلم برنی بیتہا لاسیفہ وترسمہ فقال عمر لو اتخذت متاعا قال  
 ابو عبیدہ یا امیر المؤمنین ان ہذا سیبلغنا المقبل وقال لودوت  
 انی کنت رما داً تغیننی الریح فی یوم عاصف حشیث“

مسلمانوں میں جو اس وقت بے یقینی اور تذبذب کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ایک جدید دلولہ حیات بیدار ہو گا اور وہ "امین الامت" کی سیرت سے ملکوں کو فتح کرنے کے بجائے دلوں کو فتح کرنے کا راہ معلوم کر سکیں گے۔

میں ملت سے اس ایمان افروز تالیف کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں فاضل مولف کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ دوسرے ایڈیشن کے لئے نظر ثانی کے وقت اُن باتوں کا خیال رکھیں جن کا ذکر اس ایڈیشن میں رہ گیا ہے یا کم سے کم فہرست میں اُن کا عنوان نہیں ملتا۔

علیق الرحمن عثمانی

۹ رزی الحجہ ۱۳۶۹ھ



## ملکِ شام کا جغرافیہ

اس کتاب کے اکثر و بیشتر احوال و واقعات ملکِ شام سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کا نقشہ اور مختصر جغرافیہ دے دیا جائے۔

جس زمانے کے حالات و واقعات سے اس کتاب کا تعلق ہے شام میں وہ تمام ملک شامل سمجھا جاتا تھا جو دریائے فرات اور بحیرہ روم کے درمیان واقع ہے، اس کے علاوہ فنقیہ (فینشیا) اور فلسطین کے علاقے بھی اسی میں داخل تھے۔

رومیوں کے قبضہ و تصرف سے پہلے ملکِ شام میں متعدد آزاد حکومتیں قائم تھیں مگر اب پورا ملک قسطنطنیہ کی رومی شہنشاہیت کے زیرِ نگیں تھا جس کا تاجدار قیصر ہرقل تھا۔

یہ ملک نہایت سرسبز و شاداب، زرخیز اور خوش منظر تھا۔ صور (ٹامیر) اور صیدا (سیدون) دو بڑے بحری مرکز تجارت تھے۔

شام کا پورا ملک چار حصوں میں منقسم تھا، جن کے نام یہ ہیں: فلسطین، اردن، حمص اور دمشق۔

فلسطین کا علاقہ اس خطہ کے جنوب میں واقع ہے جو کوہ قریل سے لیکر طبرہ جھیل کے انتہائی شمالی گوشہ تک اور دریائے اردن سے لیکر بحیرہ روم تک

پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں قیساریہ - اریما - بیت المقدس - زغارہ وغیرہ متعدد مستحکم قلعے تھے جو علاقہ 'بحیرہ لوط' کے جنوبی گوشہ سے لے کر خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے وہ بھی فلسطین ہی میں داخل تھا۔ اس خطہ کے شمال میں اردن (جو اردن) کا صوبہ تھا، جس میں عکہ (اکیر) اور صور محفوظ مقامات تھے۔

وادی اردن کے مشرق اور جمیل طبریہ کے جنوب میں حوران کی سطح

مرتفع واقع تھی۔

شام کے معرکوں میں سب سے بڑا معرکہ یرموک کے مقام پر واقع ہوا یرموک ایک چھوٹا سا دریا ہے جو حوران کی اسی سطح مرتفع سے نکل کر جمیل طبریہ سے چند میل جنوب میں دریائے اردن سے مل جاتا ہے۔ اس مقام اتصال سے کوئی تیس میل اوپر کی جانب شمال دریا کا موڑ نصف دریا کا موڑ نصف دائرہ کی شکل میں واقع ہوا ہے جس سے ایک ایسا وسیع میدان پیدا ہو گیا ہے جو ایک بڑی فوج کے اترنے کے لئے کافی ہے۔ دریائے یرموک کے ساحل ڈھلوان نہیں ہیں۔ ناہموار اور کھڑے ہیں۔ اس نصف دائرے کی گردن پر ایک غار ہے جس سے میدان کے اندر جانے کا راستہ ہے جسے واقو صہ کہتے ہیں۔ رومی فوج نے اسی میدان کو اپنا مستقر بنایا تھا۔

فلسطین کے شمال میں وہ زرخیز علاقہ تھا جسے رومی سیریا اور عرب شام یا براء شام کہتے ہیں۔ اس میں حلب، حمص، انطاکیہ وغیرہ بڑے بڑے تاریخی شہر آباد تھے۔ اور ان شہروں میں رومیوں کی زبردست فوجیں متعین تھیں۔ انطاکیہ شام کا پایہ تخت تھا۔ یہیں رومی دائرے

رہا کرتا تھا۔ ہر قتل شام آتا تو وہ بھی یہیں ٹھہرتا، اس علاقہ میں حصص ایک بڑا اور قدیم شہر تھا۔ ہاں سورج کا ہیکل تھا۔ جس کی زیاست کے لئے دُور دراز ملکوں سے لوگ آیا کرتے تھے اسی علاقہ میں سحاق، لاذقیہ، اور سلمیہ بھی تھے۔ شہر مؤلفکہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے اور جسے عذاب آہی نے اُلٹ دیا تھا۔ اسی سلمیہ کے قریب واقع بتایا جاتا ہے۔

---



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله  
سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين ۵

اسلام اپنے ہر بیرو سے دو مطالبے کرتا ہے ایک تو یہ کہ جو شخص مدعی  
اسلام ہو وہ اپنی پوری زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھال دے، اور دوسرے یہ کہ  
اس نے جس طرح اسلام کو سمجھا قبول کیا ہے کہ اسکی اور ساری انسانیت کی فلاح و بہبود  
کا واحد ضامن و قبیل وہی ہے، اسی طرح وہ اسے دوسرے انسانوں تک پہنچانے  
کی بھی تا امکان جدوجہد کرے۔ اور اس کے تحفظ و بقا کو اپنا فرض سمجھے۔  
یہ دونوں مطالبے کچھ ایسے نہیں جو اسلام کے ساتھ خاص ہوں ہر دین اور ہر  
نظام زندگی اپنے متبعین سے یہی مطالبات کرتا ہے۔ مثال کے لئے جمہوریت  
اور اشتراکیت کو لے لیجئے، کوئی جمہوری نظام اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا  
کہ اس کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے اور اپنے کو اس کا پیرو کہنے والے اشتراکی  
اصول و اعمال کے پابند ہوں۔ بالکل اسی طرح کوئی اشتراکی نظام اسے جائز نہیں

رکھ سکتا کہ اس کے علمبرداران و متبعین سرمایہ دارانہ اصول و افکار رکھتے ہوں۔ اور سرمایہ دارانہ زندگی گزارتے ہوں۔ اگر کسی جمہوری نظام کے حلقہ اقتدار و تصرف میں اشتراکی عقیدے و عمل کے لوگ ہوں گے تو وہ جمہوریت کے حریف اور مقابل سمجھے جائیں گے، اور اشتراکی نظام میں جو لوگ جمہوری عقائد و اعمال کے پابند ہوں گے وہ اشتراکیت کے مخالف اور دشمن قرار دیئے جائیں گے۔

یہ تو بہت واضح منافات ہیں۔ کسی جمہوری نظام کے نزدیک اس کے پیرو و نیکی یہ بے راہ روی بھی قابل درگزر نہیں ہو سکتی کہ ان کی زندگی کا کچھ حصہ تو جمہوریت کے مطابق ہو اور کچھ مخالف۔ مثلاً وہ عقیدے اور کچھ خانگی معاملات میں تو جمہوریت پسند ہوں اور اجتماعی مسائل، سیاسیات و ادبیات اور معاشیات وغیرہ میں اشتراکی اسی طرح کوئی اشتراکی نظام اپنے متبعین کی اس بے اصولی کو رد نہیں رکھ سکتا کہ وہ اپنی زندگی کے کچھ مخصوص حصوں میں تو اشتراکی ہوں اور باقی معاملات میں اس سے بالکل آزاد کہ ان میں جو طرز عمل چاہیں اختیار کریں۔

پھر اسلام اسے کیونکر برداشت کر سکتا ہے، کہ کوئی فرد یا گروہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا کرتا ہو لیکن جس کے اعمال و افعال اور اخلاق و کردار اسلام کے منافی ہوں اسلام تو دوسرے تمام نظام ہائے زندگی سے کہیں زیادہ باریک بینی نقاد ہے اور اپنے پیروؤں پر کڑی نگاہ رکھتا ہے۔ وہ ان کی زندگی کو اپنے پیش کردہ نقشے و سرخلاف دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ اہل لئے کہ وہ کوئی انسانی نظام زندگی نہیں بلکہ ربانی نظام حیات ہے،

جہاں تک دوسرے مطالبے کا تعلق ہے۔ یعنی اسلام کو دوسروں تک پہنچانا اور

اسکی اشاعت و ترقی اور اس کے استحفاظ و استحکام کی سعی کرنا یہ بات بھی ہر نظام میں پائی جاتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جمہوریت و اشتراکیت کے علمبردار ان نظام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ دل و دماغ زبان و قلم، علم و حکمت، مال و دولت، زور و قوت، جنگ و پیکار، اتحاد و اشتراک، عرض کو نسا ذریعہ اور کو نسا طریقہ ہے جس سے کام نہیں لیا جا رہا ہے، بہر کیف اپنے پیروں سے اسلام کے یہ مطالبات کہ وہ اپنی زندگیوں کو اس کے پیش کردہ نقشے کے مطابق بنائیں اور اس کی ترویج و دعوت اور حفاظت و بقا کے لئے جدوجہد کریں، بالکل فطری ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ اسلام اپنے پیروں کی زندگی کا کو نسا نقشہ پیش کرتا ہے اس کے لئے قرآن کریم کے مطالبے کی ضرورت ہوگی، جو اسلامی زندگی کا دستور اساسی ہے۔ اس عرض سے یہاں قرآن کریم کے چند مقامات پیش کئے جاتے ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوْكَفُوا وَتُحْبَبُوا  
فَبَلِّغْ لِلنَّاسِ الْمَسْرُوقِ وَالْمُعْرَبِ وَكَانَ الْبِرُّ  
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ  
وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي  
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ  
وَأَبْنَى السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ  
وَفِي الرِّفْقِ بِجِوَارِقِ  
الصَّلَاةِ وَآتَى الزَّكَاةَ

انجلی اور بھلائی کی راہ یہ نہیں ہے کہ تم نے عبادت کے وقت، اپنا منہ پورہ سہ کی طرف پھیر لیا یا پیچھم کی طرف کر لیا (یا کسی طرح کی کوئی دوسری بات رسم و رواج کی کرنی یا سبکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں، خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا

وَالْمُؤْفُونَ يَعْهَدُهُمْ إِذَا  
عَاهَدُوا فِي الصَّبْرِ  
فِي الْبَأْسَاءِ وَالصَّرَاءِ  
وَ حِينَ الْبَأْسِ ط أُولَئِكَ الَّذِينَ  
صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُتَّقُونَ ۝

(البقرة پ ۲)

کرتے ہیں۔ اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ جب قول  
و قرار لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ تنگی و  
مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت  
ہر حال میں صبر کرنے والے (اور اپنی راہ میں ثابت قدم،  
ہوتے ہیں تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو دنیا کی راہیں  
پکے ہوئے اور یہی ہیں جو دنیاوں سے) نچنے والے  
انسان ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ  
عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَابَتْ  
الْجِبَالُونَ قَالُوا سَلَامًا  
وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ  
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا  
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ  
عَنَّا عَذَابَ الْجَهَنَّمَ قَدْ صِرْنَا  
عَدَاِبَهَا كَانُوا غَرَامًا  
إِنَّمَا سَاعَاتٌ مُسْتَقَرًّا  
وَمَقَامًا وَالَّذِينَ إِذَا  
أَفْقُوا الْمُنَى فَوَازَا وَكَلِمَاتٌ

اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر منانٹاں و کوزے  
کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ (ان سے) جہ  
دید کلامی، کی باتیں کرتے ہیں تو وہ انھیں (بد کلامی  
کے ساتھ جواب نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ سلامت رہو  
اور جو اپنے پروردگار کے حضور سجدہ اور قیام کی  
حالت میں رات گزارتے ہیں اور وہ جو دعائیں مانگتے  
ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب (بے  
دور رکھیو، بے شک اس کا عذاب (ایک مستقل  
(عذاب) ہے بے شک جہنم بڑا ٹھکانا اور بدترین  
مقام ہے اور وہ جو خرچ کرنے میں نہ اسراف سے  
کام لیتے ہیں۔ اور نہ کوتاہ دستی سے بلکہ ان دونوں

کے درمیان اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور وہ جو کسی نفس کو جس کے نقل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے، اور وہ جو زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام (شرک، قتل ناحق اور زنا) کئے گا تو وہ سحت گناہ میں مبتلا ہو گا اور قیامت کے روز اسے ایسا عذاب دیا جائیگا جو برابر بڑھتا رہے گا اور وہ بحالت ذلت و خواری ہمیشہ اسی عذاب میں پڑا رہے گا۔ مگر ان کاموں کے بس جس نے توبہ کی، ایمان لایا، اور اچھے کام کئے تو ایسے تمام لوگوں کی بدیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا۔ اور اللہ بڑا آمرزگار اور بڑا مہربان ہے اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے، تو حق یہ ہے کہ وہی اللہ کی جانب واقعی رجوع کرتا ہے، اور وہ جو غلط اور باطل کاموں کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب اتفاقاً کسی لغو کام کے پاس سے ان کا گزر ہو جاتا ہے تو وہ تریفانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان کے پردردگار کی آیتوں کے ذریعہ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ تو وہ ان آیتوں پر بہوسہ

وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَرَابًا وَ  
الَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ  
إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ  
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَ  
لَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ  
ذَلِكَ يَلْقَ أَشَمًّا  
يُضَعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا  
إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَ  
عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا  
فَأُولَئِكَ يَبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ  
حَسَنَاتٍ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
رَحِيمًا ۚ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ  
صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا  
وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ  
وَإِذَا أُمِرُوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا  
وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا  
بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْرُوْا  
عَلَيْهَا صُمًّا ۚ وَ

وَعَمِيًّا نَا ه

اور اندسے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ انکو غور و فکر سے سنتے ہیں)

اور وہ جو رہا رہا مانتے ہیں کہ اسے رب ہماری بیویوں کو

ہماری اولاد سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور

ہیں متقیوں کا امام بنا، یہی لوگ ہیں جو ان اعمال و

اخلاق پر، ثابت قدم رہنے کی چیز میں قصر و جنت، پائیدار

اور اس میں افرشتے، تجتہ اور سلام کے ساتھ ان سے

ملاقات کریں گے، یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ

بہترین مستقر اور مقام ہے

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا

هَبْ لَنَا مِنْ أَدْوَارِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا

قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا

وَيُبْقَوْنَ فِيهَا تَبَعًا وَسَلَامًا ۝

خَلِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ

مُسْتَقَرًّا وَمَقَامًا ه (الفرقان پ ۱۹)

بلاشبہ انسان بڑا پست حوصلہ پیدا ہوا ہے، جب اسکو

الکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل

ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر ناز گذار جو اپنی نازوں

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا

مَسَّهُ الشُّحُ حَزَّوَعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ

الْغَمُّ حَمَّوَعًا ۝ إِلَّا الْمُسْلِمِينَ ۝

الَّذِينَ عَمِلُوا صَالِحًا لَّهُمْ أَجْرٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِيُؤْتُوا مَوْلَاهُمْ مِّنْهُ حَقَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝

لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَلُّونَ ۝ لِيُذَكَّرُوا بِالْقِيَامَةِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ

مِنَ الْغَيْبِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ مِّنَ الْغَيْبِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ مِّنَ الْغَيْبِ ۝

زَيْطُونًا مِّنْ أَرْضِ الْمَدِينَةِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ مِّنَ الْغَيْبِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ

مِنَ الْغَيْبِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ مِّنَ الْغَيْبِ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ مِّنَ الْغَيْبِ ۝

حِطَّةُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُهُمْ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَالَهُمْ مِّنَ الْغَيْبِ ۝

سوا اور کے خواستگار ہوں وہ حد سے تجاوز کر چلے گا  
ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں  
اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی نماز  
کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ باغمانے برشت  
میں عورت و اکرام سے سرفراز کئے جائیں گے۔

وَرَأَىٰ ذَٰلِكَ فَآوَىٰكَ هُمُ الْعُدْوَانُ  
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِنِهِمْ ذَوَاتُ  
وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ  
عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ إِذْ يَقُولُونَ  
جَنَّتْ مُكْرَمُونَ ﴿٢٤﴾ (معارف، پ ۶۹)

اور جو کبیرہ گناہوں اور پے جیالی کی باتوں سے اجتناب  
کرتے ہیں اور جب انہیں عذہ آتا ہے تو معاف  
کر دیتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کا حکم قبول  
کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے معاملات  
باہمی مشورے سے انجام دیتے ہیں اور ہم نے  
انہیں جو کچھ عطا کیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ بَلَاءَ الْإِثْمِ  
وَالْفَوَاحِشِ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ  
يَغْفِرُونَ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ  
وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ  
بَيْنَهُمْ وَهُمْ سَارِفَةٌ لِّتَفَقُّونَ ﴿٢٥﴾

(شوری، پ ۱۱۵)

محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں  
وہ کافروں کے سختی میں تو سخت ہیں اور آپس میں  
رحم دل دے دیکھنے والے، تو ان کو دیکھتا ہے کہ  
وہ رکوع اور سجدے کی حالت میں خدا کا فضل  
اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت، سجود  
کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان ہونے ہوئے ہیں۔

مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِينَ  
أَنبَدْنَا عَلَىٰ الْكُفَّارِ لِحَمَاءِ بَنِي  
تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا  
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا لَا سِيَّامًا  
فِي وُجُوهِهِمْ مِّنَ انْتِزَاعِ السُّجُودِ

(فتح پ ۲۶)

بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جائید بھی خرید لیں اور ان کے مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت کی جاودانی زندگی ہو، وہ کسی دنیوی مفصد کی راہ میں نہیں بلکہ، اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارے جاتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا، (یعنی اس نے ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا) تو رات، قرآن، انجیل، (نینوں) کتابوں میں (کیساں طواغوت) اس کا اعلان ہے۔ اور اللہ سے بڑھکر کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو، پس (مسلمانو!) اپنے سوسے پر جو تم نے اللہ سے چکایا، خوشیاں مناؤ۔ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروز مندی ہے، دان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا یہ ہے کہ وہ اپنی اغزشوں اور خطاؤں سے، توبہ کرنے والے، عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے روزہ رکھنے والے یا سیاحت کئے والے، رکوع اور سجدہ کرتے دان۔ نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے رد کئے و اسے اذ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ  
 يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ  
 وَيُقْتَلُونَ وَعَدَّ أَعْلَىٰ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ  
 وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ  
 مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ  
 فَاسْتَبَشِّرْ ۗ وَابْتَئِعْكَمُ  
 اللَّهُ بِأَيْمَانِكُمْ ۖ  
 وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ  
 الَّذِينَ يُؤْتُونَ الْعِدَّةَ  
 وَالْحَامِدُونَ وَالسَّامِعُونَ  
 السَّاعِدُونَ السَّاجِدُونَ  
 الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
 وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
 وَالْحَافِظُونَ  
 بِحُدُودِ اللَّهِ ۗ  
 وَ  
 بَشِيرٍ

## الْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورہ)

توبہ پل)

۲۵

اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حد بندوبس کی حفاظت کرنے والے ہیں اسے پیغمبر! یہی سچے مومن ہیں، اور مومنوں کو (کامیابی و سعادت کی) خوشخبری دیدو،

۷

مسلمانو! خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو وہ اس کے حوالے کر دیا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہئے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ کیا یہی اچھی بات ہے جس کی خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے، مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں، پھر اگر ایسا ہو کہ کسی معاملہ میں باہم جھگڑا ہو یعنی اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے، کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو (اور جو کچھ وہاں سے فیصلہ ملے اسے تسلیم کرو)، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے یہی راہِ عمل ہے، اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے اور اسی میں انجامِ کام کی خوبی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا  
الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا  
حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ  
أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ  
نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ  
كَانَ لَنَبِيٍّ عَابِصِيرًا ۝ يَا  
أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا  
رِئَاسَتَكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي  
شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ  
وَالرَّسُولِ إِن كُنْتُمْ  
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ  
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

(النسار - پ ۵)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا  
تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ  
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ  
بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ  
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا  
وَ كُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ  
مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ  
مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ  
اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ  
تَهْتَدُونَ ۝

وَلَتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ  
يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ  
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُقْتَدِرُونَ ۝

(آل عمران پ ۴)

مسلما نو! دیکھو۔ مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوط  
پکڑ لو، اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اللہ نے تمہیں  
جو نعمت عطا فرمائی ہے اسکی یاد سے غافل نہ ہو  
تمہارا یہ حال تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے  
دشمن ہو رہے تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں  
میں الفت ڈالی اور تم اس کے فضل سے  
بھائی بھائی بن گئے، تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سو  
بھری ہوئی ایک خندق ہے اور اس کے کنارے کھڑے  
ہو، ذرا پاؤ پھسلا اور شعلوں میں جا گئے، لیکن  
اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا (اور زندگی و  
کامرانی کے میدانون میں پہنچا دیا)، اللہ اس طرح اپنی  
کار فرمایوں کی نشانیاں واضح کر دیتا ہے، تاکہ تم  
(منزل مقصود کی) راہ پا لو، اور دیکھو! ضروری  
ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی باتوں  
کی طرف دعوت دینے والی ہو وہ نیکی کا حکم دے  
برائی سے روکے اور بلا شبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو  
کامیابی حاصل کرنے والے ہیں،

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحب

الذین ان ملئہم حقی الارض

اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا  
 الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِ  
 الْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ  
 اللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (المحجہ ۱)

افتدار کر دیا یعنی ان کا حکم چلنے لگا، تو وہ نماز کا نظم،  
 قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے  
 نیکیوں کا حکم دیں گے، بُرائیوں سے روکیں گے  
 اور تمام باتوں کا انجام کارا اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

قرآن کریم کی ان تمام تعلیمات کا ما حاصل کیا ہے ؟

(۱)۔ ایک نظامِ ایمان و عمل ،

(۲)۔ اس نظام کی کامل پابندی کا مطالبہ۔

(۳)۔ اس کی دعوت و ترویج اور حفاظت و بقا کی جدوجہد۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگیاں قرآنِ کریم کے اسی نقشہٴ حیات  
 کی آئینہ دار تھیں۔ ایک طرف تو وہ اپنے اصول و عقائد اور اخلاق و اعمال سے سلاطین  
 زندگی کا صحیح و مکمل نمونہ پیش کرتے تھے، دوسری جانب اپنے دلوں میں اسلام کی دعوت  
 و تبلیغ اور اس کی تعلیم و ہدایت سے ساری دنیا کو معمور کر دینے کا بے پایاں جوش و ولولہ  
 رکھتے تھے، اور اس کے تحفظ و بقا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار  
 رہتے تھے، یہی جوش و ولولہ لئے ہوئے وہ عرب سے نکلے اور اقطاع و ممالکِ عالم  
 میں پھیل گئے،

ایک جلیلِ لفظِ علمبردارِ اسلام کے حالات زندگی آپ کے سامنے ہیں آپ  
 اُن کا مطالعہ کرتے وقت قرآنِ کریم کے نقشہٴ حیات کو پیش نظر رکھئے، اور دیکھئے  
 اس پاک زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک واقعہ اسی نقشہ کے مطابق ہے یا  
 نہیں ؟ پھر یہ کہنے کے لئے ایک ذاتِ واحد کے سوا سچ ہیں، لیکن اس روح پرور

اور ایمان افروز مرقع میں آپ کو پوری ایک قوم کی تصویر حیات ملے گی، جو اسی قرآنی سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آئے گی۔

پھر جب صحابہ کرام کی طرح ہم بھی ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا ہمارا بھی یہ فرض نہیں ہے کہ ہم بھی قرآن کریم کے پیش کردہ نقشہ حیات پر چلیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم اسلامی نظام زندگی کی پابندی کیوں کریں؟ کیا محض اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں اور اس بنا پر ہیں، اسلامی نظام کی پیروی کرنی چاہیے؟ یا اس کی پابندی کے کچھ خاص نعائم و برکات بھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہمیں اسلامی نظام زندگی کی اس لئے اور صرف اس لئے پابندی کرنی چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو آخر ہمارے مسلمان ہونے کے معنی کیا؟ لیکن اسی کے ساتھ اسلامی نظام زندگی کے نعائم و برکات بھی ہیں، ہم نے جس طرح قرآن کریم سے اسلامی زندگی کی تفصیلات معلوم کی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامی نظام زندگی کے نعائم و برکات کیا ہیں۔ اس کے لئے ہم قرآن کریم کے چند مقامات پیش کرتے ہیں۔

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے انکو  
لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت  
میں بھی۔

اللہ کے کلمات کے لئے کوئی تبدیلی نہیں (اہل ایمان  
و اتقا کے لئے) یہ بہت بڑی مروت مندی ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ  
لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۗ

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۗ  
ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۗ

دینکرین، چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو مونہوں دکی  
 پھونک، سے بچھادیں، حالانکہ خدا اپنی روشنی  
 کو پورا کر کے رہے گا خواہ یہ منکرین کو ناگوار ہی ہو۔  
 وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور  
 دین حق (صحیح طریق زندگی) کے ساتھ بھیجا تاکہ  
 اسے سب دینوں (تمام طریقہائے زندگی) پر غالب  
 کر دے۔ خواہ یہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔ مومنو!  
 کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب  
 الیم سے نجات دے؟

وہ یہ کہ خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان  
 لاؤ، اور حسد کی راہ میں اپنے مالوں  
 اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ اگر  
 سمجھ سے کام لو تو یہ تمہارے حق میں  
 بہتر ہے۔

خدا تمہارے گناہ بخشدے گا اور تم کو  
 باعنائے بہشت میں جن میں نہریں جاری  
 ہیں۔ اور پاکیزہ مکانوں میں جو عیشگی  
 کے باغوں میں واقع ہیں داخل کرے گا۔

بُرِيدُونَ لِيُطْفَؤُا نُورًا لِلَّهِ  
 بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ  
 نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ  
 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
 بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ  
 لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
 وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ يَا أَيُّهَا  
 الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ  
 عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ  
 أَلِيمٍ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ  
 وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ  
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ  
 وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ  
 إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ لَا يَعْزُدُ  
 لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ  
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
 الْأَنْهَارُ وَمَسَلِكِينَ طَيِّبَةً  
 فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ

الْعَظِيمُ ۝ وَالْآخِرَىٰ تَحْبَبُونَهَا  
نَصْرًا مِنَ اللَّهِ وَفَتْحًا قَرِيبًا

وَلَسْتَ

الْمُؤْمِنِينَ ۝

(الصَّف - پ ۲۸)

بہت بڑی مراد مندی ہے (جس نے خدا سے یہ سودا  
کر لیا) اور (اس کے علاوہ تمہیں، دو ٹہری وہ  
چیز بھی دےطا کرے گا، جسے تم محبوب رکھتے ہو یعنی خدا  
کی جانب سے نصرت اور قریبی فتح۔ اور اسے بغیر!)  
مسلمانوں کو اسکی بشارت دے دو۔

۳

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ۚ وَأَنْتُمْ  
الرَّاعِلُونَ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

تم نہ سست ہو اور نہ غم کرو۔ اگر تم  
مومنین (صادق) ہو تو (بالآخر) تمہیں غالب ہوگے

۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّ تَوَّصَرُوا ۚ  
يَنْصُرْكُمْ وَيُتِّتْ أَعْدَاءَكُمْ ۚ وَ  
الَّذِينَ كَفَرُوا فَاقْتَصِبْ لَهُمْ وَأَضَلَّ  
أَعْمَالَهُمْ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا  
أَنْزَلَ اللَّهُ فَاجْتَبِ أَعْمَالَهُمْ ۚ أَفَلَمْ  
يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ  
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ مَا مَرَّ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ وَذَلِكَ كَيْفَ مِنْ أَمْثَالِهَا ۚ  
ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا  
وَأَنَّ الْكُفْرَانَ لَمْ يَكُنْ لِمَوْلَى لَهُمْ ۚ (مَرْيَم)

اے اہل ایمان! اگر تم (دین) خدا کی مدد  
کر دے گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔  
اور تم لو ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو منکر ہیں  
ان کے لئے ہلاکت ہے اور خدا ان کے  
اعمال کو برباد کر دے گا۔ کیا وہ  
ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھیں کہ جو لوگ ان سے  
پہلے ہو گئے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ خدا نے  
ان پر نیا ہی ڈالی اور ان (موجود) منکرین کیلئے  
بھی یہی حالات پیش کیا ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ  
ہیں ان کا خدا کا رسا ہے اور منکرین کا کوئی کارسا نہیں۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین کا کارفرما بنا دے گا جس طرح ان لوگوں کو کارفرما بنا یا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں اور انکے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم کر دے گا اور ان کی حالت کو خوف کے بعد اس کے بدلے دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے کسی شے کو میرا شریک ٹھہرائیں گے اور اس کے بعد جس نے کفر کیا تو ایسے ہی لوگ نافرمانی کرنے والے ہیں،

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ مِمَّا اسْتَمْتَلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا لَّيَعْبُدُنَّي لِأَنبِيَائِهِمْ لِيُحْمَلَهُمْ وَاللَّهُ يَبْدُلُ مَا يَشَاءُ وَمَنْ يُفَكِّرْ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (النور پ ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے ان کلمات وارشادات کا حاصل یہ ہے

(۱)۔ جو لوگ ایمان و اسلام کی زندگی اختیار کریں گے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں مراد مند اور کامیاب ہوں گے۔

(۲)۔ اسلام کی فطرت اور اس کی غایت تخلیق یہ ہے کہ وہ تمام دینوں اور زندگی کے سارے طریقوں پر غالب ہو۔

(۳)۔ جو لوگ اسلام کو اپنا دستور حیات بنائیں گے اور اخلاص و استنباطی کے ساتھ اس کے قیام و بقا کے لئے جدوجہد کریں گے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کامیاب و کارساز ہوگا اور ان کو زمین کا حاکم اور فرمانروا بنا دیگا جن لوگوں نے اسلام کو اپنا دستور حیات بنایا اور اللہ ورسول کی اطاعت

دفرمانبرداری کی زندگی اختیار کی ان سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنا وعدہ پورا فرمایا اس پر خود ہماری تاریخ شاہد ہے، صحابہ کرام کی شکستہ حالی اور بے سرو سامانی کی انتہا نہ تھی۔ وہ دانہ، سنو اور خشک روٹیاں کھاتے تھے اور پھٹے پڑانے کپڑے پہنتے تھے وہ اسی شکستہ حالی اور بے سرو سامانی میں گھروں سے نکلے اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ایران و شام اور مصر کے میدانوں کو روند ڈالا اور قیصر و کسریٰ کی عظمتوں کو خاک میں ملا کر ان کے تاج و تخت اور ملک و مال کے مالک بن گئے۔

خدا کا دین کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں وہ دائمی ہے اسکی نعمتیں اور برکتیں بھی دائمی ہیں اور خدا کا وعدہ بھی دائمی ہے اس لئے جس عہد اور جس دور میں جو لوگ خدا کے اس دین کو اپنا نظام زندگی بنائیں گے اور خلوص اور استنباط کے ساتھ اس کا حق ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اسلام کی برکتوں سے سرفراز ہوں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو نفاق اور دورنگی سے پاک کر کے صبح معنوں میں مومن و مسلم بن جائیں۔ اور جس طرح صحابہ کرامؓ نے اسلام کو اپنا نظام حیات بنا لیا تھا اسی طرح ہم بھی اسے اپنا دستور زندگی بنالیں تاکہ ہماری تکلیف و سستی بھی عزت و سر بلندی سے بدل جائے۔

ترتیب و اشاعت

اب سے پندرہ بیس برس پہلے اس کتاب کی ترتیب و تدوین عمل میں آگئی تھی۔ لیکن اسکی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ کبھی خود شائع کرنے کا ارادہ ہوا، کبھی دوسرے ادارے آمادہ اشاعت ہوئے۔ لیکن کوئی صورت مہربون عمل نہ ہوئی۔ اس درمیان

نعم نعم

میں مسودہ مختلف تغیر و انقلاب سے دوچار ہوتا رہا۔ جب کبھی کوئی نیا مواد نظر سے گزرا اس سے کام لینے کے لئے مسودے میں رد و بدل کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ مسودہ کبھی پیش نظر رہا اور کبھی دور از نظر ہو گیا، اور دماغ میں اس کی یاد تک محفوظ نہ رہی۔ اس دوران میں مسودہ کا ہدف نقصان و ضیاع ہو جاتا کچھ بعد از حال نہ تھا۔ لیکن خدا کا فضل خاص اس کا محافظ رہا۔

اب مولانا انعام الہی عثمانی صاحب مدیر ماہنامہ ”ہادی“ دیوبند کی توجہ و سعی سے اس کی اشاعت عمل میں آ رہی ہے۔

اشاعت کی اس تاخیر و تعویق میں بھی قدرت کی ایک خاص مصلحت معلوم

ہو رہی ہے۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مفید اور ضروری رہا ہے، لیکن بحالت موجودہ جب کہ مسلمانوں کے سینوں میں ایمان و یقین کے شعلے پروا پڑ چکے ہیں ان کا جذبہ سعی و عمل فنا ہو چکا ہے۔ ان کو حال نے مہر و تار اور مستقبل نے مایوس کر دیا ہے، وہ اپنی شوکتِ رفتہ اور عظمتِ گذشتہ کو بھی بڑی حد تک فراموش کر چکے ہیں، ان میں نہ خود داری باقی ہے نہ خود اعتمادی۔ انقلابات و حوادث نے ان کے حوصلے پست اور عزائم شکست کر دیئے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ مسلمانوں میں ایک نیا ایمان و یقین ایک نیا ولولہ حیات، اور ایک نیا جوش و شعلہ پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس حقیر سعی اور مولانا انعام الہی صاحب عثمانی کی توجہ کو شرف قبولیت بخشے اور مسلمانوں کو سیرت امین الامت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابو محمد امام الدین رام نگر بنارس، ۲۲ صفر المنظر ۱۳۶۹ھ ہجری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

## حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

رضی اللہ عنہ

### نام و نسب

ام عامر، کنیت ابو عبیدہ، دربار رسالت سے ملا ہوا لقب "امین الامت" والکام عبد اللہ تھا، لیکن دادا کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ قبیلہ قریش کے جد اعلیٰ حضرت بن کنانہ کے پوتے فہر کی نسل سے تھے، فہر کے تین بیٹے تھے، حارث، حارث اور غالب۔ حضرت ابو عبیدہ کا خاندان حارث کی اولاد سے تھا۔

سلسلہ نسب یہ ہے، عامر بن عبد اللہ، بن الجراح بن امیب بن حنیب بن الحارث بن الفہر القرشی، حضرت ابو عبیدہ کی ماں بھی اولاد فہر سے تھیں، عقبہ بن نافع غازی فریفة و بانی بلدہ قیروان اور عبد اللہ بن قطیبی والی اندلس بنو حارث کے خاندان سے تھے۔

## قبول اسلام

حضرت ابو عبیدہ ان اصحاب استعداد و صلاحیت میں سے ہیں جن کے سینے آفتاب اسلام کی اولین ہی شعاعوں سے جگمگا اٹھے تھے۔ آپ "صدیق امین" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، اس وقت چنہ ہی بزرگوں نے اسلام قبول کیا تھا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی تک زید بن ارقم کے مکان میں پناہ گزیں نہیں ہوئے تھے۔

## ہجرت

جس زمانہ میں حضرت ابو عبیدہ نے اسلام قبول کیا اس زمانہ میں اسلام قبول کرنے کے معنی تھے ایک دنیا کو اپنا دشمن بنا لینا اور اپنی عافیت و سلامتی اور اپنی جان سے کھیل کرنا،

جو لوگ مسلمان ہوتے تھے وہ ہر طرح کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بن جاتے تھے، رفتہ رفتہ ان مسلمانوں پر اتنے مظالم و عسائے جانے لگے کہ ان کا مکہ میں رہنا محال ہو گیا۔ چنانچہ مظلومین کی ایک جماعت جس میں مرد بھی تھے، اور عورتیں بھی تھیں مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی جہاں کا بادشاہ ایک نیک دل عیسائی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو یہاں پناہ دی اور انھیں عافیت سے رکھا، یہ خبر مکہ پہنچی تو دوسری بار پہلے سے بھی بڑی جماعت نے ہجرت کی، اس مرتبہ جن شیفتگان اسلام اور عاشقانِ خدا نے وطن پر عزیز الوطنی کو ترجیح دی، ان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے، کچھ دنوں

حبشہ میں رہ کر آپ مکہ معظمہ واپس چلے آئے، اور یہاں جو آلام و مصائب پیش آتے رہے ان کا صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا اور دوسرے ہاجرین کے ساتھ آپ بھی مکہ سے ہجرت کر گئے۔

جن مردانِ حق نے اسلام کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا، اگر وہ اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے تو ان کو کسی چیز کے چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی، پھر کتنے صادق اور راست باز تھے وہ لوگ اپنے ایمان و اسلام میں جنھوں نے اپنی ساری کائنات اسلام پر قربان کر دی؟

## مواعظ

ہاجرین کرام مدینہ منورہ میں جنھیں بے سرو سامان تھے، ان کے رہنے کا ٹھکانہ تھا نہ معاش کا ذریعہ، انصار نے میزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا۔ لیکن مستقل طور پر رہنے والوں کے لئے مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اس لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجرین و انصار کو جمع کر کے انصار سے فرمایا "یہ تمھارے بھائی ہیں، پھر دونوں گروہوں میں سے ایک ایک کو بلاتے گئے اور ان میں بھائی چارہ کراتے گئے، اس طرح ہاجرین و انصار بھائی بھائی ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ کا رشتہ اخوت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

انصار نے رسول خدا کے قائم کئے ہوئے رشتہ کا اہل طرح حق اور کیا کر اپنی نصفہ جائیداد و دولت ہاجرین کو دیدی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دینی بھائی حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہا کہ میری دو بیویا

ہیں، ان میں سے ایک کو طلاق دیئے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے شکر یہ کے ساتھ انکار کر دیا، انھوں نے مال و اسباب میں سے بھی کوئی چیز نہ لی معمولی خرید و فروخت سے کاروبار شروع کر کے مدینہ کے ایک ممتاز تاجر بن گئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جیسے بزرگوں نے بھی کاروبار شروع کر دیا اور موقع ملتے ہی مہاجرین نے انصار کی دولت و جاہ و مال پس کر دی، انصار نے اخلاص و ایثار اور مہاجرین نے حریت و خودداری کا جو نمونہ پیش کیا اس سے اقوام عالم کی تاریخ یکسر خالی ہے۔

مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت قائم کرنے کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ تربیت یافتگان رسالت کے فیض صحبت سے انصار بھی ارباب استعداد و صلاحیت ہو جائیں۔ صاحب سیرۃ النبی علامہ شبلی مرحوم اس مقصد کی توضیح کے بعد لکھتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا خطاب دیا تھا جو ایک طرف تو فاتح شام ہونے کی قابلیت رکھتے تھے۔ دوسری طرف اسلام کے مقابلہ میں پوری اڈ فرزند ہی جذبات ان پر کچھ اثر نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ غزوہ بدر میں جب ان کے باپ ان کے مقابلہ میں آئے تو پہلے انھوں نے حقوق اہل بیت کی مراعات کی۔ لیکن بالآخر اسلام پر باپ کو نشانہ کر دینا پڑا۔ ان کی تربیت میں سعد بن معاذ دیئے گئے جو قبیلہ اوس کے رئیس اعظم تھے ان میں بھی ایثار کا یہ وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

بنو قریظہ ان کے حلیف تھے اور عرب میں حلیف کا رشتہ اخوت  
 ابوت کے برابر ہوتا تھا تاہم غزوہ بنو قریظہ میں جب اسلام کا  
 مقابلہ پیش آیا تو انھوں نے اپنے چار سو حلیفوں کو اسلام  
 پر نشانہ کر دیا۔ (سیرۃ النبی جلد ۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبویؐ میں حضرت ابو عبیدہؓ کی استعداد و ملامت  
 کی کیا قدر و منزلت تھی اور آپ کے ایثار و قربانی کا کیا مرتبہ تھا۔ آپ کی تائید  
 صحبت نے سعد بن معاذ میں یہ روح پیدا کر دی۔

## غزوہ بدر میں جوشِ ایمانی کا مظاہرہ

بدر مدینہ منورہ سے اتنی میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں رمضان  
 ۲ سنہ میں فرزندِ ابنِ اسلام اور مشرکین مکہ کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ  
 ہوئی۔ اس میں مومنین مادیقین نے غلوس اور جوشِ ایمانی کا وہ مظاہرہ کیا کہ  
 خدا کی رضا اور رسول کی خوشنودی کے لئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں  
 کو بھی بوجہ فتنے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے اپنے تحت  
 جگر عبید الرحمن کو مقابلہ کے لئے پکارا۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 روک لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ماموں عامر بن ہشام کو قتل کر دیا،  
 حضرت ہمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نے غنیمت  
 شعیبہ، اور ولید کو خاک و خون میں سلا دیا جو ان کے جدی نبھائی تھے، حضرت

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اپنے جوش ایمان میں ان تمام بزرگوں پر  
 فوقیت لے گئے آپ کے والد مسلمان نہیں ہوئے تھے، غزوہ یدرین وہ بھی  
 مشرکین مکہ کی صف میں تھے وہ حضرت ابو عبیدہ کے مقابلہ میں آئے، پہلے تو  
 حضرت ابو عبیدہ نے طرح دی، لیکن بالآخر جوش ایمانی محبت پوری پر غالب گیا  
 اور آپ نے باپ کا کام تمام کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

إِخْتِيارِ قَوْمِ الْيَوْمِنُونَ بِاللَّهِ  
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ  
 حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا  
 آبَاءَهُمْ وَأَبْنَاؤَهُمْ وَآخِوَانَهُمْ  
 أَوْ عَشِيرَتُهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ  
 فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم  
 بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ  
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
 خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
 وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ  
 اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُوَ  
 الْمُفْلِحُونَ۔

جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے ان کو  
 تم ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ خدا اور رسول کے  
 مخالفین سے محبت رکھتے ہوں اگرچہ وہ انکے  
 باپ بھائی اور اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں  
 یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا  
 ایمان نقش کر دیا ہے۔ اور ان کو اپنی رحمت  
 سے مدد دی ہے، وہ ان کو ایسے باغوں  
 میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری  
 ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان کو  
 راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے  
 یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں اور حق یہ ہے کہ اللہ  
 ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔ !

اس جنگ میں تین سو سے کچھ زیادہ مسلمان تھے جن کے پاس ذکاٹی اسلحہ تھے

ذکافی سوار یاں بھیس نہ کافی کھانے پینے کا سامان تھا۔ دشمنوں کی تعداد ایک ہزار  
فشی اور ان کے پاس ہر طرح کا سامان موجود تھا، مگر مسلمانوں کو خدا کی محبت و  
نصرت حاصل تھی اس لئے مسلمان ہی فتویاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ مشرکین قریش کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سلسلے  
۱۱ موجود ہو اور اگر تم (دین حق کی دشمنی سے) باز آ جاؤ  
تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے اعادہ عداوت کیا تو  
ہم بھی اعادہ نصرت کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارا  
کچھ بھی کام نہ آئیگی۔ اگرچہ وہ کثیر التعداد ہو، اور  
حق یہ ہے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تَهْتَكُونَ الْعَهْدَ بَعْدَ كِتَابِ

الْفَتْوٰهٖ ۚ وَاِنْ تَتَّخِذُوْا اٰهْلَكُمْ خَلِيۡرًا

اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَعْدَآءُ وَاَتَّخِذُوْا

وَلٰكِن تَلٰبِيۡنَ اَعْدَآءَكُمْ فَسَمٰۤىۡتُمْ

وَلَوْ كَثُرَتْ اٰقْرَابُ اللّٰهِ مَتَّحِ

اَلْمُؤْمِنِيۡنَ ۝ (پس انفال ۲۶)

اسی طرح ایک جگہ مسلمانوں سے ارشاد ہوا ہے۔

۱۲ مسلمانو! اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی  
حالانکہ تم گری ہوئی حالت میں تھے پس اللہ  
سے ڈرو تاکہ شکر گزار بن سکو۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ

اَنْتُمْ اِرْءَاۤهٖ فَاَنْقَوْا اللّٰهَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

## غزوہ احد میں مظاہرہ حبیب سول

۱۳ احد مدینہ کے شمال میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے اس کے میدان  
میں سنہ ۶ میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوئی مشرکین مکہ بدر کی  
شکست کا انتقام لینے کے لئے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں ایک ہزار آدمی تھے جن میں تین سو منافق تھے انھوں نے عین موقع پر غداری کی اور اپنے سردار عبد اللہ بن ابی کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔ اب مجاہدین کی تعداد صرف سات سو تھی اور دشمن تین ہزار تھے، غازیانِ اسلام کی صف بندی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص کو مقدمتہ الجیش کا افسر مقرر فرمایا۔ ذرا رسالت مآب کی دوشیزا دیکھئے ساہا سال کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ فاتحِ شام اور حضرت سعد فاتحِ ایران ہونے والے ہیں۔ لیکن نبوت کی دور بہین نگاہ اس استعداد و صلاحیت کو ابھی سے دیکھ رہی ہے اور دونوں سپہ سالارانِ اسلام کو مقدمتہ الجیش کی قیادت سے ممتاز فرمایا جا رہا ہے۔

جنگ شروع ہوئی۔ صفِ مشرکین سے بڑے بڑے نامور شجاع آگے آئے اور ناکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس پر مشرکین کے علمبردار طلحہ بن عثمان کو غصہ آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا: ”مسلمانو! تمھارا خیال ہے کہ جو شخص تمھارے ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے اور تم مارے جاتے ہو تو مسیّد سے جنت میں سے کھینچ جاتے ہو۔ پس کون ہے جو میرے مقابلہ میں آئے اور مجھے دوزخ میں پہنچاؤ یا میرے ہاتھ سے جنت میں پہنچ جائے؟“

حضرت علی رضی اللہ عنہما سے منکر آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اُسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تلوار تھی حضور نے فرمایا: من یناخذہ بحقیقہ؟ کون ہے جو اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے؟ حضرت ابو دجانہ نے عرض کیا۔

وَمَا حَقَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ! اس کا حق کیا ہے ؟

حضورؐ نے فرمایا۔

تضرِبْ بِهِ الْعِدَّ حَتَّى يَفْخَى ۔ اس سے اتنے دشمنوں کو قتل کرو کہ یہ ٹیرسی ہو جائے

حضرت ابو دجانہ نے عرض کیا۔

إِنَّا الْخِنْدَلُ تُوْمِيْنَ اَسْءَلُوْنَكَ ۔ تو میں اسے لوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تلوار عطا فرمادی۔ اور انھوں نے واقعی اس کا حق ادا کر دیا۔

شجاعین اسلام سے کہ زبردست حملوں کے دشمنوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے مگر ابھی ان کو پورے طور پر شکست نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان لوٹ بیٹھے۔ ایک درہ تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر کو پتلا تیر اندازوں کے ساتھ مامور فرمایا تھا اور ہدایت فرمادی تھی کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، مگر مسلمانوں نے لوٹ شروع کی تو ان کی فوج جتنی لوٹ کی طرف بڑھی۔ حضرت عبد اللہ نے بہت روکا۔ لیکن انکی کسی نے سنی جب درہ خالی ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ کا رخ پلٹ گیا۔ مشرکین ہر طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹ پڑے۔ عقبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارے جس سے حضور کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ ابن قتیہ نے ایسی تلوار ماری کہ حضور کے خود کی کڑیاں بخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ چہرہ انور خون سے تر ہو گیا۔ حضور خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے،

کین یفلح القوم خصبوا  
وہ لوگ کیونکہ فلاح یاب ہوں گے جنہوں نے نبی کے  
وجہ نبیہم بالاسم و  
چہرہ کا خون سے رنگین کر دیا حالانکہ وہ ان کے سوا کچھ

یدعوہم الی اللہ  
نہیں کرتا کہ ان کو خدا کی طرف بلا تا ہے۔

اسی حالت میں ابن قتیبہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ یہ  
حضور کے ہم شکل تھے اس لئے شہور ہو گیا کہ حضور شہید ہو گئے۔ اس خبر سے مسلمانوں  
کے ذہن صبر و استقلال پر کھلی گریز اور ان کے حواس جاتے رہے۔ بڑے بڑے  
صحابہ نے میدان چھوڑ دیا کہ حضور ہی نہ سہے تو لڑنے کا کیا حاصل۔

اس نازک ترین وقت میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف  
سات انصار و مہاجرین باقی تھے۔ انہیں پیکر استقلال و انتقامت میں حضرت  
ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے جو داغ جانا بازی و قداکاری سے رہے پتھر  
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت سبارک میں خود کو جو گزریاں چھپی تھیں  
ان کو قتل و جنگ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنے ساتوں سے نکالا کر لیا  
اس قدر سخت چھپی تھیں کہ پہلی گزری نکالنے میں حضرت ابو عبیدہ کا آگے کا ایک انت  
ٹوٹ گیا اور دوسری گزری نکالنے میں دوسرا دانت شہید ہو گیا۔  
ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ذات رسا  
آب سے کیسی محبت و شفقت تھی۔

## بنو ثعلبہ کی سرکوبی

بنو ثعلبہ مدینہ کے حوالی میں غارتگری کرتے ہیں مدینہ کو نقصان پہنچایا کرتے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول سنہ ۱۱ کی سرکوبی کے لئے حضرت محمد بن مسلم کو بھیجا۔ دس مجاہدین تھے اور شوڈا کو۔ کچھ دیر تو مسلمان ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے لیکن بالآخر ڈاکوؤں نے یکبارگی حملہ کر کے تقریباً کل مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلم کے ٹخنے میں سخت چوٹ آئی اور وہ زمین پر گر پڑے۔ ایک بہادر مسلمان اُن کو کندھے پر سوار کر کے مدینہ منورہ لایا۔

دوسری دفعہ ربیع الثانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ آپ بنو نعلبہ کے مرکز ذوالنقصہ پر حملہ آور ہوئے ڈاکوؤں کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی۔ وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے حضرت ابو عبیدہ ان کے مویشیوں اور مال و اسباب کو لیکر کامیاب واپس آئے ایک آدمی کو بھی گرفتار کر لائے تھے جو مسلمان ہو گیا۔ ۱۱

## سر یہ ذات السلاسل

حضرت ابو عبیدہ اسی سال بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔ حدیبیہ میں قریش مکہ سے جو عہد نامہ طے پایا تھا۔ اس پر اُن کی شہادت بھی تھی۔ پھر مکہ میں خیبر کی فوج کشی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوئے اور اس کی فتح میں شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ ۱۲

اسی سال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ قضاہ کے لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کر نیکی تیاری کر رہے ہیں۔ اُن کی سرکوبی کے لئے آنحضرت

نے تین تینوں مجاہدین کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص کو بھیجا۔

عاص سرزمین ہمدان کے ایک چشمے پر پہنچ کر جس کا نام سلاسل تھا حضرت عمرو بن کو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے اور آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے انھوں نے دربار رسالت سے مدد طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سرکوبی میں دو سو مجاہدین روانہ فرمائے جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں بزرگ بھی تھے۔ روانگی کے وقت حضور نے حضرت ابو عبیدہؓ کو ہدایت فرمائی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ رسالت کی آنکھیں پیش آنے والے واقعہ کو دیکھ رہی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عمرو بن عاص کے پاس پہنچے تو امارت کا سوال پیدا ہوا۔ تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے حضرت ابو عبیدہؓ ہی امارت و سپہ سالاری کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ آپ میری اعانت کو بھیجے گئے ہیں اس لئے آپ کو میری سرکردگی میں رہنا چاہیے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ تم اپنی فوج کے امیر رہو۔ میں اپنی فوج کا امیر ہوں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس دلیل کو قبول نہیں کیا۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت ابو عبیدہؓ دعویٰ امارت سے دست بردار ہو گئے اور حضرت عمرو بن عاصؓ کی زیر امارت نہایت بہادری سے دشمنوں سے جہاد کیا اور کامیاب ہو گئے۔ دشمن بھاگ گئے اور ان کا مال و اسباب بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت کے اختلاف اور حضرت

ابو عبیدہؓ کی اطاعت کی کیفیت سنی تو فرمایا -

رسول اللہ! ابابعبیدہؓ

ابو عبیدہ پر خدا کی رحمت ہو۔

## سیرہ سیف البحر کی امارت

سیف البحر کے معنی ہیں سمندر کا کنارہ۔ یہ ہم جنیبہ کے علاقہ پر بھیجی گئی تھی۔ جو مدینہ طیبہ سے پانچ روز کے فاصلے پر سمندر کے کنارے واقع ہے اس لئے اس کو ہم سیف البحر کہتے ہیں اس ہم کا ایک نام ہم جنبٹ جو ہے۔ جنبٹ ایسے پتوں کو کہتے ہیں جو لکڑی وغیرہ سے مار کر گرائے جاتے ہیں۔ اس ہم میں سامان رسد ختم ہو جانے کے باعث مجاہدین کو درخت کے پتوں پر گداز کرنا پڑا اس بنا پر اس کو ہم جنبٹ بھی کہتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ششم میں تین سو ہجرت والیوں کی ایک جماعت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں علاقہ جنیبہ کی طرف بھیجی۔ اس فوج میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ جو مشہور صحابی ہیں۔ اس ہم میں شریک تھے ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین سو سواروں کے ساتھ جن کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے قافلہ قریش کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا ہم نے سائل پر پہنچ کر قیام کیا وہاں ہمارا سامان رسد ختم ہو گیا۔ اور ہمیں پتہ کھا کھا کر گداز کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ہمارے کلمے زخمی ہو گئے۔ آخر سمندر کی موجوں نے ہماری جانب ایک آبی جانور ڈال دیا جسے غنبر کہتے ہیں۔ اس سے نصف مہینہ تک

ہم لوگوں نے اپنا گزر کیا۔ ہم لوگ اس سے بالکل تندرست ہو گئے۔  
 حضرت جاہری کا ایک اور بیان ہے جس سے اس جانور کی تفصیلی حالت  
 معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں ”سند کے کنارے ایک کے ایک بڑے توڑے  
 کی مانند کوئی چیز نمودار ہوئی۔ ہم لوگ اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک جانور ہے  
 جسے عنبر کہتے ہیں ہم لوگوں نے نصف ہمینہ تک اس پر گزر گیا۔ حالانکہ ہم لوگ  
 تین سو آدمی تھے۔ ہم سب کے سب موٹے تازے ہو گئے۔ اس جانور کی جسامت  
 کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک روز ہم میں سے نیرہ آدمیوں کو اس کے  
 حلقے میں بٹھادیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک دفعہ یہ بھی کیا کہ اس جانور کی پسلی کی ایک  
 ہڈی لی پھر ہمارے ساتھ جو اونٹ تھے ان میں سے سب سے اونچی اونٹ منتخب  
 کیا اور اس پر پالان رکھ کر ہم میں سے جو آدمی سب سے بلند قامت تھا اسے اس  
 اونٹ پر سوار کیا اور وہ اونٹ اس کی پسلی کی ہڈی سے گزر گیا۔ مدینہ کو واپس جوتے  
 وقت ہم لوگوں نے بچے ہوئے گوشت کو بطور زاد سفر ساتھ لے لیا۔ اور جب  
 مدینہ میں پہنچے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 تو ہم نے حضورؐ سے اس جانور کی کیفیت عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
 نے تمہاری شکم پروری کے لئے اسے پیدا فرمادیا۔ کیا اس کا کچھ گوشت ساتھ لائے  
 ہو اگر ہو تو مجھے بھی کھلاؤ،

تعمیل ارشاد کے طور پر ہم نے حضور کی خدمت میں گوشت پیش کیا اور  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔

## حکومتِ بخران

عز و ہمدردی سے لے کر جنین اور طائف کی جنگ تک حضرت ابو عبیدہ تمام  
 معرکوں میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اور ہر معرکہ میں  
 جانبازانہ حصہ لیتے رہے۔ سلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بخران کا  
 حاکم بنا کر بھیجا، بخران مکہ اور یمن کے درمیان جیسا یوں کا ایک ممتاز شہر تھا۔  
 داعیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بخران کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں  
 نے اپنے سرداروں اور پیشواؤں کا ایک وفد حضور نبویؐ میں بھیجا جو ۴۰ افراد  
 پر مشتمل تھا۔ ان میں عاقب اور سپہ سردار قبیلہ تھے، اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا  
 سب سے بڑا مذہبی پیشوا تھا۔ یہ شخص اپنے علم و فضل کے باعث نصرانی وہاں  
 میں بھی قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ کتب سابقہ کا عالم تھا  
 اس لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پوشیدہ نہ تھی لیکن اس  
 پر دنیاوی اغراض و اہوا کا تاغلبہ تھا کہ وہ باطل سے تاب ہو کر حق کو قبول  
 نہ کر سکتا تھا۔

اہل بخران نے مدینہ طیبہ پہنچ کر ریشمی لباس زیب تن کئے۔ جن کے دامن  
 زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ پھر سونے کی انگوٹھیاں پہنیں اور بڑی شان  
 سے مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے۔ انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ اس درویش  
 صفت شہنشاہ کو یمن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو دونوں جہان کی دولت  
 رکھنے کے باوجود فقیر و فرختر کرتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضور کی خدمت میں

حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حضورؐ نے بغیر جواب دیئے منہ پھیر لیا۔ اہل نجران نے نماز سے فارغ ہو کر چاہا کہ حضورؐ سے باتیں کریں مگر حضورؐ مخاطب نہ ہوئے، وہ لوگ مسجد سے نکل کر حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے ملے، اور یہ حالت بیان کی۔ انھوں نے حضرت علیؓ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ ریشمی لباس اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

چنانچہ وہ لوگ اسی طرح حاضر ہوئے تو حضورؐ نے سلام بھی قبول فرمایا اور باتیں بھی کیں۔ طویل بحث و گفتگو کے باوجود اہل نجران قبول حق پر آمادہ نہ ہوئے اس لئے یہ پائیہ کہ فریقین ایک دوسرے پر لعنت کریں جو جھوٹا ہوگا اس پر لعنت پڑ جائے گی۔ اہل وفد نے اپنے سردار عاقب سے مشورہ طلب کیا اس نے کہا ”غم جانتے ہو کہ یہ سچے رسول ہیں اور سچے رسول سے ایسا مقابلہ کر کے کسی نے فلاح نہیں پائی۔ پھر ان سے مقابلہ کر کے تباہ ہونے سے کیا حاصل اسلام قبول کرنا منظور نہیں تو صلح کر لو“ چنانچہ اہل وفد نے سالانہ دو ہزار اہلے، کچھ سونا کچھ زہریں اور کچھ گھوڑے بطور جزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی۔ اہل نجران پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر ہو چکی تھی اس لئے ان کے سردار عاقب اور سیددو بارہ آئے اور مسلمان ہو گئے، ان کے بعد نجران کے اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ چلنے وقت عاقب اور سید نے عرض کی کہ کسی بین آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں دین کی تعلیم بھی دے اور ہمارے معاملات بھی فیصلہ کر دیا کرے۔

حضور نے فرمایا

لا بعدن معكم امين الحق میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا جو یقینی معنی

امین -

میں امین ہے -

صحابہ کرام شوق و اضطراب سے دیکھنے لگے کہ بشارت کس خوش نصیب کے

حصے میں آتا ہے۔ اتنے میں ارشاد ہوا -

قد یا ابا عبدیة بن الجراح ابو عبیدہ بن الجراح کھڑے ہو جاؤ!

حضرت ابو عبیدہ نے تعمیل ارشاد کی -

حضور نے فرمایا

هذان امین هذان الامت یہ اس امت کے امین ہیں -

اس شرف خاص میں حضرت ابو عبیدہ کا کوئی ہمسر نہیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے مصالحت کر لی تھی اور علاؤ بن

الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی

رقم لانے پر ساموہ پہنچے جب لیکر مدینہ پہنچے تو اس روز نماز صبح میں انصار کا غیر معمولی

مجمع ہوا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ ہو کر فرمایا

”شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہ کے آنسکی اطلاع ہو گئی ہے۔“

لوگوں نے عرض کی - ”ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)“

سور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بشارت ہو کہ آج تمہیں خوش کردوں گا۔ لیکن غدا کی قسم میں تمہارے

فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تمہارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہو جائے گی اور جس طرح ان کو منانقت باہمی اور حسد و طمع نے ہلاک کر دیا تھا تمہیں بھی ہلاک کر دیگی۔ (بخاری)

## قیامِ خلافت میں تدبیر و احیاء

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ایک بڑی بچیہ اور نازک حالت پیدا ہو گئی تھی، اگر اس وقت حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی کوششیں بروئے کار نہ آتیں تو شیرازہ امت بالکل منتشر ہو جاتا۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجیز و تمین باقی ہی تھی کہ سفیقہ بنی ساعدہ کے مہاجرین و انصار میں خلافت رسول کے مسئلہ پر نزاع پیدا ہو گئی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اس کی اطلاع پا کر بہت گھبرائے کہ اگر یہ اختلاف طول پکڑ گیا تو مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ چنانچہ دونوں بزرگ حضرت ابو عبیدہ کو ساتھ لیکر اسی وقت سفیقہ بنو ساعدہ پہنچے اور انصار کو سمجھانے لگے۔ حضرت عمر اور حضرت جہاب بن المنذر انصاری میں تیز و تند گفتگو ہونے لگی، حضرت ابو عبیدہ نے دونوں بزرگوں کو اس طرح باتیں کرنے سے روکا اور انصار سے مخاطب کر کہا

یا معاشر الانصار! انکے کتنے حضرات انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے اول من نصر فلا تکونوا  
پہلے اسلام کی مدد کی۔ پھر تمہیں باقی اختلاف  
اول من غیر۔  
دائرتان زبنو۔

حضرت ابو عبیدہ کی گفتگو کا انصار پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ حضرت بشیر بن

سعد انصاری نے کہا۔ ”حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے تھے اس لئے قریش آنحضرتؐ کی خلافت و جانشینی کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ہم اسلام کے انصار اور ایمان میں اکثر قریش سے مقدم ہیں۔ لیکن ہم نے یہ سب کچھ خدا و رسول کی خوشنودی کے لئے کیا تھا۔ نہ کہ خلافت و امارت کے لئے۔ اس لئے ہم خلافت کے لئے قریش سے جھگڑا کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔“

جباب بن المنذر انصاری بنی نضیر بن سعد پر بہت برہم ہوئے۔ اور کہنے لگے تم نے بزدلی کا اظہار کر کے معاملہ خراب کر دیا۔  
حضرت بنی نضیر بن سعد نے کہا۔ ”میں بزدلی کی وجہ سے نہیں کہتا بلکہ حق کی نیاپر کہتا ہوں۔ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ۔ الیچۃ من قریش؟“

اس ارشاد رسولؐ کے درمیان میں آتے ہی ہماجر بن و انصار کی گردنیں جھک گئیں جباب بن منذر بھی چپ ہو گئے۔ مجلس کا شور و غل سکوت و خموشی سے بدل گیا یہ ننھی صحابہ کی شان جس پر مسلمانوں کو قربان ہونا چاہیے۔ یہ تھے ارشاد ربانی

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولى الامر منكم فان تنازعتم فى شئى فردوا الى الله و الرسول۔

اتناثر اختلاف اور اس قدر اہم معاملہ۔ مگر حضور کے ایک مختصر ارشاد کے درمیان میں آتے ہیں غم ہو گیا حضرت ابو بکر نے پہلے حضرت عمر کو خلافت کے لئے پیش کیا انھوں نے انکار فرمایا۔ پھر حضرت ابو بکر نے حضرت ابو عبیدہ کو پیش کر کے فرمایا۔ ”یہ ابو عبیدہ بن الجراح ہیں جن کو امین الامت“ کا خطاب مرحمت

ہوا ہے۔ مگر اس خوشناس امانت نے بار خلافت اٹھانے سے انکار کر دیا اور دونوں بزرگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اس کے بعد بیعت عام شروع ہو گئی۔

# جہادِ شام

## مجلس شوریٰ

عرب اور شام کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔ اس تعلق کی بنا پر اسلامی عہد سے پہلے بہت سے عرب شام میں آباد ہو گئے تھے۔ اور قبصر روم کے ماتحت حکومتیں بھی قائم کر لیں تھیں۔ قبصر رومی مذہب کا پیرو تھا۔ اس کے اثر سے عربوں نے بھی عیسائیت اختیار کرنی تھی انہیں عربوں میں والی بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی بھی تھا۔ سنہ ۶۱۰ء میں حضرت پادری عالم علی اللہ علیہ السلام نے سلاطین کو دعوتِ اسلام کی خطوط بھیجے تو شرجیل بن عمرو غسانی کے پاس بھی مکتوبِ دعوت بھیجا، حضرت حارثہ ابن عبید نامہ رسالت لیکر گئے تھے۔ شرجیل نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو حضور کو بہت غم مدہوا۔ حضور نے حضرت حارثہ کو انعام کے لئے حضرت زید بن حارثہ کی زبردستی میں ہزار مجاہدین کو بھیجا، شرجیل نے خود بھی فوجیں جمع کیں اور قبصر روم سے بھی امداد طلب کی اور ایک لاکھ کی جمعیت

کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا۔ فریقین میں بمقام موتہ جنگ ہوئی۔  
 یہ سب کا واقعہ ہے۔ دوسرے سال دوبارہ رسالت میں خبر پہنچی کہ قبصر روم  
 لشکر جزار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم مجاہدین اسلام کو بلکہ نبوک تک گئے۔ لیکن قبصر مقابلیے میں نہیں آیا  
 اس لئے واپس نشرفیت لائے۔

عرض رومی مسلمانوں کے مستقل حریف تھے۔ اس بنا پر اللہ میں  
 حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے لئے ایک فوج تیار کی۔ لیکن  
 مجاہدین کی روانگی سے پہلے ہی حضور کا وصال ہو گیا اور یہ ہم معزز التوا میں تھی  
 اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے  
 آپ نے التوا ارشدہ ہم تیار کر کے بھیجا جو کامیاب واپس آئی۔ اسی زمانہ میں عز  
 میں ارتداد کا فتنہ برپا ہو گیا۔ جس کے فرو کرنے میں عرصت تک حضرت ابو بکر صدیق  
 کو شام سے متعلق فوجی کارروائی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جوں ہی آپ کو  
 فتنہ ارتداد سے فرصت ملی آپ نے جہاد شام کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مجلس  
 شوریٰ منعقد فرمائی۔ اس اہم ترین مجلس میں حضرت عمر فاروق، حضرت  
 عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت زین العابدین، حضرت رسول حضرت  
 زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، امین الامت، حضرت ابو سعید  
 ابن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے مجاہدین و انصار  
 رضی اللہ عنہم شرکت فرمائی تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے مجلس شوریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتیں حد شمار سے باہر ہیں۔ اس کے بندے اپنے اعمال سے اس کے احسانات کا حق شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی بہت بہت ستائش ہے اس نے تم میں اتحاد پیدا کر کے تم پر بڑا فضل فرمایا اس نے تمہارا باہمی اختلاف دور کر دیا ہے۔ تمہیں اسلام کی راہ دکھا دی ہے اور شیطان کو تم سے دفع کر دیا ہے۔ اس لئے اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم آئندہ کبھی شرک کا ارتکاب کرو گے اور اللہ کے بجائے کوئی اور معبود بنا لو گے۔

عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں میرا رادہ ہے کہ عربوں کو رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے شام بھیجوں۔ اس جنگ میں جو مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ نیکوکاروں کے لئے خدا کے یہاں جو اجر ہے وہ اس دنیا سے کہیں بہتر ہے اور جو اس جنگ میں زندہ بچے گا۔ وہ دین الہی کا صحیح قرار پائے گا اور اللہ سے مجاہد کا ثواب حاصل کرے گا یہ میری رائے ہے۔ اب تم اپنی رائے سے مجھے آگاہ کرو۔

حضرت عمر فاروق نے حمد و صلوة کے بعد فرمایا۔

واللہ یحییٰ کسی عرض سے جس کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ اس وقت آپ ہی کی زبان سے یہ بات ظاہر ہو۔ آپ کی رائے نہایت مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ آپ ضرور شام کی طرف سوار اور پیدل فوجیں بھیجیں۔ ایک کے بعد دوسرا لشکر روانہ فرمائیں

الشرع: وحل اپنے دین کو فتح مند کرے گا اور اسلام اور اہل اسلام کو  
غلبہ عطا فرمائے گا۔ اپنے رسولؐ اس نے جو وعدہ کیا ہے اسکو پورا کرے گا

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

میری رائے میں آپ مسلمانوں کے ہی خواہ اور شفیق ہیں آپ کی  
مہر تجویز سعادت و خوبی اور کامیابی کی حامل ہوگی۔ اس لئے آپ  
اس پر عمل شروع کر دیجئے۔ آپ پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ،  
حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعید بن زبیرؓ اور دوسرے تمام  
صحابہ نے جو شریک مجلس تھے حضرت ابو بکرؓ کی تائید کی اور کہا کہ  
آپ نے جو کچھ سوچا ہے اس پر عمل کیجئے ہم آپ کی اطاعت کیجئے  
ہم میں سے کوئی شخص نہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ نہ آپ کی رائے  
میں شک کو راہ دے گا۔ نہ آپ کی دعوت کو رد کرے گا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد و نعت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسا دین دیکر تم پر احسان فرمایا ہے تمہیں  
جہاد کے ذریعہ فوج بخشی ہے اور اس دین صنیف کے ذریعہ تمہیں  
سارے مذاہب کے پیروؤں پر بزرگی عطا فرمائی ہے۔ لہذا  
ملک شام میں رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔  
میں بعض آدمیوں کو تم پر سردار بناؤں گا۔ تم اپنے پروردگار کے  
اطاعت گزار رہنا۔ اور اپنے سرداروں کی حکم عدولی نہ کرنا،

تھاری نیت، تمہارا عمل، تمہارا اخلاق، اور تمہارا کھانا پینا سب کچھ دوست

ہو، کیونکہ خدا انہیں کے ساتھ ہے جو منفی اور صالح میں “

رومیوں کی کثرت اور شجاعت و بہادری کا خیال کر کے ایک بار لوگوں پر سناٹا بچھا دیا۔  
یہ رنگ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جوش سے بے تاب ہو گئے اور کھڑے  
ہو کر فرمایا۔

مسلمانو! یہ کیا ہے کہ تم خلیفہ رسول کی دعوت پر لیسک نہیں کہتے؟ حالانکہ

ان کی دعوت میں تمہارے لئے سر بایہ حیات ہے “

یہ سن کر خالد بن سعید بن العاص اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ

اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ یہ غایب مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار

گذرے اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ اپنے دین کو ضرور فتح مند

اور اپنے دشمنوں کو برباد کرے گا۔

پھر حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا

ہم نہ آپ کی مخالفت کریں گے۔ اور نہ آپ کو چھوڑیں گے۔ آپ ہمارے

بہی خواہ ہیں، شفیق ہیں، دوست ہیں، مددگار ہیں، امیر ہیں۔ پھر آپ

جس وقت بلائیں گے ہم دوڑے آئیں گے۔ جب حکم دیں گے تمہیں

لاؤں گے۔ جب پکاریں گے حاضر ہوں گے۔

حضرت خالد بن سعید کے جواب سے حضرت ابو بکرؓ بہت خوش ہوئے۔ ان کے

وعائے خیر فرمائی اور تیاری کا حکم دیا۔

حضرت خالد بن سعید تیار ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس مسجد میں آئے۔  
مہاجرین و انصار بڑی تعداد میں جمع تھے۔ حضرت خالد بن سعید نے سلام کے  
بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا

خدا کی قسم! میں اس کو کہیں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں سرِ بفلک  
پہاڑے سے گر پڑوں یا زمین و آسمان کے درمیان مجھے کوئی خونخوار  
بد مذہب ایک لے لیکن پسند نہیں کرتا کہ آپ مجھے بلائیں اور میں  
توقف کروں۔ آپ حکم نہیں اور میں تعمیل نہ کروں۔ واللہ! مجھے  
دنیا سے محبت ہے نہ میں طولانی زندگی کی تمنا رکھتا ہوں تم  
سب لوگ گواہ رہو کہ میں میرے عزیز و انخوان میرے نوکر  
چاکر اور میرے تمام اہل خاندان جو میری بات مانتے ہیں سب  
راہِ خدا میں لڑنے کے لئے وقف ہیں۔ ہم بڑا بڑا مشرکوں سے مصروف  
جنگ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ انہیں ہلاک کر ڈالے یا ہم سب  
اپنی زندگیاں قربان کر دیں؟

حضرت ابو بکر اور مسلمانوں نے حضرت خالد بن سعید کے حق میں وعائے خیر کی حضرت  
خالد بن سعید اور ان کے ساتھی میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ مجاہدین شام کا پہلا  
گروہ تھا جس نے گھر چھوڑ کر خدا کی راہ میں پڑاؤ ڈالا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مدینے  
میں عام منادی کرا دی کہ لوگ اپنے دشمن روٹیوں سے چھا کرنے کے لئے نکلیں۔

۶۰  
یہ منادی سن کر مجاہدین اپنے اپنے گھروں سے نکلے لشکر گاہ جمع ہونا شروع ہو گئے۔

## جہادِ شام کی قیادتِ عظمیٰ پر تقرر

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے حضرت معاذ بن جبل حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت نضر بن حسان حضرت نضر بن حسان رضی اللہ عنہم کو طلب کر کے فرمایا

میں تم لوگوں کو جہادِ شام کے لئے روانہ کرنا اور افواجِ اسلامیہ کا سپہ سالار بنانا چاہتا ہوں میں خفی فوج جمع کر سکوں گا۔ تم میں سے ہر ایک کی سرکردگی میں جدا جدا روانہ کروں گا۔ اگر میدان کارزار میں کہیں تم سب یکجا ہونے تو تم سب کے سپہ سالار ابو عبیدہ بن الجراح ہونگے اور اگر وہ موجود نہ ہوں اور جنگ پیش آجائے تو یزید بن ابی سفیان قیادت کریں گے اس لئے اب تم لوگ جا کر تیاری کرو۔

مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق فوج کا معائنہ کر کے لیلۃ لشکر گاہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عمر فاروق اور دوسرے صحابہ ساتھ تھے۔ حضرت ابو بکر نے دیکھا کہ ابھی مجاہدین کی تعداد ضرورت کے مطابق نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ۔

تمہاری کیا رائے ہے؟ اتنے ہی لوگوں کو شام بھیجا جائے؟

حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ تعداد کافی نہیں ہے۔ دوسرے صحابہ نے بھی یہی خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ پھر کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اہل

کو خط لکھ کر جہاد کی ترغیب دیں؟ تمام صحابہ نے یہ رائے پسند کی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے مشہور خادم رسولؐ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خط دیکر یمن بھیجا۔

حضرت انس نے یمن کے گاؤں گاؤں اور قریبے قریبے میں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ کا خط سنایا اور جہاد پر تقریر کی۔ اس طرح آپ حضرت ذوالکلاع حمیری کے پاس پہنچے۔ آپ نے خط اور تقریر سنتے ہی گھوڑا منگایا اور مسلح ہو کر میدان میں پڑاؤ ڈال کر اپنی قوم کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب آپ کی قوم کے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد و نعت کے بعد کہا۔

مسلمانو! تمہارے نیکو کار بھائیوں نے تمہیں مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے بلایا ہے تاکہ تم اجر عظیم کے مستحق بنو۔ لہذا جسے چلتا ہو ابھی میرے ساتھ کو بیچ کرے۔

ابن ہشام نے بڑی تعداد میں حضرت ذوالکلاع کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ آپ ان کو لیکر مدینہ منورہ پہنچے۔

شکر گاہ مدینہ میں مجاہدین کی امامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کرتے تھے مجاہدین یمن کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر خوش مسرت میں صحابہ سے فرمایا۔

اللہ کے بندو! کیا ہم آپس میں کہا نہیں کرتے تھے کہ جب قبائل حمیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ لہجھند کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب اور مشرکوں کو مغلوب کر دے گا۔

مسلمانو! دیکھو! آل حمیر خدا کی فتح و نصرت ساتھ لئے آگئے۔

## مجاہدین کی پہلی روانگی

جب مدینہ میں مجاہدین کی کافی تعداد جمع ہو گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں روانہ فرمائے اور حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت زبیر بن العاص کو ایک ایک حکم دیا۔

یزید بن ابی سفیان گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے تو خلیفہ رسول حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہم پر پیادہ ان کی مشاقت کے لئے چلے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے شرط ادب سے عرض کیا کہ خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں۔ یا مجھے ہی اجازت دیں کہ میں سواری سے اتر پڑوں۔ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں سواری پر ہوں اور آپ پیدل۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔

نہیں سوار ہوں گا۔ اور نہ تمہیں سواری اترنے دوں گا۔ میں خدا کی راہ میں اپنے قدموں کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابو بکر نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہتے وقت ایک زبردست وصیت فرمائی اور آخر میں ان کا ہاتھ پکڑ کر جوشِ محبت سے فرمایا کہ یزید! میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ تم پر خدا کی رحمت و سلامتی ہو۔ تم میرے اولین سپہ سالار ہو۔

مجاہدین کی روانگی کے بعد حضرت ابو بکر نے فجر و عصر کے بعد نہایت احوال کے ساتھ یہ دعا مانگی۔

ابنی ہمارا وجود نہ تھا۔ تو نے ہمیں پیدا کیا۔ ہم گمراہ تھے تو نے محض اپنے رحم و کرم سے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا اور ہدایت بخشی۔ ہم کافر تھے۔ تو نے ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا کر دی۔ ہماری تعداد کم تھی۔ تو نے ہمیں کثرت عطا فرمائی۔ ہم پر اگندہ تھے۔ تو نے ہمیں متحد کر دیا۔ ہم کمزور تھے تو نے ہمیں قوی بنا کر ہم پر جہاد فرض کیا اور ہمیں مشرکوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ ناآنکد وہ تیری توحید پر ایمان لائیں۔ یا ذلیل ہو کر جزیہ دیں۔

ابنی ہم تیری رضا چاہتے ہیں۔ تیرے دشمنوں سے برسہا برسہا کیاریں۔ اور ان تمام لوگوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے نکلے ہیں جو تیرے باغی ہیں اور تجھے چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ تیری ذات پاک ہے اور تیری شان ان گمراہوں کے توہمات سے کہیں بزرگ و اعلیٰ ہے۔

ابنی! اپنے مسلمان بندوں کو اپنے دشمن مشرکوں پر فتح و غلبہ عطا فرمایا اپنی بارگاہ خاص سے ان کی نصرت کر۔ ان کے دل کو قوی اور ان کی قوم کو مضبوط کر دے۔ ان کی ہمتوں کو بلندی عطا کر۔ دشمنوں کی جڑیں کاٹ دے، ان کی نسل کو قطع کر دے۔ ان کی آبادیوں کو ویران کر دے اور ان کی زمینوں اور ملکوں، دولتوں کا ہمیں مالک بنا دے۔

ابنی! ہماری پشت پناہی و حفاظت کر۔ ہماری تمام حالتیں اور نیتیں درست کر دے اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما۔ تمام مومن و مسلم مرد و عورتوں اور زندوں اور مردوں کو اپنی رحمت سے بخشنے مسلمانوں! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا دار آخرت دونوں میں اپنے

قول ثابت سے ثبات عطا فرمائے۔ اللہ مؤمنوں کے ساتھ

رؤف و رحیم ہے۔

یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے دوسری فوج نضر حبیب بن حسنہ کی قیادت میں روانہ فرمائی۔

## حضرت ابو عبیدہ کی شام کو روانگی

حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت نضر حبیب بن حسنہ کی فوجوں کی روانگی کے بعد بھی لشکر گاہ مدینہ میں مجاہدین کی بڑی تعداد موجود تھی جن میں عرب کے مشہور و ممتاز قبائل کے سردار اور نامور بہادر تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ ان کی امامت فرماتے تھے اور شام کی روانگی کے لئے حضرت ابو بکرؓ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ چاہتے تھے کہ اور مجاہدین آجائیں تو کوچ کا حکم دیں۔ چنانچہ مجاہدین کی تعداد حسب خواہ ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ صدیق نے حضرت ابو عبیدہ کو روانگی کا حکم دیا۔ اور یہ وصیت فرمائی۔

ابو عبیدہ بن الجراحؓ! اس شخص کی طرح میری بات سنو جو سن کر عمل کرنا چاہتا ہے تم ایسے لوگوں کو ساتھ لیکر جا رہے ہو جو عرب کے معزز اور شریف خاندانوں کے رکن ہیں۔ بہترین مسلمان ہیں یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی شجاع و بہادر تھے اور غلط جذبے میں آکر لڑا کرتے تھے، مگر آج خدا سے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے لڑنے جا رہے ہیں تم ان سے اچھا سلوک کرنا۔ حتیٰ میں

سب کے ساتھ مساوات برتنا کسی کو کسی پر فوقیت نہ دینا۔ اللہ سے مدد چاہنا  
 کیونکہ وہی سب سے بہتر حامی و مددگار ہے اسی پر بھروسہ کرنا کیونکہ سب سے  
 بڑا وکیل و کارساز وہی ہے۔ خدا کی مشیت کے ساتھ تم کل روانہ ہو جاؤ  
 یہ وصیت سن کر حضرت ابو عبیدہؓ چلنے لگے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پھر پکارا۔ اور فرمایا  
 ابو عبیدہ! میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 نظر میں تمہاری کتنی قدر و منزلت تھی۔ وہ کس طرح تمہاری عزت کیا  
 کرتے تھے میں اس کا اظہار کرنا نہیں چاہتا کہ میرے دل میں تمہاری  
 کس قدر وقعت ہے اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جا  
 ہے۔ روئے زمین پر ہر جاہلین اور دوسری جماعت میں کسی شخص کو لمبی ہیں  
 تمہارے ہر اس شخص (حضرت عمرؓ) کے مرتبہ کا نہیں سمجھتا میری نگاہ  
 میں تمہاری عزت سے سب کی عزت کم ہے۔

## حضرت ابو بکرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کی وداعی تقریریں

دوسرے روز حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح خازیان اسلام کو لیکر شام کے لئے  
 روانہ ہونے لگے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ "ثبیتہ الوداع" تک مشقت کیلئے  
 تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت امین الامتؓ کو مخاطب کر کے اس طرح  
 وداعی تقریر فرمائی۔

ابو عبیدہ! اچھے عمل کرنا۔ مجاہد بن کر رہنا۔ شہید کی موت مرنا، اللہ  
 تعالیٰ تمہارا اعمال نامہ تمہارے دائیں ہاتھ میں دے اور دنیا

و آخرت میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو خدا سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں، جو دنیا سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ جو آخرت کے طالب ہیں۔ اللہ نے تم پر بڑا فضل کیا ہے جو تمہیں یہ توفیق مرحمت فرمائی ہے کہ تم مسلمانوں کی فوج لیکر ان کے دشمن مشرکوں سے جنگ کرنے جا رہے ہو۔ لہذا جو لوگ خدا کے منکر ہیں۔ اس کے ساتھ شُرک کرتے ہیں۔ جھوٹے خداؤں کو پوجتے ہیں ان سب سے جہاد کرنا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے جواب میں حضرت امین الامتؓ نے یہ نفسیہ کی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ اسلام میں آپ کا جو مرتبہ ہے، اللہ اور اس کے ساتھ آپ نے جو خیر خواہی کی ہے میں اس پر شاہد ہوں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ دین الہی سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں انھیں مغلوب کر گئے دین الہی کی طرف واپس کر دیا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ مومنوں پر بہر بان ہیں، کافروں پر رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تعلیم و ہدایت فرمائی ہے اس میں برکت دے۔ اگر میں نیک بنوں گا تو یہ خدا کا فضل و کرم ہو گا۔ اور اگر خراب ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے راہ ہدایت پر قائم کر دے۔ ہم پر آپ کا حق ہے کہ جب آپ میں بلائیں تو ہم لبیک کہیں۔ اور حکم دیں تو اسکو بجالائیں۔

## امین الامت کی عظمت

عرب کے نامور بہادر اور قہیلا مراد کے سردار حضرت قیس بن ہبیرہؓ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی فوج میں تھے حضرت ابو بکرؓ نے اُن کے بارہ میں حضرت ابو عبیدہؓ کو یہ وصیت فرمائی۔

ابو عبیدہؓ! تمہارے ساتھ ایک بہت معزز سردار اور عرب کا نامور بہادر جارجاہ ہے مسلمان اس کی رائے و مشورہ اور شجاعت و دیلی سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ لہذا تم اسے مقرب بنانا۔ اس کی ساتھ لطف و کرم سے پیش آنا۔ اس پر ظاہر کر دینا کہ نہ تم اس سے بے نیاز ہو نہ اس کو معمولی آدمی سمجھتے ہو۔ اس طرح تم اس کی محبت و ہمدردی حاصل کر لو گے اور اس کے ذریعہ دشمنوں پر سختی و مہیبت نازل کر سکو گے۔

پھر حضرت قیس بن ہبیرہؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کے بارہ میں یہ ہدایت فرمائی۔

میں تجھیں ابو عبیدہؓ الامین کے ساتھ بھیج رہا ہوں جو اس خوبی کے آدمی ہیں کہ اُن پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کے بدلے ظلم نہیں کرتے اُن کے ساتھ بُرائی کی جائے تو وہ اُسے معاف کر دیتے ہیں۔ اُن سے ترک تعلق کیا جائے تو وہ اسے قائم کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر رحیم اور کافروں پر شدید ہیں۔ اس لئے

ابو عبیدہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔ نہ ان کی کسی رائے کی مخالفت کرنا  
میں نے ان سے بھی کہہ دیا ہے کہ تمہاری بات سنا کریں۔ اس لئے تم آنکلو  
ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنے کا مشورہ دینا۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ تم نہانہ  
جاہلیت میں بہت معزز۔ شریف اور بہادری تھے، حالانکہ جاہلیت میں  
گناہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اب تم اسلام کی روشنی میں اپنی شجاعت و بہادری  
اور قوت کو مشرکین و کفار کے بالمقابل کام میں لانا۔ اللہ کے یہاں اسکا  
بہت اجر و ثواب ہے۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص جنہوں نے مجلس شوریٰ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی  
تقریرے جہاد پر سب سے پہلے شام جانے پر آمادگی ظاہر کی تھی اور جو سب سے پہلے  
مسلح ہو کر خدا کی راہ میں گھر سے نکلے تھے وہ بھی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی فوج  
میں شامل تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ

آپ اپنے براور عم زاد یزید بن ابی سفیان کے ساتھ جاتے تو کسی اور کے  
ساتھ جانے سے بہتر تھا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ نے جواب دیا کہ

میرا عم زاد بھائی رشتے میں مجھے حضرت ابو عبیدہؓ سے بہت زیادہ عزیز  
ہے۔ لیکن دین میں ابو عبیدہؓ مجھے اپنے چچیرے بھائی سے بھی زیادہ  
محبوب ہیں۔ یہ ہمد رسالت میں بھی میرے دینی بھائی اور چچا کے بیٹے  
کے مقابلے میں میرے رفیق و مددگار تھے آج میں سب سے زیادہ  
انہیں سے مانوس ہوں اور انہیں کی معیت میں سب سے زیادہ اطمینان

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بڑے نیک نفس۔ پاک باطن  
 اور بلند مرتبہ صحابی تھے۔ حضرت ابو بکر نے انہیں سرداری دی جیسا  
 لیکن انہوں نے معافی مانگ لی۔ ان کی وداع کا نظارہ بڑا ہر اثر تھا انہوں نے خود  
 خلیفہ رسول کو ایک اہم وصیت کی۔ اور آخر میں کہا کہ ”اپنا ہاتھ دیجیے۔ میں نہیں چاہتا  
 کہ آج کے بعد پھر اس دنیا میں ملاقات ہوگی یا نہیں۔ اگر خدا نے ملاقات کا موقع  
 دیا تو ہم اس کے عفو و بخشش کے تمنائی کریں گے۔ اور اگر آج کے بعد پھر قسمت میں ملاقات  
 نہیں تو اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 زیارت سے مشرف فرمائے۔“

حضرت ابو بکر نے ہاتھ بڑھا کر حضرت خالد بن سعید سے مصافحہ کیا۔ وہ سماں کچھ ایسا  
 موثر تھا کہ حضرت ابو بکر نے حضرت خالد بن سعید اور تمام مسلمان آبدیدہ ہو گئے۔ اور  
 دیر تک سب پر رفت طاری رہی۔

حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ ”غیر وہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔“

حضرت خالد نے کہا کہ ”میرا یہ نہیں چاہتا۔“

حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ”لیکن میں اور مسلمان بھی چاہتے ہیں۔“

چنانچہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت خالد بن سعید کے ساتھ مدینہ کے  
 باہر تک پیدل گئے۔ حضرت خالد بن سعید کی مشایعت جتنے مسلمانوں نے کی  
 کسی اور کی اتنی نہیں کی۔

حضرت عدی بن حاتم طائی کے سونیلے بھائی حضرت لمحان بن زیاد اپنے

قبیلے طے کی تقریباً ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

ہمیں جہاد کا شوق اور طلب ثواب آپ کی خدمت میں لایا ہے آپ ہم لوگوں سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم آپ کے جھنڈے کے نیچے اپنی قوم کے مرتدین سے لڑے اور ان کو مغلوب کر کے اسلام میں واپس لائے۔ لہذا آپ کسی اچھے افسر کی سرکردگی میں ہمیں جہادِ شام کے لئے روانہ کیجیے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ مجاہدین کو لیکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو چکے تھے حضرت ابو بکر نے ملحان بن زیاد سے فرمایا

میں نے سب سے افضل اور سب سے قدیم جہاد سپہ سالار کو تمہارا لئے منتخب کیا ہے تم ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس چلے جاؤ۔ میں تمہارا لئے انہیں کی معیت پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ سفر میں سب سے بہتر فریق اور حضرت میں سب سے بہتر دوست ہیں۔

حضرت ملحان بن زیاد اپنی جمعیت کے ساتھ جا کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی فوج میں شامل ہو گئے، اور شام کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔ قبائلِ مین کے ساتھ ان کے بیوی بچے بھی تھے۔ قبیلہ انعم کے سردار ابن ذئی سم نے حضرت ابو بکر سے پوچھا کہ ”ہم اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے جائیں یا آپ کے پاس چھوڑ جائیں؟“

چونکہ بہت سے مجاہدین اہل و عیال کو ساتھ لے جا چکے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ تم بھی اپنے اہل و عیال کو ساتھ ہی لے جاؤ،

جس وقت اسلامی فوجیں شام میں داخل ہوئیں۔ ہرقل شہنشاہ روم فلسطین میں تھا۔ اہل دربار نے اس سے کہا۔

عرب آپ سے لڑنے آئے ہیں۔ اس غرض سے انھوں نے زبردست فوجی تیاریاں کی ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ ان کے رسول نے انھیں بشارت دی ہے کہ تم بالیقین اس ملک کے مالک بن جاؤ گے وہ اسی اعتقاد کے ساتھ یہاں آئے ہیں اور چونکہ وہ اپنے رسول کی بشارت کو حق سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لائے ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم اس ملک پر حملہ کرینگے اس پر متصرف ہو جائیں گے اور اہل و عیال کے ساتھ یہاں آباد ہوں گے۔

شہنشاہ ہرقل نے کہا۔

ان کا یہ اعتقاد اُن کی قوت کو اور بڑھادے گا۔ وہ اپنے دلوں میں ایک غیر متزلزل یقین و اعتماد رکھتے ہیں۔ اس لئے اُن کا مغلوب ہونا بہت دشوار ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے روم و عرب کے امرا و معززین اور علماء و مشائخ کو جمع کر کے ایک سبق آموز اور دلولہ انگیز تقریر کی جس میں عیسائی مذہب کی فضیلت اور موافقہ کی عظمت۔ مسیح پرستوں کی بے عملی و غیرہ کا ذکر کر کے اُن کو جوش دلایا اور جنگ کی ترغیب دی۔ وہاں سے کوچ کر کے دمشق اور حمص گیا۔ جو شام کے مشہور شہر تھے۔ اور وہاں بھی اس نے ایسی ہی تقریر کی۔ وہاں سے انطاکیہ گیا۔ اور اسے اپنا مرکز قرار دیکر وہیں قیام اختیار کیا۔

ان تقریروں کے علاوہ ہرقل نے نصیبوں اور داعیوں کو بھیج کر تمام ملک میں جنگ کا جوش و دلول پیدا کر دیا۔ چنانچہ ہرطن سے رومی جنگ جو - اٹھا کہ میں آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے۔

## حضرت ابو عبیدہؓ کی پہلی فتح

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اپنی فوج کے ساتھ داؤدی قرنی اور سے گذر تے ہوئے ماب پہنچے جو عثمان کے علاقہ میں ہے وہاں کے باشندے منافق بلکہ اسے لیکن اسلامی جوش کے سیلاب کو روک نہ سکے۔ شکست کھا کر شہر میں پناہ گزین ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر اہل ماب نے عاجز آ کر صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے جزیہ قائم کر کے ماب والوں سے صلح کر لی یہ شام کا پہلا شہر تھا جس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر کے جزیہ دینا منظور کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ ماب سے روانہ ہو کر جابیرؓ پہنچے وہاں آپ کو شہنشاہ روم ہرقل کی تیاریوں کا علم ہوا۔ مخبر نے اطلاع دی کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جتنی فوج جمع کی ہے اتنی فوج اس کے ہزرگوں نے بھی کسی کے لئے جمع نہیں کی تھی

## دربارِ خلافت سے خط و کتابت

ہرقل کی غیر معمولی تیاریوں کے متعلق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حسب ذیل خط بھیجا۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے بندے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابو بکر کے نام ابو عبیدہ بن الجراح کا خط۔

آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں آپ کے روبرو اللہ کی حمد و ثنا کرتا رہوں گا۔ تاکہ بعد ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو دائمی برکت بخلائے اور آسمان فتح عطا فرمائے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہرقل شاہ روم شام کے ایک شہر میں جس کا نام انطاکیہ ہے مقیم ہے اور اس نے وہاں ہمارے مقابلے کے لئے بے شمار فوجیں جمع کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ میرا آپ کو صورت حال کی اطلاع دیدوں تاکہ آپ اس کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے خط کا یہ جواب بھیجا۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آتا بعد۔ مجھے تمہارا خط ملا۔ ہرقل شاہ روم کے بارے میں تم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آگاہ ہوا۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے واسطے فلکست اور تمہارے اور مسلمانوں کے لئے اللہ کی طرف سے فتح ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے عظیم الشان فوج جمع کی ہے۔ یہ بات ہم اور تم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ جنگ کے بغیر کوئی قوم اپنے ملک و اقتدار سے دست کش نہیں ہو سکتی تھیں معلوم ہے کہ خدا کے فضل سے بہت سے ایسے مسلمان رومیوں کو

جہاد کرنے گئے ہیں جو موت سے اتنی ہی محبت رکھتے ہیں جتنی ان کے دشمنوں کو زندگی سے محبت ہے۔ وہ اپنی جنگ کا اللہ سے اجر عظیم حاصل کرتے ہیں، جہاد فی سبیل اللہ ان کو اپنی کنواری دلہنوں اور مال و دولت کے خزانوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، ایسے لوگوں میں کا ایک آدمی ہزاروں مشرکین سے بڑھ کر ہے۔ لہذا تم ان مسلمانوں کو لیکر رو میوں سے منفا کرو۔ اور ان مسلمانوں کی خاطر پریشان نہ ہونا جو تم سے دور ہیں۔ اس لئے کہ خدا تمھارے ساتھ ہے۔ ناہم خدا نے چاہا تو میں تمھیں اتنی مدد بھیجوں گا کہ تم مطمئن ہو جاؤ گے۔ اور تمھیں مزید ملک کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

## حضرت ابو عبیدہؓ کو دربارِ خلافت سے مکمل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برابر مجاہدین شام کو مکمل بھجنے کی فکریں تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ہاشم بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ یہ تاریخ ہجرت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، ہاشم بن عقبہ آئے تو حضرت ابو بکر نے ان سے فرمایا۔

ہاشم! یہ تمھاری خوش نصیبی ہے کہ تم بھی انھیں لوگوں میں ہو گئے جن کی مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے مسلمانوں کو ضرورت ہو اور جن کی خیر خواہی، اصابت رائے، نیک دلی اور شجاعت پر مسلمانوں کو قلبی اعتماد ہے۔ مجاہدین شام نے مجھ سے مدد مانگی

ہے اس لئے تم مسلمانوں کو لیکر روانہ ہو جاؤ تمہیں اختیار ہے کہ تم ابو  
عبیدہؓ کے پاس جانا یا یزید بن سفیان کے پاس۔

ہاشم نے حضرت ابو عبیدہ کی معیت پسند کی۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسلمانوں کو جمع کر کے جہاد پر ایک بقیہ  
افروز اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر سن کر لوگ حضرت ہاشم بن غلبہ کے  
کے مکان پر جمع ہونا شروع ہوئے۔ جب لوگوں کی تعداد ایک ہزار ہو گئی تو حضرت  
ابو بکر نے حضرت ہاشم بن غلبہ کو روانگی کا حکم دیا اور ان کو ضروری وصیت فرمائی۔  
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے حضرت ہاشم کو فرمایا

برادر زادے! دیکھ تیرے نیرے کا ہر وار اور نیری تلوار کی ہر ضرب  
صرف خدا کے بزرگ و بزرگی رضامندی کے لئے ہو یا د رکھ تو دنیا  
سے جانے والا ہے اور خدا سے جلد ملنے والا ہے۔ اس دنیا سے  
تیرے عمل کے سوا کچھ ساتھ نہ جائیگا۔ اس لئے جو عمل بھی ہو وہ نیک  
ہونا چاہیے۔

حضرت ہاشم نے عرض کیا۔

چچا! آپ میرے لئے فکر نہ کیجیے۔ اگر میں نیک نہ ہوں تو خود میری

بربادی ہے۔ میرا چلنا اور ٹھہرنا میری نشست و برخاست میری

نیزہ بازی و تمشیر زنی اگر ریاکاری کے خیال سے ہوئی تو میری ہلاکت تقیہ ہو

حضرت ہاشم نے مجاہدین کو لیکر مدینہ سے کوچ کیا اور شام پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ کی  
فوج میں شامل ہو گئے، مگر پہنچنے سے مجاہدین شام کو بڑی تقویت اور مسرت حاصل

ہوئی۔ حضرت ہاشم بن عقبہ کی روانگی کے بعد حمزہ بن مالک ہمدانی اپنے قبیلے کے دو ہزار بہادروں کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچے، حضرت ابو بکر صدیق ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا، چند روز مدینے کی چھاؤنی میں رکھنے کے بعد حضرت ابو بکر نے ان کو شام روانہ ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے پوچھا ”آپ کے سوا میرا کوئی اور بھی افسر ہے۔“ حضرت ابو بکر نے فرمایا

ہاں! شام میں ہمارے تین سپہ سالار ہیں تم ان میں سے جس کی فوج میں چاہنا شامل ہو جانا۔

حمزہ بن مالک مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے وہاں مسلمانوں سے پوچھا ”در بار رسالت میں سب سے زیادہ مرتبہ کس سپہ سالار کا تھا؟“ مسلمانوں نے بتایا۔ ”حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا۔“ حمزہ بن مالک نے کہا۔ ”خدا کی قسم میرا ان کے سوا کسی کے پاس نہ جاؤں گا۔“ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تمہاری آمد میں تمہارے جہاد میں اور ہماری رفاقت میں تمہیں برکت عطا کرے۔ انہیں اور تمہارے ساتھ تو ایسا ہی برکت دے۔

ابو احوار سلمیٰ جو ایک برجوش مسلمان تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی دعوت جہاد پر اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ آئے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

ہمیں فاقہ کشی اور خانہ ویرانی یہاں نہیں لانی ہے ہم حمایت دین کا جذبہ لیکر آئے ہیں، آپ چاہیں تو ہمیں اپنے پاس رکھیں اور چاہیں تو میرا

جہاد میں بھیج دیں۔

حضرت ابو بکر نے فرمایا

میں تمہیں مجاہدین کی امداد اور مشرکین سے جہاد کرنے کے لئے شام بھیجوں گا۔ چنانچہ آپ نے انہیں شام روانہ کر دیا اور وہ بھی جا کر حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح مجاہدین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت ابو بکر ان کو برابر شام بھیجتے رہے۔ چنانچہ حبیب بن مسلمہ کی ہجرت میں دو سو مجاہدین روانہ کئے جنہوں نے یزید بن ابی سفیان کی فوج میں جا کر شرکت کی۔

## دربار خلافت میں حضرت ابو عبیدہ کا خط اور اس کا اثر

ابتداء میں جب اسلامی فوجیں ملک شام میں داخل ہوئیں تو شامیوں نے خیال کیا کہ کچھ مسلمان جسارت کر کے ادھر آگئے ہیں ہم ان کو باسانی نیست و نابود کر دیں گے پھر مسلمانوں کا حوصلہ سیت ہو جائے گا اور وہ شام کا رخ نہ کریں گے۔ لیکن اسلامی فوجیں مسلسل شام میں پہنچنے لگیں تو رومیوں کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے ہرقل شاہ روم کو خط لکھ کر اپنی فکر و نشوونما کا اظہار کیا۔ ہرقل نے ان کو ملامت کی اور جواب دیا کہ جتنی تعداد تمام مسلمان حملہ آوروں کی ہے اس سے زیادہ تمہارا ایک شہر کی آبادی ہے اس لئے تم ان کا منہ ہلکے کر دو اور یہ نہ سمجھو کہ میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دوں گا۔ میں تمہیں اتنی مدد بھیجوں گا کہ زمین بھر جائے گی۔

ہرقل شاہ روم کے جواب نے رومیوں کے حوصلے بڑھا دیئے انہوں نے اطراف و بلاد میں اپنے داعی و پیامبر بجز تمام ملک میں مسلمانوں کے مقابلے کا جوش پیدا کر دیا

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی سرگرمیوں کی اطلاع ہوئی  
تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ خط لکھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں اسلام کے ذریعہ  
سر بلندی عطا فرمائی، ایمان سے ممتاز فرمایا۔ اور جس معاملے میں  
لوگ گمراہ ہو رہے ہیں اس میں ہمیں ہدایت کی روشنی بخشی وہ جسے چاہتا  
ہے ہدایت بخشتا ہے۔ میرے شامی مجزوں نے خبر دی ہے کہ شاہ  
روم کے ہر اول ہمارے قریب آ پہنچے ہیں نیز یہ کہ شامیوں نے شاہ  
روم سے مدد طلب کی تھی جس کے جواب میں اس نے لکھا ہے کہ کل  
حملہ آور عربوں سے تمہارے ایک شہر کے آدمی بھی زیادہ ہیں۔ لہذا  
ہمت سے کام لیکر ان کا مقابلہ کرو۔ میری کمک بھی پہنچ رہی ہے  
مسلمان اُن کے مقابلے کے لئے تیار ہیں اور ہمارے جاسوسوں  
کے بیان کے مطابق شامی بھی آمادہ جنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں  
پر اپنی نصرت نازل فرمائے اور مشرکوں پر لعنت بھیجے، وہ ان کے  
اعمال سے خوب واقف ہے۔ والسلام۔

حضرت ابو بکر صدیق نے اس خط کو پڑھ کر سابق الاسلام ہاجرین و انصار کو جمع  
کیا اور جو اکابر قریش بعد میں اسلام لائے تھے ان کو بھی طلب فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ انکو کیوں بلا رہے ہیں؟  
حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ابو عبیدہ کے خط کے بارے میں ان سے بھی مشورہ لینا

چاہتا ہوں۔

حضرت عمر نے کہا کہ یہ لوگ ایک زمانہ تک مسلمانوں سے برسہا برسہا اور انھوں نے اسلام کے مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی آخر خدا نے انھیں مغلوب کر دیا۔ یونین سابقین کے ساتھ ان کو شریک مشورہ کرنا مؤمنین سابقین کی قربانیوں کی توہین اور ان کے حقوق کی ناقدری شامسی ہے۔

سردارانِ قریش و معززین مکہ کو حضرت عمرو کی گفتگو کا علم ہوا تو حارث بن ہشام سہیل بن عمرو اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے اور سب نے رد و رد کو حضرت عمرو سے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اسلام سے پہلے ہمارے ساتھ آپ کی سختی بجا تھی لیکن اب ہمارے متعلق آپ کا یہ طرز عمل خلاف انصاف ہے۔ حضرت عکرمہ نے تو یہاں تک کہا کہ ”اب آپ ہم سے زیادہ ان لوگوں کے دشمن نہیں جو اسلام کے منکر اور مسلمانوں کے مخالف ہیں۔“

حضرت عمرو نے ان لوگوں کی شکایتوں کے جواب میں فرمایا۔

خدا کی قسم! میں نے جو کچھ کہا وہ صرف مؤمنین سابقین کی خیر خواہی اور تم میں ہر تم سے افضل مسلمانوں میں انصاف قائم کرنے کی غرض سے کہا۔

اس پر ہمنوں سردارانِ قریش نے پھر باری باری تقریریں کیں۔ سہیل بن عمرو نے کہا جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے تمہیں ہم پر فضیلت حاصل ہوئی ہے تو خدا کی قسم میں بکثرت جہاد کروں گا۔ تم گواہ رہو کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے وقف ہوتا ہوں۔

حارث بن ہشام نے کہا۔

۸۰  
 خدا کی قسم تم میری بھی اپنے کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں ہیں  
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غنمی جنگیں کی ہیں ان میں سے ہر  
 جنگ کے عوض دشمنان خدا سے دو دو لڑائیاں لڑوں گا۔ اور رسول  
 اللہ سے جنگ کرنے میں جتنا مال خرچ کیا ہے اس سے دو گنا مال راہ  
 خدا میں صرف کروں گا۔

عسکر بن ابی جہل نے کہا۔

گواہ رہو کہ میں بھی آج سے راہ خدا میں وقف جہاد ہونا ہوں  
 ان لوگوں کی تقریروں سے خوش ہو کر حضرت ابو بکرؓ نے دعائے خیر کی۔

حضرت ابو بکر کے پاس سے جا کر ہسبل بن عمر نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا  
 کہ ان باتوں سے ہمیں ناراض نہ ہونا چاہیے۔ اسلام کی دعوت جس طرح انہیں  
 دی گئی اسی طرح ہمیں بھی دی گئی۔ لیکن انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور ہم نے تاخیر کر کے  
 یہ ہماری کوتاہی تھی۔ اگر تمہیں سابقوں اور لین کے درجے معلوم ہو جائیں تو تم رات  
 و آسائش کی زندگی سے بیزار ہو جاؤ۔ خدا کی عبادتوں میں جہاد فی سبیل اللہ سے  
 بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لہذا چلو مسلمانوں اور ان کے دشمن کے درمیان کھڑے  
 ہو کر جنگ کرو۔ اور مر جاؤ۔ شاید اس طرح ہمیں بھی مجاہدین فی سبیل اللہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے

## حضرت ابو عبیدہ کا رتبہ

بشرفائے مکہ اور دوسرے مسلمانوں کی مستعدی دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے  
 حضرت عمرو بن عاصؓ کو طلب کر کے شام کی روانگی کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ میں ان لوگوں

کو تختاری سرگردگی میں بھجوں گا۔

عمر بن عاص نے کہا بھکیا آپ سب کی افسری مجھے عطا نہ فرمائیں گے؟  
حضرت ابو بکر نے فرمایا: جن لوگوں کو تختارے ساتھ روانہ کروں گا ان سب کے  
افسرتھیں ہوں گے۔

عمر بن عاص نے کہا: "ان سب افسر بھی مجھے مقرر کر دیجئے جو پہلے سے جا چکے ہیں۔  
حضرت ابو بکر نے فرمایا: "وہاں میرے دوسرے افسروں کی طرح ایک افسر  
تم بھی ہو گے۔ لیکن جب کسی مقام پر تمام افسر جمع ہونگے تو سب کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ  
حضرت عمر بن عاصؓ فن جنگ کے بہت بڑے ماہر اور الوالعزم سپہ سالار تھے  
وہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے تو خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے  
ملکر کہا کہ وہ حضرت ابو بکر سے سفارش کر کے ان کو افواج شام کی عام سپہ سالاری  
دلاویں۔

حضرت عمرؓ نے صاف کہہ دیا۔ "وہ اے عمر! میں تم سے جھوٹ نہ بولوں گا  
میں اس معاملہ میں خلیفہ رسول کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ وہ ابو عبیدہ  
پر تمہیں افسر بنانا منظور کریں گے۔ کیونکہ ابو عبیدہ کو ہم سب کے نزدیک تم پر  
بزرگی حاصل ہے۔"

ردانگی کے وقت حضرت ابو بکر نے دوسرے افسروں کی طرح حضرت عمر بن  
عاص کو بھی ضروری وصیت کی ان کی فوج میں دوسرے شرفاء و معززین کے علاوہ  
سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام، اور حکمر بن ابی جہل بھی تھے، جن کا ذکر اوپر  
اچکا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ نے رومیوں کی تیاری کے متعلق حضرت ابو بکر کو جو خط لکھا تھا اس کا آپ نے بھی تنگ جواب نہیں دیا تھا۔ اب آپ نے حسب ذیل جواب بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہارا خط پہنچا۔ تم نے دشمن کی تیاری اور اس بات کا ذکر کیا ہے کہ شاہِ روم نے اپنی رعایا سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اتنی فوجیں جمع کر دے گا جس سے زمین بھر جائے گی، خدا کی قسم شاہِ روم اور شامیوں پر تمہاری وجہ سے زمین تنگ ہو چکی ہے بخدا میں مایوس نہیں ہوں۔ انشاء اللہ تم اسکو بہت جلد اس کی جگہ سے اٹھاڑ پھینکو گے، تم اپنے رسالے کے دستے کو دیہاتوں میں پھیلا دو اور سرد روک کر انھیں تنگی میں ڈال دو۔ دیکھو خبردار جب تک میرا حکم پہنچے رومیوں کے شہروں کا محاصرہ نہ کرنا لیکن اگر وہ برسرِ مقابلہ ہو جائیں تو پھر تم بھی تیار ہو جانا اور خدا پر بھروسہ کرنا۔ دشمن کو جتنی مدد پہنچے گی۔ اس سے دو گنی مدد تمہیں بھیجیں گے۔ خدا کے فضل سے نہ تمہاری تعداد کم ہے اور نہ تم کمزور ہو۔ خبردار مجھے یہ نہ سننا پڑے کہ تم نے دشمن کے مقابلہ میں بزدلی کا اظہار کیا یا ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور فتح مند کرے گا۔ اور تمہارے دشمن کو مغلوب کر دے گا۔ تاکہ دیکھے کہ تم کہاں تک شکنجہ بجالانے ہو اور کہاں تک اچھے کام کرتے ہو۔ اور عمرو بن العاصؓ کے ہاں میں تمہیں حسن سلوک کی ہدایت کرتا ہوں۔ خود عمرو کو بھی میں نے

ہدایت کر دی ہے کہ وہ انھیں پورا پورا مشورہ دیں۔ وعلیکم السلام

## حضرت ابو عبیدہ کا حسن اخلاق

حضرت عمرو بن عاص مدینہ منورہ سے شام کو چلے نوراہتے میں مسلمانوں کو جو  
دلاتے اور ان کو اپنی طرح میں شریک کرتے ہوئے۔ اس طرح ان کے زیر علم یا ہدین  
کی تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی۔ اس شان کے ساتھ شام پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ  
بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

ابو عبد اللہ! (یہ عمرو بن عاص کی کنیت ہے) خدا نے تمہاری بزرگی  
اور رائے سے کتنی ہی جنگوں میں مسلمانوں کو برکت عطا فرمائی۔

اگرچہ مجھے تمہارا افسر بنا دیا گیا ہے۔ لیکن میں بھی تمہارے ہی جیسا  
ایک آدمی ہوں اور تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا  
میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے برابر مشورہ دیتے رہو۔ میں کسی لمحہ  
تم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عمل  
کی توفیق بخشے جو مسلمانوں کے لئے باعث فلاح ہو۔

## معرکہ عربہ و داتنہ

حضرت ابو عبیدہ کی فوج میں ایک مجاہد ابو امامہ باہلی تھے۔ ان کا بیان ہے  
کہ حضرت ابو بکرؓ نے جن لوگوں کو حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ انہیں

یہ بھی تھا۔ ہمیں سب سے پہلے عربہ و داتنہ کا معرکہ پیش آیا۔ رومیوں کے چھہ سہ سالاروں نے ہمارا مقابلہ کیا اور ہر سہ سالار کے ماتحت پان سو جنگ جو تھے۔ یعنی کل تین ہزار۔ رومی سپہ سالار مقام عربہ میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان نے حضرت ابو عبیدہ کو اسکی اطلاع دی۔ آپ نے ہیں پانچ سو سواروں کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے پاس بھیجا۔ وہاں سے یزید بن ابی سفیان نے بھی پانچ سو مجاہدین ہمارے ساتھ کر وئے اور خود بھی ہلکے پھیرے روانہ ہو گئے۔

رومیوں کا سامنا ہوتے ہی ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کا ایک سپہ سالار مارا گیا۔ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے۔ ہم نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد رومی داتنہ میں جمع ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان نے ہمیں وہاں بھی بھیجا، ہم نے حملہ کر کے وہاں سے بھی رومیوں کو بھاگ دیا۔ اسی شکست نے رومیوں کو خوزو کر دیا۔ اور انھوں نے عام جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہر قل بھی ان کو ہر طرف سے مدد بھیجنے لگا۔

## حضرت خالد بن ولیدؓ کا عراق سے شام میں تقرر

حضرت ابو عبیدہؓ نے شامیوں کی جنگی سرگرمیاں دیکھیں تو جاہلیہ سے حضرت ابو بکر کو یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شامی رومیوں، مقامی باشندوں اور عیسائی عربوں نے

متفق ہو کر ہم سے لڑنے کا فیصلہ کیا ہے، ہمیں خدا کی نصرت کی آمد۔ اس کے وعدہ کی ایفاء، اور اس کی کار سازی پر یقین ہے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس صورت حال سے مطلع کروں انشاء اللہ آپ کوئی بہتر رائے قائم کر سکیں گے۔ والسلام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی حرینی قابلیت اور شجاعت و بہادری کی بنا پر دربار رسالت سے ”سیف اللہ“ کا لقب پا چکے تھے وہ اس وقت عراق میں مجاہدین اسلام کے سپہ سالار تھے اور فتوحات پر فتوحات حاصل کر رہے تھے حضرت ابو عبیدہؓ کا خط پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔

اس مکتوب کو دیکھتے ہی عراق سے روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے عراق پہنچنے کے وقت جو لوگ وہاں موجود تھے ان کو وہیں چھوڑ دینا۔ لیکن جو لوگ ہمامہ سے تمہارے ساتھ گئے تھے یا راستے میں ساتھ ہو گئے تھے یا حجاز سے تمہارے پاس پہنچے تھے ان کو اپنے ہمراہ لے لینا ساتھ میں اسباب کم رکھنا برابر چلتے رہنا۔ یہاں تک کہ شام پہنچ جاؤ۔ وہاں ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں سے ملنا شام پہنچنے کے بعد سپہ سالار اعظم کا منصب تمہیں حاصل ہو گا، و اسلام حضرت خالد بن ولید دربار خلافت کے حکم کے مطابق عراق سے شام کو روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ کو ذیل کا خط لکھا۔

میں اپنے لئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ

وہ ہمیں نیامت کے عذاب سے مامون اور دنیا کی تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔ خلیفہ رسول کا مکتوب آیا ہے۔ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شام کو روانہ ہو جاؤں اور وہاں پہنچ کر غازیان اسلام کی قیادت اور ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں لوں۔

خدا کی قسم ان میں نے خلیفہ رسول سے اس کی خواہش کی۔ نہ ان سے اسکی تمنا ظاہر کی۔ لہذا آپ اس وقت جس مرتبہ پر ہیں اسی پر فائز رہیں۔ نہ میں آپ کی نافرمانی کروں گا نہ آپ کی رائے سے اختلاف کروں گا۔ نہ آپ کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ کروں گا۔ کیونکہ آپ مسلمانوں کے سردار ہیں، میں نہ آپ کی نزدیکی کا انکار کر سکتا ہوں اور نہ آپ کی رائے سے بے نیاز ہو سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور آپ پر اتمام فضل فرمائے اور مجھے ابو آپ کو اپنی رحمت سے نوانے اور دوزخ کی آگ سے بچائے۔  
والسلام علیک ورحمتہ اللہ

حضرت ابو عبیدہ کو جاہلیہ میں یہ خط ملا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ خلیفہ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور خالد بن ولید کو زندہ رکھے۔

لیکن جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ کے بجائے حضرت خالد بن ولید سپہ سالار اسلام بنائے گئے ہیں تو ان کو بہت افسوس ہوا خصوصاً حضرت سعید بن العاص کے خاندان کو جو حضرت ابو عبیدہ کا بہت ارادت مند تھا

لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کے خلوص و ایثار کا یہ حال تھا کہ اپنے قول و عمل دونوں سے خوشنودی و رضامندی کا اظہار کیا، اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خالدؓ دونوں بزرگوں کے لئے دماغ خیر فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید نے عراق سے شام کی جانب کوچ کیا آپ کی رکاب میں ساڑھے آٹھ سو مجاہدین تھے جن میں تین سو مجاہزین و انصار تھے۔

عراق اور شام کے درمیان بڑے بڑے صعوبت ناک اور شہوار گزار صحرا تھے جن میں انسان قدم رکھنے کا بھی حوصلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دینے والوں نے لرزہ خیز مصائب و شدائد بروا کرتے ہوئے ان کو عبور کر لیا۔ حدود شام میں داخل ہونے کے بعد حضرت خالدؓ کے چھوٹے چھوٹے متعدد معرکے پیش آئے۔ آپ ارکہ اور قدمہ وغیرہ کو حلقہ اطاعت میں داخل کرتے ہوئے بصری پر حملہ آور ہوئے جو شام کا ایک مشہور شہر اور خود ان کا صدر مقام تھا۔

ورنجار جو ایک رومی سپہ سالار تھا، پانچ ہزار کی ایک زبردست جمعیت کے ساتھ مقابلے کو نکلنا، مسلمانوں کی تعداد پہلے ساڑھے آٹھ سو تھی، بعد میں چار سو مسلمان اور آگئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے فوج کی ترتیب کے بعد سواروں کے دو حصے کئے اور دونوں کو حکم دیا کہ پہاڑوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں۔

اپنی کثرت تعداد کے زعم میں رومیوں نے خود جنگ کی ابتداء کی، انھوں نے دو حصے نہایت سخت کئے۔ لیکن مسلمانوں کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی

حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے دستے کے ساتھ قلب میں موجود تھے، زیہوں کے حملے کے هجوم میں آپ کی آواز بلند ہوئی، —

مسلمانو! استقلال! تم پر خدا کی رحمت ہو، حملہ کرو، اگر تم محض خدا کی خوشنودی کے لئے لڑو گے تو یقین کرو کہ یہ ایک گھنہ دہ بھی تمہارے مقابلے میں نہ ٹھہر سکیں گے۔

یہ کہہ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حملہ کیا، ساتھ ہی مسلمان ہی ٹوٹ پڑے اور وہی مقابلہ کی تالاب نہ لاکر بھاگے اور قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے، آخر میں انھوں نے اطلاع قبول کر لی۔ اس کے بعد اہل عساکر پر حملہ کیا گیا۔ پھر غوطہ پر، یہاں بھی رومی تھا میں ٹھہرنے سکے اور بھاگ کر دمشق چلے گئے،

حضرت خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ شروع کیا، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو حضرت خالدؓ کے آئیگی اطلاع ہوئی تو آپ بھی جا بیہ سے کوچ کر کے حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں حضرت ابو عبیدہؓ کو دو بار خلافت کا حسب فرمان ملا

اما بعد۔ فانی قد ولایت	اما بعد۔ میں نے شام میں دشمنوں سے جنگ کر نیکی
خالد القتال العدو با	لے خالد بن ولید کو سپہ سالار مقرر کیا ہے،
الشمام فلا تخافوه واسمع	اس لئے تم ان کی مخالفت نہ کرنا وہ جو بات کہیں جو
له والحق امره فاني لما بعته	سنا اور ان کا حکم ماننا، میں نے تمہارے بجائے
عليك ان لا تكون عندى	ان کو اس لئے سپہ سالار مقرر نہیں کیا ہے کہ تم میرے
خيرا مني ولكن ظننت ان	نزدیک ان سے بہتر نہیں ہو۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ محض
له فطنة في الح	جنگ میں ان کو جو مہارت حاصل ہے وہ تمہیں حاصل نہیں
ليس	

## معرکہ اجنادین

جس زمانہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے دمشق کا محاصرہ شروع کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ بلقاء میں۔ حضرت عمرو بن عامر فلسطین میں اور حضرت شہر جمیل بن حسنہ بصری میں تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اطلاع ملی کہ حمص کا حاکم "وردان" ایک زبردست فوج کے ساتھ آیا ہے اور حضرت شہر جمیل بن حسنہؓ کو دوسرے اسلامی سپہ سالاروں

کی فوج سے جدا کروینا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی پہنچی کہ رومیوں کا ایک جرار لشکر اجنادین میں اترا ہے اور اس کی حمایت میں مقامی باشندے بھی جمع ہو رہے ہیں۔

ان خبروں نے حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو پریشان کر دیا۔ بیگ وقت دو محاذوں پر بڑی فوجوں سے معرکہ آرا ہونا مسلمانوں کے لئے مناسب تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "پیری رائے یہ ہے کہ رومیوں کے پہنچنے سے پہلے ہم شہر جمیل بن حسنہؓ کے پاس پہنچ جائیں اور لکھا ہو کہ ان کا مقابلہ کریں۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "نہیں یہ مناسب نہ ہوگا۔ رومی ہمارے سر پر اجنادین میں موجود ہیں۔ جہاں ہم شہر جمیل بن حسنہؓ کی طرف بڑھے کہ رومیوں نے ہمارا تعقب

کیا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم یہیں دشمن کا مقابلہ کریں اور شہر جمیل بن حسنہؓ کو صورت حال سے آگاہ کریں کہ اپنے پاس بلا لیں۔ ان کے علاوہ یزید بن ابی سفیان

اور عمرو بن العاص کو بھی خط لکھیں کہ وہ بھی اسی جگہ چلے آئیں۔ پھر سب ملکر اجنادین میں دشمنوں سے معرکہ آرا ہوں۔“

اسی مشورہ کے مطابق حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ دمشق سے اجنادین کی طرف کوچ کیا اور دوسرے پہ سالوں کو اس مضمون کے خطوط لکھے۔

اجنادین میں رومیوں کی ایک فوج اتری ہے جو تعداد میں بھی کم ہے اور قوت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ سے تباہ کر ڈالے گا میں نے جس روز تمہارے پاس یہ قاصد بھیجا ہے۔ اسی روز دشمن کے مقابلہ کیلئے اجنادین کی طرف کوچ کیا ہے۔ یہ خط دیکھتے ہی دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تم پر خدا کی رحمت ہو پوری تیاری اور سچی نیت کے ساتھ کوچ کرو۔ اللہ تمہیں دو گنا اجر دے اور تمہارا گناہ معاف فرمائے۔

دمشق سے جاتے ہوئے حضرت خالد فوج کے آگے تھے اور حضرت ابو عبیدہ دونوں مجاہدین کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دمشق والوں نے ایک شہر سے نکل کر حضرت ابو عبیدہ پر حملہ کر دیا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے نہایت دلیری کے ساتھ ان کا مقابلہ شروع کیا۔ ادھر حضرت خالد کو معلوم ہوا تو وہ اپنا سال لٹے ہوئے پلٹے اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کے ایک ہی حملہ میں دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ دمشق کی طرف بھاگے۔ حضرت خالد نے تین میل تک ان کا تعاقب کیا وہ دمشق میں گھس کر پناہ گزیں ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید کا خطا پا کر حضرت شرجیل بن حسنہ نے مجاہدین کو تیار کیا  
کا حکم دیا۔ اور ان کو لیکر اجنادین کی طرف کوچ کیا۔

وردان کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت شرجیل بن حسنہ کا تعاقب کیا۔ اسی  
درمیان میں اسے اجنادین کے رومیوں کا پیام ملا کہ تم ہمارے پاس آؤ ہم چاہتے  
ہیں کہ تمہیں سپہ سالار بنا کر تمہارے زیر علم مسلمانوں سے لڑیں اور ان کو اپنے  
ملک سے نکال دیں۔ اس پیام سے وردان کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اس نے  
سوچا کہ اجنادین پہنچنے سے پہلے حضرت شرجیل بن حسنہ کی فوج کو تباہ کر کے اپنا  
ایک کارنامہ پیش کر دے۔ چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے مسلمانوں کا تعاقب  
کیا۔ لیکن حضرت شرجیل بن حسنہ مسلمانوں کو لئے ہوئے حضرت خالد کے پاس  
پہنچ گئے۔ وردان رومیوں کے پاس اُترا۔

حضرت شرجیل بن حسنہ کے بعد یزید بن ابی سفیان اور عمر بن عاص بھی آئے  
حضرت خالد نے دوسرے روز صبح کو فوج کی ترتیب شروع کی۔ حضرت  
ابو عبیدہ کو قلب کا حضرت معاذ بن جبل کو مہینہ کا حضرت سعید بن عامر کو میسرہ کا  
اور حضرت سعید بن زید کو رسالے کا افسر مقرر کیا۔

اس ترتیب اور صف بندی کے بعد حضرت خالد نے مجاہدین کی صفوں کے  
درمیان چکر لگا لگا کر ان کو جوش دلانا اور ان کا حوصلہ بڑھانا شروع کیا۔  
خواتین خیموں کے دروازوں پر کھڑی تھیں، سامنے سے کوئی مسلمان گذرتا  
تو ننھے ننھے بچوں کو آگے بڑھا کر کہتیں

دیکھو! ان بچوں کا خیال کرنا۔ اپنی عورتوں کو بھول نہ جانا، اپنی

عزت بچانا۔ اللہ کے نام پر لڑو۔

حملے سے پہلے حضرت خالد نے ایک ایک قبیلہ اور ایک ایک صف کے سامنے جا کر یہ تقریر کی۔

اللہ کے بندو! اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ خبردار پیٹھ نہ دکھانا۔ دشمنوں سے مرعوب نہ ہو جانا، شیروں کی طرح حملہ کرنا۔ تم آزاداؤ شریف ہو۔ تم نے دنیا طلی سے انکار کر دیا ہے۔ تم خدا سے اسیر پانے کے مستحق بن چکے ہو۔ دیکھو! دشمن کی کثرت تمہیں خوفزدہ نہ کر دے۔ خدا کی طرف سے ان پر نجات اور سزا نازل ہونے والی ہے، ان پر خدا کا قہر آئے گا۔ خبردار! میرے حملہ کرتے ہی تم بھی دشمنوں پر لوٹ پڑنا۔

حضرت معاذ بن جبل نے مجاہدین کو مخاطب کر کے کہا

مسلمانو! آج اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اگر تم نے آج رومیوں کو شکست دیدی تو یہ ملک ہمیشہ کے لئے دارالاسلام بن جائے گا اور تم خدا کی خوشنودی اور اجر عظیم حاصل کر لو گے۔

حضرت خالد بن ولید ظہرتک صرف مدافعت بہرہ گفتا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن رومیوں نے مسلمانوں کے سینہ اور میسرہ پر تھوڑا توڑ دو حملے کر دئے اور مسلسل تیر برساکر مسلمانوں کو برم کر دیا۔ حضرت سعید بن زید نے جو حضرت عمر کے چچے تھے اور اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جوش میں آکر حضرت خالد سے کہا۔

ہم کیوں ان غلاموں کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ تیروں کی بارش

سے ہمارے گھوڑے بھڑک رہے ہیں۔“

آخر حضرت خالد نے اپنے رسالے کو حملے کا حکم دیا اور خود آگے بڑھ کر حملہ کیا۔  
 مجاہدین کے پہلے ہی حملے میں رومیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور ان کے قدم  
 اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور قتل عام شروع کر دیا۔ مسلمان انکی  
 چھاؤنی پر قابض ہو گئے۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ تین ہزار رومی مارے گئے  
 باقی بھاگ کر ایلیا، قیسیاریہ، حمص، اور دمشق وغیرہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے  
 شنبہ ۲۸ جمادی الاول ۳۳ھ کو یہ جنگ ہوئی۔ حضرت خالد نے حضرت  
 ابو بکر کو فتح کا خط لکھا۔ آپ نے خط پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ ۱۵

شہدائے اجنادین میں حضرت عمرو بن العاص کے بھائی حضرت ہشام  
 ابن العاص بھی تھے وہ سابق الاسلام اور دو ہجرتوں سے ممتاز تھے۔ مسلمانوں نے  
 رومیوں کا تعاقب کیا تو راستے میں انھیں ایک تنگ مقام جس سے صرف ایک  
 آدمی گذر سکتا تھا۔ جو مسلمان اس مقام سے پار ہو گئے ان سے رومی لڑنے لگے  
 حضرت ہشام شہید ہو کر اس تنگ مقام میں گر پڑے۔ اب جو مسلمان وہاں  
 پہنچتا تھا حضرت ہشام کی لاش پر گھوڑا لے جاتا اور انکر کے وہیں رک جاتا تھا  
 حضرت عمرو بن العاص آئے تو انھوں نے کہا

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھائی کو شہید کیا اور اس کی روح  
 کو اٹھالیا۔ یہاں تو صرف اس کا جسم ہے۔ اس لئے تم لوگ  
 ان کی لاش پر سے گھوڑے لے جاؤ۔

یکہ کر آپ نے گھوڑا بڑھایا۔ ساتھ ہی تمام لوگ چل پڑے۔ شہید راہِ حق کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اختتامِ جنگ کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی کی لاش کے ٹکڑوں کو دورے میں بھر کر سپردِ خاک کیا۔ ۱۰

## محاصرہ دمشق !

اجنادین کی جنگ کے بعد حضرت خالد بن ولید حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور تمام سپہ سالارانِ اسلام دمشق آئے اور چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا گیا حضرت خالد بن ولید نے شہرِ پناہ کے مشرقی دروازے سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک خانقاہ میں نیمہ ڈالاجو آپ کے قیام کی نسبت سے ”دیر خالد“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ ”باب الجابیہ“ آترے، حضرت شرجبیل بن حسنہ ”باب الفراویس“ پر۔ حضرت عمرو بن العاص ”باب نوما“ پر اور حضرت یزید بن ابی سفیان ”باب کیسیان“ پر متعین ہوئے۔

محاصرے کے بعد مسلمانوں اور رومیوں میں چھوٹے چھوٹے مقابلے شروع ہوئے ایک روز حضرت خالد فوج لے کر نکلے اور یلغار کرتے ہوئے شہرِ پناہ تک پہنچ گئے۔ رومیوں نے شہر میں گھس کر پھانک بند کر لیا اور شہرِ پناہ کے اوپر سے پیغمبرِ رسالے لگے۔ لڑائی کا سلسلہ جاری تھا۔ اسی دوران میں ایک روز حضرت خالد کو جاسوس نے خبر دی کہ ہرقل شاہِ روم نے ایک بڑی فوجِ دمشق والوں کی مدد کے لئے روانہ کی ہے۔ جو بالکل سر بہر آ پہنچی ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد نے

طے کیا کہ رومی فوج کو دمشق تک نہ پہنچنے دیا جائے اور دمشق کے باہر ہی اس سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اسباب اور عورتوں کو حضرت یزید بن ابی سفیان کے ساتھ محفوظ مقام میں مجھ دیا۔ اور خود حضرت ابو عبیدہ کو لیکر رومی فوج کی طرف پڑھے اس فوج کا سپہ سالار "درنجار" تھا جسکو حضرت خالد بصری میں شکست دے چکے تھے۔ اس کے ساتھ پانچ ہزار منتخب بہادران روم تھے۔ اور اتنے ہی آدمی حوس وغیرہ کے اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس طرح اس کی فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

حضرت خالد نے دشمن کے قریت ہتھکے فوج کی صف بندی کی حضرت معاذ بن جبل کو مینہ کا۔ حضرت ہاشم بن عقبہ کو میسرہ کا۔ حضرت سعید بن زید کو در سالہ کا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو پیدل والوں کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔

فوج کی ترتیب و صف بندی کے بعد حضرت خالد نے چاہا کہ ایک ایک صف کے سامنے جا کر معائنہ کریں اور مجاہدین اسلام کو جوش دلائیں۔ لیکن ابھی آپ نے پہلی ہی صف کا معائنہ فرمایا تھا کہ رومیوں نے حضرت سعید بن زید پر حملہ کر دیا۔ حضرت سعید نے نہایت شجاعت و بہادری سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ مجاہدین اسلام بھی ہر طرف سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت معاذ بن جبل نے رومیوں کے مینہ پر حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کر دیا۔ حضرت خالد میسرہ پر حملہ آور ہوئے اور اس کے قدم اکھاڑ دیئے۔ رسالہ حملہ کر کے رومیوں کو پوری شکست دیدی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور پورے لشکر کو لوٹ لیا۔ جو رومی مسلمانوں کی تیغ قضا سے بچ گئے۔ وہ بھاگ کر دمشق میں پناہ گزین ہوئے۔

اور کچھ حصوں اور انطاکیہ چلے گئے۔

اس جنگ میں پانسو رومی بحالت مقابلہ کام آئے اور اتنے ہی تعاقب فرار کی حالت میں قتل و گرفتار ہوئے یہ جنگ ”یوم مرج العفر“ کے نام سے موسوم ہے۔ اختتام جنگ کے بعد بہادران اسلام نے مظفر و منصور واپس آکر پھر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نہ اطاعت قبول کرتے تھے اور نہ ان کو باہر نکل کر مقابلہ کی جرأت ہوتی تھی۔ ایک روز دمشق کے حاکم نے اپنے جاسوسوں سے مسلمانوں کی حالت دریافت کی، انہوں نے مسلمانوں کی نیکی و دیانت، خدا پرستی و نیک بیاداری کا حال بیان کیا۔ حاکم نے کہا۔

”یہ لوگ رات کے راہب اور دن کے شیر ہیں۔ خدا کی قسم! میں نہ

ان سے مقابلہ کر سکتا ہوں اور نہ ان سے جنگ کر کے کامیابی ممکن ہو“

چنانچہ اس نے صلح کی تحریک شروع کی۔ جو شرائط طے نہ ہونے کے باعث ناکام رہی۔

## حضرت ابوبکر کی وفات

اسی طرح دمشق کا محاصرہ جاری رہا کہ دو شنبہ ۳۲ جمادی الآخر ۳۳ھ

کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ مسند آراء کے خلافت ہوئے۔

حضرت عمرو نے اس واقعہ کی اطلاع دہی کی عرض سے حضرت ابو عبیدہ

کو یہ مکتوب لکھا۔

خليفة رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ انا لله و

## اِنَّآلِیْہِ لَکَ جَعُوْنَ ۝

حضرت ابو بکرؓ پر خدا کی رحمت ہو جو حق کہتے تھے۔ عدل قائم کرتے تھے نیک پر عملتے تھے اور نیک نفس انسان تھے۔ ہم ہر گناہ سے بچنے کے لئے خدا کی رحمت کے طلبگار اور اسی کی جانب رجوع ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ اپنی اطاعت کے عمل کی توفیق بخشے۔ اور آخرت میں باعزت مقام عطا فرمائے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

والسلام علیک ورحمتہ اللہ۔

خط پڑھنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذ بن جبل کو بلایا۔ انہوں نے خط پڑھ کر قاصد کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

ابو بکرؓ پر خدا کی رحمت و رضوان ہو ان کے بعد مسلمانوں نے کیا فیصلہ کیا؟

قاصد نے کہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا۔ الحمد للہ مسلمانوں نے بہت بہتر کیا جو اس تجویز کو قبول کر لیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا میں نے خط پڑھ کر اس ڈر سے قاصد سے کچھ نہیں پوچھا کہ وہ کسی اور کا خلیفہ ہونا نہ بتائے،

قاصد نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا میں نے حضرت عمرؓ نے آپ سے مسلمانوں کی حالت دریافت کی ہے اور خالد بن ولیدؓ، یزید بن ابی سفیان اور عمرو بن العاصؓ کا حال

نام بنام پوچھا ہے۔“

حضرت امین الامتؑ نے فرمایا۔ مخالفہ بہترین سپہ سالار اور مسلمانوں کے سچے خیر خواہ ہیں، ان پر نہایت ہر بانی رکھتے ہیں، ان کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے ہیں۔ دشمنوں پر عدسے زیادہ سخت ہیں، اللہ انھیں مسلمانوں کی طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے، یزید بن ابی سفیان اور عمر بن العاص بھی اپنے طول و طریق اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں ویسے ہی ہیں جیسا انھیں میرے اور عمر کے نزدیک ہونا چاہئے۔“

قاصد نے پوچھا۔ سعید بن یزید اور معاویہ بن جبل کی حالت سے بھی آگاہ فرمائیے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔ یہ دونوں ویسے ہی ہیں جیسے تم انھیں دیکھ رہے ہو بلکہ جیسے جیسے ان کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ دنیا سے ان کی بے رشتگی زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور آخرت کا اشتیاق ترقی کرتا جا رہا ہے۔“

یہ سن کر قاصد چلنے کے لئے اٹھا، حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا ”سبحان اللہ“ فرامیخرو جواب تو لکھ دوں۔ یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کو ایک مشترکہ خط لکھا۔

سلام علیک، ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد ہم رقم طراز ہیں۔ کہ اے عمر و! ہم نے تمہیں اس حال میں دیکھا تھا جب تمہارے پیش نظر صرف اپنی ذات کا معاملہ تھا۔ مگر اب تم امت محمدیہ کے پورے معاملات کے ذمہ دار بنائے گئے ہو، سیاہ و سفید کل تمہارے ہاتھ میں

دیدیا گیا ہے اب دشمن اور دوست، معزز اور حقیر، کمزور اور قوی  
سب تمہارے سامنے بیٹھیں گے، تمہارے انصاف میں ہر شخص کا  
حق و حصہ ہوگا۔ اس لئے اسے عمرِ ادا دیکھنا ہے کہ اب تم کیسے ثابت  
ہوتے ہو اور کیا کرتے ہو؟

اسے عمرِ ادا ہم نہیں وہ دن یاد دلاتے ہیں جب دلوں کی چابوٹ کی  
جائگی، پوشیدہ راز حریاں ہو جائیں گے، اور چھپی ہوئی برائیوں  
ظاہر ہو جائیں گی، سب ملک القہار کے سامنے سرنگوں ہو جائیں  
گے، وہ بادشاہِ ظاہر جس کی سلطوت کے سامنے سب عاجز و مغلوب  
ہیں۔ اس کے حضور سجدے میں پڑے ہوئے اس کے فیصلے کا  
انتظار کر رہے ہوں گے اور اس کے عذاب کے خوف سے لرز رہے  
اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

اسے عمرِ ادا ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے  
جو ظاہر کو پسند کریں گے باطن کے دشمن ہوں گے، ہم اس حالت  
سے پناہ مانگتے ہیں، اس لئے اس خط کو اسی نگاہ سے دیکھنا،  
جس نگاہ سے ہم دیکھ رہے ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قاصد کی روانگی کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے حضرت حافسہ کہا کہ حضرت  
عمر نے اپنے مکتوب میں نہیں لکھا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حضرت ابو بکر کی وفات  
سے آگاہ کریں، اس لئے جب تک حضرت عمر نہیں اس کے لئے حکم نہ دیں، کس

سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا چاہیے، حضرت معاذ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

## حضرت ابو عبیدہؓ دوبارہ قیادتِ عظمیٰ پر

چند روز کے بعد حضرت عمرؓ کا خط پہنچا جس میں حضرت عمرؓ نے حضرت خالد کو افواجِ شام کی قیادتِ عظمیٰ سے علیحدہ کر کے اس منصب پر پھر حضرت ابو عبیدہؓ کو مامور کر دیا تھا۔ خط حسب ذیل ہے۔

اللہ کے بندے عمرؓ امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح اور معاذ ابن جہل کے نام۔

میں اللہ واحد کی حمد و ثنا کے بعد تم دونوں کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ تقویٰ ہی میں تمہارے پروردگار کی خوشنودی، تمہاری ذات کی بھلائی اور بحالتِ مصیبت فلاح ہے۔ تمہارا مکتوب پہنچا تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے ایسی حالت میں دیکھ چکے ہو۔ میری نظر میں جب صرف میری ذات کا معاملہ اہمیت رکھتا تھا تب میں یہ بات کیسے معلوم ہوئی، یہ تمہاری طرف سے درحقیقت میرے ساتھ تجاوز ہے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب میں پوری اُمتِ محمدیہ کے معاملہ کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہوں، اب اعلیٰ اور ادنیٰ دوست اور دشمن کمزور اور شہ زور سب ہی میرے سامنے بیٹھیں گے، اور عدل میں سب کا یکساں حصہ ہوگا۔ اس لئے تم یہ جاننا چاہتے ہو

کہ اس صورت میں کیسا ثابت ہوتا ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ خود مجھ میں کوئی قوت و طاقت نہیں ہے تمام قوت و طاقت صرف اللہ ہی کی جانب سے مل سکتی ہے۔

تم نے مجھے آنے والے دن سے خوف دلایا ہے بے شک وہ دن روز و شب کی گردش کے ساتھ قریب چلا آ رہا ہے۔

گردش ہرنے کو پھرانا۔ ہر دور کو نزدیک، ہر آئندہ چیز کو موجود کر دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت کا دن بھی آجائے گا۔ جب دلوں کی جانچ ہوگی۔ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ تمام سرخرواں قہار کی عظمت و جلال کے سامنے خم ہو جائیں گے۔ جنھیں وہ اپنے جبروت سے مقہور کر دے گا۔ چنانچہ اس کے حضور میں سب سر بسجود، اس کے عذاب سے خوف زدہ، اس کے فیصلہ کے منتظر اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔ اور تم نے لکھا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ظاہر کو پسند کریں گے اور باطن کے دشمن ہوں گے۔ مگر یہ زمانہ ایسے لوگوں کا نہیں۔ ایسے لوگ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ جب کہ رغبت و بے رغبتی اللہ سے نہیں بلکہ خود لوگوں کی آپس میں ہوگی۔

دنیا کی حکومت و شاہی کی کچھ حقیقت نہیں ہے، کیونکہ

ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں بھائی

کا جانی کہیں چلا جائے، یا اس پر سردار بنا دیا جائے تو اس سے دوسرے کی دنیا و آخرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ نوابید سردار اور حاکم اپنے بھائی کی نسبت فتنے سے زیادہ قریب اور اس خطرے کے درمیان ہوتا ہے کہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اس لئے کہ امارت اسے گناہ کے لئے آگے بڑھا دیتی ہے۔ ہاں جس کو خدا محفوظ رکھے اس کی دوسری بات ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

خالد اس حال میں معزول کئے گئے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مروج و محبوب تھے۔ وہ مسلمانوں کے افسر بنائے گئے تھے اور انہوں نے اپنے فرض کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ مسلمانوں کے لئے انکی کوششیں محنتیں اور جفاکیشیاں بہت اہم اور فائدہ بخش ہیں۔“

حضرت عمرؓ کے خط کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ پھر مجاہد بن شام کے سپہ سالار ہو گئے۔ چنانچہ دمشق کے محاصرہ کا انتظام آپ کے ہاتھ میں آ گیا۔ آپ نے حضرت خالدؓ کو اسی مورچہ پر قائم رکھا جہاں آپ تھے اور یہی طے کیا کہ جب دشمن سے مقابلہ ہو تو اسلامی رسالہ کی عام سپہ سالاری حضرت خالدؓ کے سپرد رہے گی۔

## دمشق کی فتح

اہل دمشق کو میدان میں آکر لڑنے کی ہمت نہ تھی۔ فصیل کے اوپر سے تیر اور بچھو برسار رہتا تھے۔ اور مسلمان بھی انہیں چیزوں سے کام لے رہے تھے۔ ایک روز

ای طرح کا مقابلہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابان بن سعید کو ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔  
 ابھی شام ہی میں عقیقہ کی لڑکی ام ابان سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ شوہر کی شہادت  
 کے بعد انہوں نے شہید کے تمام جنگی سامان اپنے بدن پر آراستہ کئے۔ اور میدان  
 میں آ کر تیر اندازی شروع کی۔ رومی شہر کے اوپر سے لڑنے لگے تھے ان کے آگے پادری  
 ہاتھ میں صلیب لئے فوج و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ ام ابان بڑی تیر انداز  
 تھیں۔ انہوں نے ایسا تاناکر تیر مارا کہ صلیب پادری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شہر پناہ  
 کے نیچے گر پڑی مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھائی۔

رومی اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے اور جوش میں آ کر فلعے سے باہر نکل پڑے  
 اس غیر متوقع حملہ سے مسلمان گھبرا گئے۔ مگر ام ابان اسی ثبات و استقلال کیساتھ  
 تیر چلا رہی تھیں۔ جو رومی صلیب لینے کے لئے آگے بڑھتا وہ ان کے تیروں کا  
 نشانہ بنتا۔ حاکم دمشق تو ابھی بڑی پادری سے لڑ رہا تھا۔ قدر انداز خانوں نے  
 ایسا تاناکر تیر مارا کہ ٹھیک نو ماکی آنکھ میں جا کر لگا۔ وہ بھاگا اور پھر سامنے نہ آیا  
 ام ابان جوش بہاؤ میں یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔

ام ابان تو اپنا انتقام لے	ام ابان ذالطیو، نبارك
اور ان پر پے در پے حملے کئے جا	موفق علیہم مودة المتدارك
رومی تیروں سے بچنے لگیں لہ	قد ضلجم اھتوم من بئلك

اہل دمشق کو بڑا بھروسہ تھا کہ محص میں فیروز جو دہے وہ مدد بھیجے گا۔ اور اس نے  
 محص سے فوجیں روانہ بھی کیں۔ مگر ذوالکلاع جمہری محص و دمشق کے درمیان

متعین تھے، انھوں نے امدادی فوجوں کو وہیں روک لیا۔ اور دمشق تک پہنچنے  
 نہ دیا۔ رومیوں کو یہی خیال تھا کہ مسلمان گرم ملک کے باشندے ہیں۔ شام کی  
 سردی برداشت نہ کر سکیں گے اور موسم سرما تک واپس چلے جائیں گے۔ مگر ان کا  
 یہ خیال بھی پورا نہ ہوا جس سارے کا غروب ہونا اہل شام کے نزدیک موسم سرما کا  
 نشان تھا وہ غروب ہو چکا تھا۔ شدت سے سردی پڑ رہی تھی مگر مسلمان اپنے  
 مورچوں میں مطمئن پڑے تھے۔ اسی طرح یہ محاصرہ دو مہینے دس روز تک۔ اور  
 دوسری روایت کے مطابق چھ مہینے تک قائم رہا۔

مسلمانوں کے جاسوس ہر وقت اہل دمشق کے حالات معلوم کرتے رہتے  
 تھے۔ ایک روز شیب کے وقت حضرت خالد کو اطلاع ملی کہ دمشق کے بطن کے  
 یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ آج اس کے یہاں دعوت تھی۔ اہل شہر نے خوش ہوا۔  
 نوشی کی ہے اور شام ہی سے غافل ہو کر سو رہے ہیں۔ یہ بات معلوم ہوئے ہی حضرت  
 خالد اپنی خاص فوج کے ساتھ شہرِ پناہ کی طرف بڑھے۔ شہرِ پناہ کے نیچے پانی سے  
 بھری ہوئی تندق تھی۔ حضرت خالد نے اسے مشک کے ذریعہ پار کیا۔ کمنڈر  
 اور رومی ساتھ تھی۔ حضرت خالد نے قلعہ اور مذکورہ بن عدنی کو کمنڈر کے ذریعے  
 شہرِ پناہ پر چڑھا دیا۔ انھوں نے کمنڈر کو کنگرے سے خوب مضبوط باندھ کر  
 کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔ حضرت خالد نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ جس وقت  
 لشکرِ اکبر کی صدا بلند ہو کچھ مسلمان تو شہرِ پناہ پر چڑھ جائیں۔ اور کچھ پھانک پر پہنچ  
 جائیں۔ اس کے بعد حضرت خالد بھی چند جاں باز رفقہ کے ساتھ قبیل پر  
 چڑھ گئے۔ وہاں چند آدمیوں کو میڑھی کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی آدمیوں

کے ساتھ شہر میں اترے اور جلدی سے پھانک پر پہنچ کر پہلے پہرہ داروں کو قتل کیا۔ پھر ایک تلوار قتل پر مار کر کڑے کاٹ ڈالے۔ ساتھ ہی آپ نے "اللہ اکبر" کا نعرہ مارا۔ نعرہ تکبیر سنتے ہی کچھ مسلمان فہیل برچڑھ گئے اور کچھ پھانک میں داخل ہو گئے۔ رومی بھی ہوشیار ہو کر مقابلے میں آگئے۔ لڑائی ہوسے لگی۔ مگر رومی بہت جلد بھاگ کھڑے ہوئے اور باب جاہ پر جا کر حضرت ابو عبیدہ سے مصالحت کر کے ان کو اندر بلا لیا۔ مفسلاً جو وسط شہر میں واقع تھا۔ حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہؓ صلح منظور فرما چکے تھے۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے بھی تلوار نیام میں کر لی۔ شہر کا جتنا حصہ حضرت خالدؓ نے ملے کیا تھا وہ برور شہر شیر فتح ہوا تھا۔ مگر پوسے شہر کی فتح بذریعہ صلح قرار دی گئی۔ اس لئے اہل دمشق نہ لڑے گئے اور نہ لونڈی غلام بنائے گئے۔

اہل دمشق نے فی کس ایک دینار۔ زین سے نصف زین اور دینار سے نصف دینار دینا منظور کیا۔

دمشق میں جو چیزیں شاہی ملک تھیں وہ وقف کر دی گئیں۔ دوران جنگ میں جو چیزیں ہاتھ آگئی تھیں وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوئیں۔ اور ان میں سے ان لوگوں کو بھی نصف حصہ دیا گیا جو دمشق سے دور اس لئے متعین تھے کہ اہل دمشق تک مدد نہ پہنچے دیں۔

اروہ کی بعض کتابیں جن کا ماخذ غالباً داقدی کی فتوح الشام اور انگریزی کی کتابیں ہیں۔ یہ غلط واقعہ لکھا ہے کہ دمشق کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے دمشق

کسی نسخے کے بعد حضرت خالد نے دمشق میں اعلان کر دیا کہ تم  
 میں سے جو شخص ترک وطن کرنا چاہے اس کو امن ہے لیکن تین روز  
 کے بعد مسلمانوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ انہیں جہاں پائیں قتل کر دیں  
 کچھ اہل شہر نے اس کو منظور کیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو لیکر  
 شہر سے باہر نکل گئے۔ ان کے ساتھ پوختیدہ طور پر کچھ مسلمان  
 بھی روانہ ہو گئے اور تین روز کی مدت پوری ہو گئی تو مسلمانوں  
 نے انہیں قتل کر دیا۔

علامہ رفیق بیک مہری اس واقعہ کی نسبت اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ  
 میں نے مؤرخین متقدمین طبری بلاذری اور یعقوبی کی روایتوں میں  
 اس واقعہ کو تلاش کیا ابن اثیر وغیرہ متاخرین کی تصانیف بھی پڑھی  
 مگر کہیں یہ واقعہ نہ ملا۔ البتہ دو ہم عصر عیسائیوں کی کتابوں میں یہ  
 واقعہ موجود ہے جن میں ایک تو "تاریخ شام" ہے جو جرجی آفندی  
 کی تصنیف ہے اور دوسری تاریخ دانی ہے جو امین آفندی  
 شمیل کی ہے۔ ان کتابوں کی زبان اگرچہ عربی ہے۔ لیکن انکی  
 عبارت شاہد ہے کہ وہ انگریزی سے ترجمہ ہیں۔ اس لئے کہ  
 میں عربیت کی ذرا بھی بوجاس نہیں ہے۔ وہ دونوں مصنف  
 اس امر سے بالکل قاصر ہیں کہ ایسے واقعہ کی تحقیق ان معتبر تاریخوں  
 سے کرتے جنکے مصنفین نے پھرتے پھرتے کسی واقعہ کو نظر انداز نہیں کیا ہے  
 کسی کو تفصیل سے بیان کیا ہے کسی کو اجال سے مگر فتح کے ادنیٰ سے ادنیٰ

واقعہ کو بھی یقلم ترک نہیں کیا ہے۔ جب ان کا یہ عام دستور ہے تو وہ اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش کیونکر رہ سکتے تھے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے کسی مؤرخ نے جو مسلمانوں کے معائب کے تحس اور محاسن کے اخفا کے بڑے حریص ہوتے ہیں۔ پایہ اعتبار سے بالکل ساقط اور محرف کتب مغازی ”فتوح الشام“ وغیرہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے یا رو میوں کی تاریخ سے لیا ہے۔ جو لغویات لولسی کے عادی ہیں اور تبعاً فاتح قوم کی مذمت میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔

علامہ رفیق بک نے دراپٹ بھی اس واقعہ کی تردید کی ہے۔ جن مؤرخین نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

مسلمان تین روز کے بعد لاذقیہ کی طرف سے ہو کر آئے اور اہل دمشق کو قتل کر ڈالا۔ اگر مسلمان واقعی ایسا کرتے تو ان کو ایسے مقامات سے گزرنا پڑتا جن میں رومی لو جیں بھری پڑی تھیں۔ مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت ان مقامات سے کیونکر گذر سکتی تھی؟

## حملہ علیہا

حضرت ابو عبیدہ نے دیکھا کہ دمشق فتح ہو جائے گا تو آپ نے حضرت

سے سوا انہری حضرت عمرؓ کا علامہ رفیق بک معری ۱۲۰

عمر بن العاص کو اُردُن اور فلسطین کی جانب بھیجا یا اور ہدایت فرمائی کہ بڑے بڑے شہروں اور قلعوں سے پچکر سرحدی علاقوں پر حملے کرنا اور اگر کہیں کے باشندے صلح کی درخواست کریں تو ان سے صلح کر لینا۔ حضرت عمر بن العاص کی روانگی کے بعد حسب توقع دمشق فتح ہو گیا۔

دمشق کی فتح سے پہلے باشندگان دمشق نے شاہنشاہ روم سے مدد طلب کی تھی اس نے دو سپہ سالاروں کے ساتھ دس ہزار فوج روانہ کی تھی۔ لیکن بعلبک میں پہنچکر رومیوں کو اطلاع ملی کہ دمشق فتح ہو گیا اس لئے وہ بعلبک میں ٹھہر گئے۔

حضرت عمر بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم کے مطابق اُردُن فلسطین کے سرحدی علاقوں پر حملے کر کے رومیوں میں تلخ ڈال دی۔ اسی درمیان میں آپ کو فتح دمشق کی اطلاع موصول ہوئی ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ دمشق کی فتح سے ان علاقوں کے باشندے بہت ہراس و ختمہ ہو رہے ہیں اور خطرہ محسوس کر رہے ہیں کہ دمشق کی طرح ان شہروں پر بھی مسلمان قابض نہ ہو جائیں۔ اس لئے تمام رومی اور عرب عیسائی مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکلانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے شاہ روم ہرقس سے مدد طلب کی ہے اور اس نے بعلبک کی فوج کو ان کی امداد کا حکم دیا ہے۔ اس اطلاع کے بموجب حضرت عمر بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کو خط لکھا

دمشق کی فتح رومیوں کو بہت گراں گذری ہے۔ اس لئے اُردُن

اور فلسطین کے باشندوں نے جمع ہو کر عہد و پیمانہ کیا ہے اور

تم کھائی ہے کہ جب تک مسلمانوں کو ملک سے باہر نہ کر دیں گے  
اہل و عیال میں واپس نہ جائیں گے۔ خدا انکی قسموں کو باطل کرے گا  
اور ان کی آرزوؤں پر پانی بھیرنے والا ہے۔ وہ کافروں کو  
مسلمانوں پر کامیاب ہونے کی راہ کبھی نہ دے گا۔ آپس  
معاہدہ میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیے۔

استقواب رائے کے لئے حضرت ابو عبیدہ نے اس خط کو افسروں کے سامنے  
پیش کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے رائے دی کہ ”عمر بن العاص کے پاس  
ملکت بھیج کر ان کو حملے کا حکم دیجیئے۔ اور آپ ہمیں مقیم رہیئے۔“

حضرت خالد نے اس رائے کی مخالفت کی اور فرمایا کہ ”آپ بعلبک  
کی رومی فوج کا رخ دیکھیئے۔ اگر وہ اردن اور فلسطین کی جانب کوچ کرے تو آپ  
بھی عمر بن العاص کے پاس پہنچئے۔ اور پوری قوت سے مقابلہ کیجئے اور  
اگر بعلبک کی فوج اپنی جگہ رہے تو آپ ہمیں مقیم رہ کر عمر بن العاص کے پاس  
امداد بھیجئے اور ایک فوج بعلبک روانہ کیجئے۔“

حضرت ابو عبیدہ نے یہ رائے پسند فرمائی اور حضرت ثمر جہیل بن حسنہ  
کو حضرت عمر بن العاص کی جانب روانہ کیا اور چلتے وقت ان سے فرمایا کہ ”میں  
بعلبک کی رومی فوج کو تمہارے پاس تک پہنچنے نہ دوں گا۔ اور تمہیں برابر نہ بھیجتا  
رہوں گا۔“ حضرت ثمر جہیل بن حسنہ دو ہزار آٹھ سو مجاہدین کو لیکر حضرت عمرو  
بن العاص کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت ثمر جہیل بن حسنہ کی روانگی کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے حضرت

خالد سے فرمایا کہ بعلبک و ابی فوج کے مقابلے پر کون جائے گا؟ میں، یا آپ

یا زبیر ۹

حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ ”میں“

چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے آپ کو پانچ ہزار مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا  
آپ نے چلتے وقت حضرت خالدؓ کی مشایعت کی اور فرمایا کہ۔

خالد! میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دشمن

کے سامنے ہینچ کر چھیر چھانٹنے میں وقت صرف نہ کرنا۔ نہ استے قلعوں

میں سامان رسد اور مزید امداد کے حصول کا انتظار کرنے کا

موقع دینا۔ فوراً لڑائی شروع کر دینا۔ اگر تم نے انہیں شکست

دید ہی تو ان کی امید منقطع ہو جائے گی۔ ان کا حوصلہ پست

ہو جائے گا۔ اور وہ بدزل ہو جائیں گے۔ اگر تمہیں کمک کی

ضرورت ہو تو لکھنا۔ میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ اگر تم مجھے

طلب کرو گے تو میں خود بھی فوراً پہنچ جاؤں گا۔“

حضرت خالد کے بعلبک پہنچنے سے پہلے وہاں کی رومی فوج اُردن روانہ ہو چکی  
تھی اور عام باشندوں میں سے بھی ایسے لوگوں کو ساتھ لیتی گئی جو فوجی خدمت کے  
قابل تھے۔

حضرت خالد بن ولید نے بعلبک پر حملہ کیا، بہت سے رومی قتل و اسیر

ہوئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

## اُردُن میں مجاہدین کا اجتماع

حضرت خالد کی واپسی کے بعد مسلمانوں نے اُردُن کی طرف کوچ کیا حضرت خالد ڈیڑھ ہزار سواروں کے ساتھ بطور ہراول آگے تھے، جس وقت آپ اُردُن کے قریب پہنچے رومی فوج کا ایک حصہ اُردُن میں داخل ہو چکا تھا اور دوسرا حصہ راستے میں تھا۔ حضرت خالد نے اس حصہ پر حملہ کیا، بہت سے رومی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر لشکر گاہ میں پناہ گزین ہوئے۔ حضرت خالد کے بعد حضرت ابو عبیدہ بھی پہنچ گئے۔

اب تک رومی مقام ”میسان“ میں مقیم تھے، لیکن اب وہ اس علاقہ کے دوسرے مقام ”نخل“ میں منتقل ہو گئے۔ جہاں آگے چل کر ایک زبردست جنگ ہوئی۔ رومیوں کی تعداد تیس چالیس ہزار سے کم نہ تھی۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی غیر معمولی شجاعت و بہادری کا بخوبی تجربہ ہو چکا تھا، اور یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ خدا کی کھلی ہوئی نصرت ہے۔ چنانچہ مزید کمک کے انتظار میں وہ جنگ سے گریز کر رہے تھے۔ انھوں نے خندقیں کھود کر ان کو پانی سے لبریز کر دیا تھا۔ تاکہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ لیکن مسلمان خندقوں میں گھس کر رومیوں پر چھاپے مارتے،

عیسائی قبائل رومیوں کو برابر فوجی امداد بھیجتے رہتے تھے جن سے ان کی تعداد ترقی کرتی جا رہی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قریباً کی آبادیوں پر چھاپے ماریں تاکہ وہ دشمنوں کو ہمدرد بھیج سکیں، یہ کارروائی بہت مفید ثابت ہوئی۔

## رومی سرداروں سے حضرت معاذ کی دلیرانہ گفتگو

ایک روز رومیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو، جو گیبوں، بجر، انگور اور میوے پیدا کرتا ہے۔ اس لئے تمہیں یہاں رہنے کا حق حاصل نہیں ہے تم اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ جو فقر و فاقہ اور بد بختی و بد نصیبی کا مسکن ہے ورنہ ہم اتنی فوجوں سے تمہارا مقابلہ کریں گے کہ تم ملک خالی کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد تم خود تمہارے پر حملہ آدر ہوں گے اور جب تک تمہیں اور تمہارے اہل ملک کو ہلاک نہ کر ڈالیں گے واپس نہ ہوں گے۔“

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے جواب میں کہا، بھیجا کہ ”تم نے ہمیں پیغام دیا ہے کہ ہم اس ملک کے باشندے نہیں ہیں اس لئے ہم یہاں سے چلے جائیں۔ ہماری طرف سے اس پیغام کا جواب یہ ہے کہ ہم اس ملک کو ہرگز نہ چھوڑیں گے، اس لئے کہ زمین خدا کی ہے اور سارے انسان خدا کے بندے ہیں۔ خدا ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے ملک بخشتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اس نے ہمارے ہاتھوں تمہیں ذلیل کر دیا۔ اور تمہارے ملک کا ہمیں وارث بنا دیا۔ اس لئے اب ہم اس ملک سے نہیں جا سکتے۔“

تم نے ہمارے ملک کی نسبت کہا کہ وہ فقر و فاقہ کا ملک ہے۔ لیکن

اب خدا نے اس کے بجائے اس ملک عطا کر دیا ہے جس میں ہر طرح کی آسائش  
 و خوشحالی ہے نہریں جاری ہیں اور میوؤں کی فراوانی ہے۔ لہذا تم اس خیال میں  
 نہ رہنا کہ ہم اس ملک سے چلے جائیں گے، ہم یہاں رہیں گے، اور تمہیں ختم کر دوں  
 گے۔ تمہیں اپنے ملک تک جانے کی زحمت نہ دیں گے، ہم تو خود ہی تمہارے پاس آؤں  
 ہیں۔ اگر تم ہم سے لڑو گے، تو ہم بھی انشاء اللہ اس وقت تک دم نہ لیں گے  
 جب تک تمہارا خاتمہ نہ کر ڈالیں گے۔“

حضرت ابو عبیدہ کے اس دلیرانہ جواب نے رومیوں کو یقین دلادیا کہ مسلمانوں  
 پر کسی دشمنی کا اثر نہیں ہو سکتا، اس لئے انہوں نے حضرت ابو عبیدہ کے پاس  
 کہلا بھیجا کہ آپ اپنا ایک نمائندہ ہمارے پاس بھیجئے جو ہم سے بالمشافہ گفتگو  
 کرے، ممکن ہے کہ مفاہمت کی کوئی شکل پیدا ہو جائے، حضرت ابو عبیدہ  
 نے حضرت معاذ بن جبل کو بھیجا،

حضرت معاذ بن جبل رومی لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اتر  
 پڑے، اور اس کی نگام پکڑے ہوئے آگے بڑھے، رومی افسروں نے غلاموں  
 کو حکم دیا کہ آپ کے ہاتھ سے گھوڑا لے لیں، لیکن آپ نے گھوڑا اپنے سے  
 انکار کر دیا، اور فرمایا کہ میں اپنے گھوڑے کی نگام کسی کے ہتھ میں نہ دوں گا  
 چنانچہ آپ اسی سپاہیانہ شان سے آگے بڑھے۔

اسلامی سفیر کو اپنے جاہ و حشم سے مرعوب کرنے کے خیال سے رومیوں نے  
 بڑی شان و شوکت سے دربار راستہ کیا تھا، اور ایسے ذرق برق اور  
 سکھ فرشیں بچائے تھے جن کے دیکھنے سے آنکھوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی

حضرت معاذؓ لب فرش پہنچ کر رک گئے ، وہاں بھی ایک رومی نے بڑھکر آپ کا گھوڑا مانگا۔ اور کہا کہ

آپ سرداروں کے پاس تخت پر تشریف لے چلئے یہ انتہائی عزت ہے جو آپ کو دی جا رہی ہے ہر شخص کو ان کی ہم نشینی کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن مسلمانوں میں آپ کو جو قدر و منزلت حاصل ہے اس کو یہ جانتے ہیں۔ اس لئے انھیں پسند نہیں کہ وہ بیٹھے ہوں اور آپ کھڑے ہوں۔“

حضرت معاذؓ نے جواب دیا۔

ہمارے رسول علیہ السلام نے ہمیں مخلوق کی تعظیم کے لٹو کھڑے ہونے سے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے ہم صرف خدا کی عبادت و اطاعت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں یہاں تمہاری تعظیم کی غرض سے نہیں کھڑا ہوں۔ میرے کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں قیمتی قالینوں پر چلنا اور مکلف فرشوں پر بیٹھنا گناہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ تم نے ان کو اپنی قوم کے کمزور لوگوں پر ظلم کر کے حاصل کیا ہے۔ اور یہ چیزیں دنیا کی زینت اور فریب ہیں۔ خدا نے ہمیں دنیا سے بے رغبت رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ندمت فرمائی ہے۔ اور اسراف و تکبر سے منع فرمایا ہے اس لئے میں زمین ہی پر بیٹھوں گا۔

آپ یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔

رومیوں نے کہا

اگر تم ہمارے برابر آکر بیٹھنے تو یہ تمہارے لئے عزت و شرف کا باعث تھا، لیکن تم غلاموں کی طرح اتنی دوڑ بیٹھ گئے اور خود اپنی توہین و ذلیل کے باعث ہوئے۔

یسنکر حضرت معاذ کو جلال آگیا۔ آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور فرمایا

تم جس شرف و اعزاز کی طرف مجھے بلارہے ہو وہ تم نے اپنی قوم پر ظلم کر کے حاصل کیا ہے، یہ دنیاوی عزت جس سے خدا نے بے رغبت رہنے کا حکم دیا ہے۔ تمہاری نظر میں عزت ہے تو وہ تمہیں مبارک ہو۔ تم اس سے خوش ہو، لیکن ہمیں اس قدر و منزلت کی ضرورت نہیں نہ ہم کسی ایسی چیز کی خواہش رکھتے ہیں جو خدا سے دور کرنے والی ہو۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ظلم و جبر سے تم نے جو شان و شوکت حاصل کی ہے اور عزیزوں کو لوٹ کر تم نے جو دنیاوی مال و منال جمع کیا ہے وہ خدا کے نزدیک بھی قابل وقعت ہے تو یہ تمہاری جہالت و نادانی ہے۔ معصیت و سرکشی میں مبتلا ہو کر اور انبیائے کرام کے بتائے ہوئے راستے سے انحراف کر کے خدا کی رضا و خوشنودی حاصل نہیں کی جاسکتی،

تم کہتے ہو کہ میں غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھ گیا۔ میں بے شک خدا کا بندہ ہوں اور یقیناً میں نے غلاموں کا سا کام کیا کہ خدا کے پچھائے ہوئے فرش زمین پر بیٹھ گیا، میں خاصان خدا پر اپنے کو

ڈرہ برابر بزرگی نہیں دیتا۔

تم نے یہ بھی کہا کہ میں نے زمین پر بیٹھ کر اپنی توہین و تذلیل کی، اگر تمھاری نظر میں یہ توہین و تذلیل ہو اور خدا کے نزدیک میری حالت اس کے برعکس ہو تو مجھے تمھاری کچھ پروا نہیں، اور اگر تم یہ کہو کہ جس فرشتہ پر تم بیٹھے ہو، اس پر مقبولان خدا بیٹھتے ہیں تو یہ تمھاری نادانی ہے اس لئے کہ خدا تو ان کو پسند فرماتا ہے جو خدا کی خوشنودی کے لئے خاکساری اختیار کرتے ہیں اور اس کی مخلوق سے قریب ہیں، وہ نہ بالکل دنیا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نہ حصہ آخرت کے حاصل کرنے کی سعی سے دستکش ہوتے ہیں۔

حضرت معاذ کی خلوص و تقویٰ سے لہریز گفتگو سن کر رومی سردار حیران رہ گئے اور  
عجب سے ایک دوسرے کا منہ تنگنے لگے۔ انھوں نے پوچھا

”کیا مسلمانوں میں سب سے افضل آپ ہی ہیں؟“

حضرت معاذ نے جواب دیا۔ ”معاذ اللہ! یہی بہت ہے کہ میں سب سے برا ہوں“

اس جواب نے رومیوں کو اور بھی حیرت میں ڈال دیا اور وہ آپس میں

چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر حضرت معاذ نے ترجمان سے  
فرمایا کہ ”اپنے سرداروں سے پوچھو۔ انھیں کچھ اور کہنا ہے یا میں جاؤں؟“

اس پر رومی سرداروں نے آپ سے پھر سوال کیا

تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ اور ہمیں کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

اور تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟ ہمیشہ کا ملک تم سے

قریب تھا تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ ایران کے بادشاہ اور  
 شہزادے دونوں مر چکے ہیں۔ اب وہاں عورتیں حکمرانی کر رہی ہیں تم  
 نے ادھر کا بھی رخ نہیں کیا، اور ہمارے ملک پر چڑھ گئے، جس کا  
 بادشاہ زندہ ہے جس کے پاس بے شمار فوج و سپاہ ہیں۔ جو نہایت  
 طاقتور ہے، ہمارے کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کر کے یا کسی فوج کو شکست  
 دے کر تم یہ سمجھتے ہو کہ مغلوب کر لو گے؟ یا اتنے سے جنگ کا خاتمہ  
 ہو جائے گا؟ علاوہ بریں یہ نونہاؤں کو جب تم ہمارے نبی اور ہماری  
 کتاب پر ایمان رکھتے ہو تو تمھارا نام سے لڑنا کیونکر جائز ہے۔ ۹۰  
 حضرت معاذ نے جواب میں ایک تقریر کی جس میں ہر مسئلے کا جواب دیا۔ آپ  
 نے فرمایا۔

سب سے پہلے میں اس خدائے واحد و یکتا کی ستائش کرتا ہوں  
 اور اس کے پیغمبر پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد تمہیں  
 خدا کی طرف بلاتا ہوں، تم خدائے واحد و یگانہ اور محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم پر ایمان لاؤ۔ ہماری طرح تماز پڑھو، ہمارے قبلے کی طرف رخ  
 کرو۔ ہمارے رسول کے طریقہ پر چلو، صلیب نوڑو ڈالو۔ شراب چھوڑو  
 سور کے گوشت سے پرہیز کرو، اس کے بعد ہم تم ایک ہو جائیں گے  
 تم ہمارے دینی بھائی بن جاؤ گے، ہمارا تمھارا نفع نقصان ایک  
 ہو جائے گا۔ اور اگر تم کو اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار  
 ہو تو زبردست بنکر جزیہ دینا قبول کرو، ہم تم سے جنگ موقوف

کر دیں گے، اگر تم نے یہ بات بھی قبول نہ کی تو ہمیں کوئی اور صورت منظور نہیں تھیں بہر حال میدان میں آنا اور ہم سے مقابلہ کرنا ہوگا پھر خدا ہمارے تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے گا کر دے گا، یہ ہے ہماری دعوت کا خلاصہ، ہم نے حبش اور ایران کو چھوڑ کر پہلے تم پر اس لئے حملہ کیا کہ تم ہم سے زیادہ قریب ہو۔ اور ہماری نگاہ میں غیر مسلم قومیں یکساں ہیں، ہماری کتاب میں تم سے لڑنے کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اللہ نے اس میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ  
يَكْفُرُوا بِمَا آمَنُوا بِهِ، اور یہ اس لئے  
کروہ تمہارے اندر سختی محسوس

کریں۔

اس حکم کے مطابق ہم نے تم سے آغاز جنگ کیا۔ لیکن ہماری ایک فوج ایران پر بھی گئی ہے۔ اور وہاں مصروف جنگ سے امید ہے کہ وہاں بھی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔  
نخدار اباد شاہ زندہ ہے۔ تمہارے پاس بے شمار فوجیں ہیں اور تمہاری تعداد زمین کے ذروں کے برابر ہے۔ اسی لئے تم کہتے ہو کہ ہم تم پر غلبہ نہیں پاسکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا نقطہ نظر غلط ہے ہر طرح کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے اور اس کے دست قدرت میں سب کچھ ہے۔ جب خدا کچھ کرنا

چاہتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جاؤ وہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر تمھارا بادشاہ ہرقل ہے تو ہمارا بادشاہ ہمارا خدا ہے۔ عزوجل ہے۔“

ہمارا امیر و حاکم ہمارے ہی میں کا ایک شخص ہے۔ وہ جب تک ہماری دینی کتاب پر چلنا اور ہمارے نبی کی سنت پر قائم ہے ہم اسے حاکم مانتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنا طریقہ بدل دے تو ہم اسے معزول کر دیں پوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ زنا کرے تو اسے تازیانے لگائیں۔ اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالی دے تو وہ بھی اسی طرح کی گالی کا مستوجب ہو۔ اگر وہ کسی کو چوٹ پہنچائے تو اس کو بھی ویسی ہی چوٹ پہنچانی جائیگی۔ نہ وہ ہم سے پر وہ کرتا ہے۔ نہ ہم سے متکبرانہ پیش آتا ہے۔ نہ وہ مال غنیمت میں ہم سے زیادہ حق رکھتا ہے وہ بالکل ہماری طرح کا ایک آدمی ہے۔

تمہیں اپنی بے شمار فوجوں پر بھروسہ ہے۔ لیکن ہم نہ فوجوں پر بھروسہ کرتے ہیں نہ انہیں اہمیت دیتے ہیں۔ نہ ان کو حصول فتح کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چاہے وہ کتنی ہی طاقتور ہوں، آسمان کے تاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، ہم اپنی طاقت و تعداد پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ بھروسہ رکھتے ہیں خدا کے برتر تو توانا پر۔ ہم صرف اللہ عزوجل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے حکم سے کتنی ہی پیموئی جماعتوں نے بڑی بڑی فوجوں پر فتح و غلبہ حاصل کر لیا اور کتنی ہی بڑی بڑی طاقتور فوجیں تباہ و برباد ہو گئیں

كَمْ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٌ عَلِمْتَ  
فِيهَا كَثِيرٌ مِمَّا يُادَّبُ فِيهِ اللَّهُ  
وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

کثرت سے بہت ہی چھوٹی  
جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں  
پر خدا کے قسم سے غالب آتی  
ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال  
والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ

تم پوچھتے ہو کہ جب ہم تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو پڑھتے  
ہیں تو تم سے لڑنا کیونکر دوارکتے ہیں۔ بے شک ہم تمہارے رسول  
پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے بندوں میں سے ایک  
بار سے اور اس کے پیغمبروں میں سے ایک سے پیغمبر تھے، خدا کے  
نزویک وہ آدم کی طرح تھے جن کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر  
ان سے کہا ہو جا۔ بس وہ ہو گئے۔

لیکن تمہارے نبی کی نسبت ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں  
کہ وہ خدا تھے یا تین معبودوں میں سے ایک، نہ ہم خدا کے لئے بیٹا  
یا بیوی تسلیم کرتے ہیں نہ اس کے ساتھ کسی اور کو قابل پرستش سمجھتے  
ہیں خدا ایک ہے اور تم خدا کے بارے میں جو ناگفتنی کہتے ہو اس  
سے وہ بالکل پاک ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تم وہی تمہارا  
رکھو جو ہم رکھتے ہیں، اور ہمارے نبی کو اس طرح مانو جس طرح تمہاری  
کتاب میں ان کا ذکر ہے، اور ان سب باتوں کو قبول کرو جو ان پر  
خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ اور خدا کی توحید کا اقرار کرو تو ہماری  
تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہم تم ایک ہو جائیں گے اور تمہارے معاون  
بنکر تمہاری حمایت میں تمہارے دشمنوں سے لڑیں گے ۝

حضرت معاذ کا یہ واضح اور قطعی جواب سن کر رومی سمجھ گئے کہ ڈرا دمہ کا کر  
 مسلمانوں سے کام کالنا ممکن نہیں ہے اس لئے انہوں نے ترغیب و تحریریں کے  
 ذریعے مسلمانوں کو رضامند کرنے کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے کہا  
 تم تو باہمی اختلاف کو اور وسیع کر رہے ہو۔ لیکن ہم ایک اور صورت  
 پیش کر رہے ہیں۔ اگر تم اسے مان لو تو تمہارے لئے بہتر ہے ورنہ  
 تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

بنقاہ کا علاقہ اور اردن کا وہ حصہ جو تمہارے ملک سے ملا  
 ہوا ہے لے لو اور ہمارے باقی ملک کو خالی کر دو، ورنہ عہد کرو  
 کہ تم سے پھر کسی علاقہ کا مطالبہ نہ کروں گے۔ تم یہاں سے واپس  
 جا کر ایران پر حملہ کرو۔ جب تک ایران فتح نہ ہو جاوے گا۔  
 ہم ہر طرح تمہاری مدد کرتے رہیں گے۔

اس پیش کش کے جواب میں حضرت معاذ نے فرمایا۔

ان علاقوں پر تو ہمارا قبضہ ہو ہی چکا ہے۔ لیکن ہم نے تم سے  
 جو تین مطالبات کئے ہیں ان میں سے تم جب تک کسی ایک کو منکول  
 نہ کرو گے، اگر وہ سب ملک بھی ہیں دسے دو جس پر ابھی ہمارا  
 قبضہ نہیں ہوا تو بھی ہمارا تمہارا جھگڑا ختم نہ ہوگا۔

اس پر رومی سرداروں نے برا فروختہ ہو کر کہا  
 اچھی بات ہے اب واپس جاؤ ہم کل ہی مار کر تمہیں پہاڑوں پر بھگا  
 حضرت معاذ نے چلتے ہوئے جواب دیا۔

۱۲۲  
 کل کا حال خدا کو معلوم ہے۔ لیکن اتنا ہم بھی کہے جاتے ہیں کہ کیا  
 تو ہم مرکز ختم ہو جائیں گے یا نہیں اس ملک سے نکال دیں گے۔

## رومی سفیر حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں

حضرت معاذ اور رومیوں میں جو گفتگو ہوئی تھی، اسے حضرت معاذ حضرت  
 ابو عبیدہؓ سے بیان ہی کر رہے تھے، کہ رومی سپہ سالار کا دوسرا قاصد یہ پیغام لیکر

پہنچا۔

آپ نے جن صاحب کو بھیجا تھا ان کی باتیں صلح و انصاف سے بالکل  
 بعید تھیں۔ معلوم نہیں آپ کو ان سے کہاں تک اختلاف یا اتفاق  
 ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں اپنا ایک نمائندہ بھیجیں جو  
 آپ کے سامنے ایسی تجویزیں پیش کرے جو انصاف و اتحاد پر مبنی  
 ہوں، اگر آپ نے یہ تجاویز منظور کر لیں تو یہ بات طرفین کے لئے  
 موجب فلاح ہوگی۔ اور اگر آپ نے ان کو رد کر دیا تو آپ کو سخت  
 نقصان اٹھانا پڑے گا۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی اجازت کے مطابق رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا۔  
 اسکی آنکھیں وہاں ہی روئی جاہ و جلال تلاش کر رہی تھیں، اس کا خیال تھا کہ  
 سپہ سالار اسلام کا بھی شاندار خیرہ ہو گا، حاجب دربان ہوں گے، شہ  
 و خدم ہوں گے۔ لیکن جب اسے یہاں اس قسم کی کوئی چیز نظر نہیں آئی تو  
 اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

مسلمانوں کا انتخاب سے سرواہ کہاں ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما سے ہی زمین پر بیٹھنے تھے، کندھے پر کمان لٹک رہی تھی اور ہاتھ میں تیر تھا جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے، مسلمانوں نے کہا: "یہ کیا بیٹھتے ہیں۔"

رومی سفیر کے تصور میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ ایسی اولوالعزم اور شجاع فوج کا سپہ سالار اس معمولی حالت میں ہوگا۔ اس لئے اسے یقین نہیں آیا، اس نے حضرت ابو عبیدہ سے پوچھا: "کیا واقعی آپ ہی اس فوج کے سپہ سالار ہیں؟"

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "ہاں!"

رومی سفیر نے کہا: "کیا آپ کا خیال ہے کہ فرش یا قالین پر بیٹھنے سے آپ خدا کے نزدیک نامقبول ہو جائیں گے۔ یا وہ آپ کو اپنے لطف و کرم سے محروم کر دے گا۔"

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "مجھے سچی بات کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے، میرے پاس نہ قالین اور فرش ہے اور نہ دینار و درہم، اس کمان و تلوار وغیرہ جنگی سامان کے سوا میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ آخر مجھ کو دیکھو کہ مجھے اپنے اس بھائی (معاذ) سے قرض لینا پڑا۔ عداوہ ازبک گرمیر سے پاس قالین یا فرش ہوتا۔ جب بھی یہ ممکن رہتا کہ میں اس پر بیٹھتا۔ اور مسلمانوں کو زمین پر بیٹھنے دیتا۔ اس لئے کہ کیا معلوم کہ خدا کے نزدیک مجھ سے بہتر وہی ہوں۔ ہم اللہ کے بندے زمین پر چلتے ہیں۔ اسی پر بیٹھتے ہیں۔ اسی پر رکھاتے اور سوتے ہیں۔ لیکن اس سے خدا کے نزدیک ہمارا درجہ کم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس طرح ہمارا ثواب زیادہ اور مرتبہ بلند ہوتا۔"

ہی وجہ ہے جو ہم اپنے پروردگار کے سامنے خاکساری کرتے ہیں۔ خیر اب تم اپنے آنے کی غرض بیان کرو۔

رومی سفیر نے کہا

خدا کے نزدیک صلح سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ ہے نہ جنگ سے زیادہ ناپسند۔ آپ ہمارے ملک میں گھس آئے ہیں، اور فساد و بلبلی پھیل رہے ہیں میں آپ کے سامنے ایک مفید تجویز پیش کرتا ہوں، آپ کی تمام فوج کو فی آدمی دو دو دینار اور ایک کپڑا دوں گا، آپ سپہ سالار ہیں، آپ کو ایک ہزار دینار دیئے جائیں گے، اور آپ کے خلیفہ کو دو ہزار دینار، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے ملک کو بالکل خالی کریں اگر آپ جہاں گئے تو ہم بقاء کا علاقہ اور ارن کا وہ حصہ بھی آپ کو دیدینگے جو آپ کے ملک سے ملا ہوا ہے مگر اسی شرط پر کہ آپ ہمارے باقی تمام شہروں اور آبادیوں کو خالی کر دیں اور قسم کھا کر عہد کریں کہ آپ اس شرط کی خلاف ورزی نہ کریں گے

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

خدا نے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا۔ ان پر کتاب حکیم نازل کی اور تمام عالم پر رحم فرما کر اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلائیں اور بتایا کہ خدا ایک ہے غالب و حکیم ہے، عزت والا ہے، ہر شئی کا خالق ہے۔ کوئی چیز اس کے مش نہیں لوگ اس کو واحد بے ہمتا مانیں۔ اس کے لئے زن و فرزند نہ ٹھہرائیں

اس کی عبادت میں دوسروں کو شامل نہ کریں۔ اس کے سوا جن چیزوں کی بھی لوگ پرستش کرتے ہیں وہ خدا کی مخلوق ہیں اور خدا کے رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مشرکوں کے پاس جائیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کی دعوت دیں جو شخص ہماری اس دعوت کو قبول کر لے وہ ہمارا دینی بھائی ہو اور پھر اس کا اور ہمارا نفع و نقصان ایک ہے اور جو اس دعوت کو قبول نہ کرے۔ اس سے ہم جزیہ کا مطالبہ کریں۔ پھر اگر وہ اسے بھی منظور نہ کرے تو اس سے لڑیں۔ اس لڑائی میں اگر ہم مارے جائیں تو ہم شہید ہوں گے، اور جنت پائیں گے اور دشمن مارا گیا، تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ اس لئے اگر تم میری بات مان لو تو بہتر ہے ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہمارے تھکے درمیان خدا کا فیصلہ صادر ہو جائے۔

”رومی سفیر نے کہا، تو آپ کسی اور صورت پر مصالحت کے لئے تیار نہیں ہیں؟“  
حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ ”نہیں“

یہی سفیر چلا گیا، اور حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ صبح اپنے اپنے جھنڈے کے پیچھے موجود رہیں۔

## حضرت ابو عبیدہ کا خط و دربار خلافت کو

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیکر حضرت عمرو

رضی اللہ کی خدمت میں یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

ابو عبیدہ بن الجراح کا نط اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کے نام  
سلام و علیک۔ خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں

اس کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ رومی "فحل" میں مقیم ہیں اور اہل  
ملک اور عیسائی عرب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں انہوں نے ہمارے  
پاس کہلا بھیجا کہ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ جس میں جو گہوں  
میوے اور انگور پیدا ہوتے ہیں انہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں  
ہے تم اپنے ملک میں واپس جاؤ جو بدبختی اور فحط و محتاجی کا مسکن ہو  
اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم اتنی کثیر فوج سے تم پر حملہ آور ہوں گے کہ  
تمہارے لئے ہمارا مقابلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا، پھر یہ سہم  
آخری دم تک تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔

اس کے جواب میں ہم نے کہلا دیا ہے کہ ہم اس ملک سے  
نکلنے والے نہیں ہم اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ خدا نے ہمیں اس  
کا وارث بنا دیا ہے۔ اور اس کو تم سے چھین کر ہمارے حوالے  
کر دیا ہے، ساری زمین اللہ کی ہے، تمام انسان اللہ کے بندے  
ہیں، اللہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ملکے بنا  
ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت  
دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، یہ سب ہے کہ ہمارا ملک

فقر و فاقہ کا مسکن ہے لیکن اب خدا نے اس کے بجائے ہمیں تمھارا ملک عطا کر دیا ہے جس میں رزق کی افراط، معیشت کی ارزانی اور میوؤں کی کثرت ہے، اس لئے یہ خیال نہ کرنا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے، ہم یہیں رہیں گے، اگر تم یہاں سے چلے نہ جاؤ گے، تو ہم تمھیں اپنے پاس آنے کی زحمت نہ دیں گے، بلکہ خود تمھارے پاس پہنچیں گے اور دیکھیں گے کہ تم کس طرح یہاں رہتے ہو۔

یہ خط میں نے آپ کو اس حالت میں لکھا ہے کہ اللہ پر اعتماد، اس کے فیصلے کو تسلیم، اور اس کی نصرت پر یقین کر کے دشمن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو رہا ہوں، اللہ ہمیں اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ہر مکار کے مکر اور حاسد کے حسد سے محفوظ رکھے، اللہ اہل دین کی مدد فرمائے۔ اور ان کو فسق اور قوت و اقتدار عطا کرے۔

حضرت ابو عبیدہ نے ایک قبلی کے ہاتھ یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور ایک فوج رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجی، لیکن رومی میدان میں نہیں آئے۔ اس لئے جنگ نہیں ہوئی۔

نبطی نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمر کو خط دیا، آپ نے خط پڑھ کر نبطی سے پوچھا کہ ابو عبیدہ نے رومیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہونے کا وقت یہ خط لکھا ہے، تجھے معلوم ہے کہ مقابلے کا نتیجہ کیا ہوا؟

قاصد نے کہا ہاں میں اس وقت وہاں سے روانہ ہوا جب مسلمان

میدان جنگ سے واپس آچکے تھے، رومی مقابلے کے لئے نہیں نکلے اس لئے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ مسلمان بہت مسرور و مطمئن ہیں۔ اور ان کی حالت بہت اچھی ہے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو عبیدہؓ نے تو صحیح ہی تجھے خطا دیکر روانگی کا حکم دیا، تو اتنی دیر کر کے کیوں روانہ ہوا؟  
قاصد نے جواب دیا کہ میں نے سوچا کہ خط میں حملے کا ذکر ہے۔ آپ اس کا نتیجہ ضرور پوچھیں گے اس لئے نتیجہ دیکھ کر روانہ ہوا،  
حضرت عمرو نے پوچھا کہ تیرا دین کیا ہے؟  
قاصد نے کہا کہ ”عیسائی“!

حضرت عمرو نے فرمایا کہ تو اس قدر عقلمند ہو کہ گمراہی میں کیوں مبتلا مسلمان ہو جا۔

حضرت عمروؓ کی تلقین پر قاصد مسلمان ہو گیا۔  
حضرت عمروؓ نے حسب ذیل جواب دیکر قاصد کو روانہ کیا،  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے عمرو امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ کے نام سلام علیک۔ میں اللہ کی ستائش کرتا ہوں تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ رہ میوں نے تمہارے مقابلہ میں اجتماع کیا ہے اور تمہیں جنگ کی دعوت دی ہے۔ تم نے رومیوں کو بہت در جواب دیا، اگر میرا خط پہنچے تاکہ تم کو فتح و کامیابی حاصل ہو چکی ہو

ہم پر اور تم پر اللہ کا احسان ہے اور نقصان پہنچا ہو تو تمہیں اس سے ملو اور شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیے، نہ اپنے اندر ضعف آنے دینا چاہیے۔ کیونکہ بالآخر تمہیں کو غلبہ و اقتدار حاصل ہوگا، ملک اللہ کا ہے وہ اس کو تم پر ضرور فتح کر دے گا، تاکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی تصدیق ہو جائے، اس لئے ثابت قدمی سے کام لو جو لوگ ثابت قدم رہتے ہیں انہیں کو خدا کی معیت حاصل ہوتی ہے، دشمن کے مقابلہ میں جاؤ تو خدا سے مدد طلب کرو، وہ ضرور تمہاری مدد فرمائے گا، دشمن کا سامنا ہو تو یہ دعا پڑھنا۔

الہی! تو ہی اپنے دین کا مددگار ہے تو نے ہمیشہ اپنے دوستوں کی حمایت کی ہے، الہی! آج بھی ان کی نصرت فرما، انہیں غلبہ عطا کر، ان کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دے ورنہ ان کا کیا کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ ان کا ساتھ دے اپنی رحمت سے ان کی مدافعت کر، سچا مددگار اور حمد کا حقیقی سزاوار تو ہی ہے۔

## جنگِ محس

پہلے روز مسلمان میدان جنگ میں گئے اور رومیوں کے مقابلے میں نہایتی وجہ سے واپس چلے آئے، لیکن دوسرے روز حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت سے جنگ اردن کے تمام حالات فتوح الشام از دی سے ماخوذ ہیں ۳

خالد بن ولید کو میدان جنگ میں بھیجا تو رومیوں کی زیر دست سوار فوج مقابلے کے لئے نکلی حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی تھے جو اسلامی لشکر میں حضرت خالد کے بعد سب سے زیادہ شہ سوار اور بہادر سمجھے جاتے تھے حضرت خالد نے ان کو حملے کا حکم دیا، حضرت قیس نے رومیوں پر مسلسل حملے کئے۔ جن کے جواب میں رومیوں کی طرف سے بھی متواتر حملے ہوئے اتنے میں رومیوں کا دوسرا بہت بڑا رسالہ نمودار ہوا، حضرت خالد نے میسرہ بن مسروق کو اس کے مقابلہ کا حکم دیا، نختوڑی دیر کے بعد تیسرا رسالہ نظر آیا جو پہلے دونوں رسالوں سے بھی بڑا تھا، اس کی قیادت ایک نامور رومی سپہ سالار کر رہا تھا، اس نے حضرت خالد کے سامنے پیچکر اپنے نصف رسالے کو حملے کا حکم دیا،

رومیوں نے حملہ کیا لیکن حضرت خالد کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی رومی سپہ سالار نے باقی نصف حصہ کو بھی حملے کا حکم دیا، وہ حملہ آور ہوا۔ مگر حضرت خالد کو انکی جگہ سے ہلانہ سکا۔ اب رومی سپہ سالار نے دونوں حصوں کو جمع کر کے ایک ساتھ حملہ کیا، لیکن مجاہدین اسلام اب بھی ثابت قدم تھے جب رومی اپنی پوری طاقت صرف کر کے واپس جانے لگے تو حضرت خالد نے مسلمانوں کو آواز دی کہ دشمن اپنی طاقت صرف کر چکا اب تمہاری باری ہے، اس لئے پوری قوت سے میرے ساتھ حملہ کرو، دیکھو سختی سے تعاقب کرنا، خبردار رہنا، غفلت کو پاس بھی نہ آنے دینا، اللہ تم پر رحم فرمائے۔

یہ کہہ کر حضرت خالد رومیوں پر ٹوٹ پڑے، قیس بن ہبیرہ اور میسرہ بن

مسروق نے بھی حملہ کر دیا۔

رومی نہایت سراپیم ہو کر بھاگے، مسلمانوں نے تعاقب شروع کیا۔ روپوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں، اور وہ ایک پر ایک گرتے پڑتے سخت نقصان اٹھا کر اپنی لشکرگاہ میں گھس گئے۔

مسلمان مظفر منصور اپنی لشکرگاہ میں آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے مسلمانوں کی کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا، حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو کہا ”رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں وہ ہمارے مقابلہ میں آنے سے گریز کریں گے، اس لئے میری رائے ہے کہ کل پھر ان پر حملہ کر دیا جائے، ورنہ آج کی شکست کا اثر ان کے دل سے کم ہو جائے گا۔ اور ان کی ٹوٹی ہوئی بہت پھہر بندھ جائے گی“

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ رائے پسند کی اور مسلمانوں کو ہدایت کر دی کہ وہ دوسرے روز حملے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ رات کے تیسرے ہی پہاڑ گئے اور مسلمانوں کو جہاد کا جوش دلانے لگے۔ آپ نے فخر کی نماز بھی ادا بھی کی اور فوج کی صف بندی شروع کر دی۔

میمنہ کا افسر حضرت معاذ بن جبل کو بنایا، میسرہ کی افسری باثم بن عقبہ کو بھی، پیدل فوج کی افسری پر سعید بن عمرو بن نفیس کو مامور کیا، اور رسالہ کی سپہ سالاری حضرت خالد کو دی۔

## حضرت ابو عبیدہؓ کی جنگی تقریر

حضرت ابو عبیدہؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور فوج کو لیکر میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ فوج کی ترتیب و صف بندی کے بعد آپ ایک ایک صف کے سامنے جا کر اس کا معائنہ فرماتے تھے۔ اور اس طرح جہاد کی ترغیب دیتے تھے۔

اللہ کے بند و ائمانت قدمی کے ذریعے نصرت الہی کے حقدار بن جاؤ، خدا کی معیت انھیں کو حاصل ہوتی ہے جو ثنابت قدم ہوتے ہیں۔ میں بشارت دیتا ہوں جو مارا جائے گا وہ درجہ شہادت سے سرفراز ہوگا، اور جو زندہ بچے گا وہ فتح و غلبت حاصل کرے گا، دل کو مضبوط رکھو اور شمشیر و نیزہ اور تیر سے کام لینے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

خدا کی قسم! خدا کے یہاں کا ثواب اور اس کی خوشنودی صرف اسکی اطاعت اور ثنابت قدمی سے حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ توفیق الہی کے بغیر ممکن نہیں، مسلمان وہی ہے جو دشمنانِ خدا سے مقابلہ کرنے میں چست و چالاک ہو،

پہلے روز کی لڑائی سے رومیوں کو تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمان ان سے زیادہ شہسوار اور شجاع ہیں۔ ان کا سالہ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انھوں نے اس طرح صف بندی کی کہ دو پیدوں کے

درمیان میں ایک تیرانداز اور دوسرا نیزہ باز تھا۔ ایک سوار کو رکھا اور تین صفیں صرف پیدلوں کی رکھیں، تقریباً پچاس ہزار رومی تھے اور ان کی صفیں اتنی لمبی لمبی تھیں کہ ان کا آخری کنارہ نظر نہ آتا تھا

حضرت خالد نے اپنے رسالے کو تین حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو قیس بن ہبیرہ کی قیادت میں دیا، دوسرے حصہ کا امیر میسرہ بن مسروق کو بنایا۔ اور تیسرا حصہ اپنی ماتحتی میں رکھا۔

اس ترتیب و تقسیم کے بعد حضرت خالد نے قیس بن ہبیرہ کو حملے کا حکم دیا اور میسرہ بن مسروق کو ہدایت فرمائی کہ تم اپنے رسالے کو بالکل تیار رکھو اور جب دیکھو کہ میں نے حملہ کیا اور رومیوں کی صفیں ٹوٹ گئیں تو تم بھی حملہ کر دو، یہ ہدایت فرما کر آپ ایک بلند ہی پر نمودار ہوئے۔ رومیوں نے آپ کو روکنے کے لئے ایک فوج بھیجی۔ آپ اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے کہ رومی فوج کا ایک حصہ اصل لشکر سے علیحدہ ہو کر آگے بڑھے تو آپ اس پر حملہ آور ہوئے، چنانچہ رومی آپ کے خیال کے مطابق آگے آگئے تو آپ نے آواز دی

”مسلمانو! لو خدا نے تمہارے واسطے شکار بھیج دیا ہے“

یہ کہہ کر آپ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ بہت سے رومی مارے گئے اور باقی سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے

دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے رومی میسرہ پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے میسرہ کی امداد کے لئے ایک رسالہ بھیجا۔ لیکن قیس بن ہبیرہ آگے بڑھتے ہوئے

رومی بصرہ تک پہنچ گئے، ان کے رسالے میں ایک شہسوار وائلد بن الاسفغ  
 کہتے ان کے مقابلہ کے لئے ایک بہت بڑا رومی افسر نکلا، وائلد رجز پڑھتے  
 ہوئے اس پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کر لیا  
 قیس بن ہبیرہ لڑتے جاتے تھے اور ان کے ہاتھ سے شمشیر اور نیزے ٹوٹے  
 جاتے تھے، چنانچہ ان کے ہاتھ سے تین تلواریں ٹوٹیں اور بیسیوں نیزے ٹوٹے  
 وہ رجز پڑھتے جاتے تھے، اور شیر کی طرح حملے کرتے جاتے تھے، ان کا  
 ماتحت رسالہ اس شجاعت و بہادری سے لڑا کہ رومیوں کو بھاگ کر اپنے  
 لشکر گاہ میں پناہ یعنی پڑی۔

بصرہ بن مسروق نے جو حضرت خالد کے رسالے کے ایک حصے  
 کے افسر تھے۔ رومیوں پر حملہ کیا اور اس کے سینہ و بصرہ کو زبرد  
 کر دیا، لیکن رومیوں کا قلب اپنے مقام پر جما ہوا تھا اور سختی سے مقابلہ کر رہا  
 تھا، اسی حالت میں بصرہ بن مسروق اپنے گھوڑے سے گر پڑے، ایک  
 رومی اُن سے پٹ گیا اور کشتی ہونے لگی، بصرہ بن مسروق نے اس کو  
 پٹک کر قتل کر دیا، اس کے بعد دوسرا رومی لڑکا، بصرہ نے اسے بھی پھینا  
 کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، ایک جاہد سالم بن ربیعہ تھے، انھوں  
 نے رومی کو تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اتنے میں  
 ایک رومی سالم پر حملہ آور ہوا اور ایک وار ایسا کیا کہ وہ چوندھیا گئے۔  
 فوراً بصرہ نے پہنچ کر رومی کو موت کے کھاٹا مار دیا۔

رومیوں نے بصرہ بن مسروق اور سالم بن ربیعہ کو ہر طرف سے گھیر

لیا اور قریب تھا کہ ان کو شہید کر دیں، اتنے میں حضرت خالد پہنچ گئے اور انھوں نے رومیوں کو مار کر ان کی چھانٹنی تک بھگنا دیا،

حضرت ہاشم بن عقبہ اسماعیلی میسرہ کے سپہ سالار تھے جب رومیوں نے ان کی ماتحت فوج پر سخت ہجوم کیا اور ان کو اندیشہ ہوا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جائیں گے تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنے علم کو بندش دیکر بولے کہ:-

خدا کی قسم یاس کو جب تک دشمن کی صف میں گاڑنے لگوں گا،  
واپس نہ لاؤں گا، تم میں سے جس کو محبت ہو میرا ساتھ دے ورنہ

علیحدہ ہو جائے۔

حضرت ہاشم بن عقبہ کو ولولہ انگیز کلمات سن کر مسلمان جوش سے لبریز ہو گئے اور حضرت ہاشم کے ساتھ سب نے حملہ کیا، رومیوں نے تیروں سے جواب دیا مسلمان زد سے بچنے کے لئے بھٹک جاتے تھے اور سپر سے آڑ کر لیتے تھے حضرت ہاشم بن عقبہ نے کہا

مسلمانو! میری جان تم پر فدا ہو، کیا دیکھتے ہو، دونوں جہان کی  
نصرت تمھارے سامنے ہے،

ایک رومی ہاشم بن عقبہ کی طرف لپکا، انھوں نے ایک ہی ضرب میں اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا، اب دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں اتنے میں حضرت خالد آپہنچے اور انھوں نے رومی میسرہ پر حملہ کر دیا، آپ کی زبان پر یہ رجز تھا:-

اضر محمد بصیرم محمد  
 ضرب صلیب لدین ہاد محمد  
 میں انھیں ہندی تلوار سے مارنا ہوا  
 اور ہدایت یافتہ مضبوطی کے ایک طرح ضرب لگایا ہوا  
 جھوٹ اور کمزوری کی طرح ضرب نہیں لگاتا

اس طرف جنگ کی شدت دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ بھی پیدل فوج کے ساتھ  
 آگئے اور بلائے ناگہانی کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ زبردست جنگ  
 ہو رہی تھی، حضرت عمرو بن سعید ایک بزرگ صحابی تھے، ان کو ہر طرف سے  
 رومی گھیرے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن قرظ نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر  
 رومیوں پر حملہ کیا، رومیوں کی بھڑچھٹی تو عبداللہ بن قرظ ان کے پاس پہنچے،  
 دیکھا کہ ابرو بن تلوار کا کاری زخم ہے اور خون بہہ کر آنکھوں میں بھر گیا ہے جس  
 سے پلک نہیں جھپکاتی جاتی، عبداللہ بن قرظ نے کہا کہ آپ کو فلاح و مراد مندی  
 کی بشارت ہو، خدا کے فضل سے آپ اچھے ہو جائیں گے اور فتح و کامرانی  
 سے بہرہ ور ہوں گے،

حضرت عمرو بن سعید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جلد ہی فتح عطا  
 فرمائے گا اور میرے لئے اس زخم کو شہادت کا ذریعہ بنائے گا، میں چاہتا  
 ہوں کہ ایسا ہی ایک زخم اور سوغات میں لے جاؤں، میرے عزیز بھائی  
 خدا کے نزدیک شہادت کا بہت بڑا ثواب ہے، اور اہل دنیا دنیا سے  
 بہت کم محفوظ رہ سکتے ہیں۔“

حضرت عمرو بن سعید یہ فرمایا رہے تھے کہ رومیوں نے دوبارہ زرخ  
 کیا۔ حضرت عمرو بن سعید تلوار لے کر ٹوٹ پڑے، ہولناک جنگ شروع ہوئی

رومیوں کا ہجوم دور ہوا تو آپ اس حالت میں ملے کہ شہید ہو کر زمین پر پڑے تھے اور آپ کے جسم مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔

حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور تمام انصران اسلام نے مل کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اکٹھے گئے۔ اور ان کو شکست ہو گئی، مسلمانوں نے رومیوں کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ رومی بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہوئے، مسلمان تعاقب کرتے ہوئے قلعہ تک چلے گئے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا، آخر رومیوں نے امان طلب کی اور اس شرط پر ان کو امان دیدی گئی کہ کسی کو قتل نہ کیا جائے گا سب کو معافی دیدی جائے گی جو رومی روم کو اپس جانا چاہے گا وہ چلا جائے گا۔ اور جو رہنا چاہے گا وہ جزیہ دیکر رہے گا،

اس فتح سے علاقہ اُردُن کے تمام بڑے بڑے مقامات پر اسلامی پرچم اُہرانے لگا

## حضرت ابو عبیدہ کا دربار خلافت کو نامہ فتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو عبیدہ بن الجراح کا خط امیر المؤمنین عمرؓ کے نام  
سلام علیک۔ خدا کی حمد و ستائش کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ خدا  
نے مسلمانوں کو مظفر و منصور فرمایا، اور منکرین پر اپنا قہر و غضب  
نازل کیا، رومیوں سے ہماری جنگ ہوئی۔ جو پہاڑی اور ساحلی  
علاقوں سے سمٹ کر ہمارے مقابلے کے لئے آگئے تھے۔ ان

کا خیال تھا کہ ان کو کسی طرح شکست نہیں ہو سکتی چنانچہ وہ بڑی  
 کبرہ نازکے ساتھ میدان میں آئے، لیکن سوار توکل صرف خدا پر  
 تھا اور وہی ہمارا مرجع تھا، ہم کو اپنی پیدل اور سوار فوج کے  
 ساتھ بیسان میں لٹکے، دن بھر سخت جنگ ہوتی رہی، آخر اللہ  
 نے مشرکوں کو شکست دی، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا  
 اور ان کو قتل و گرفتار کرتے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ رومی  
 قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے، ان کی فوج مغلوب ہو گئی اور  
 شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس لئے آپ کو اور آپ کے  
 ساتھ تمام مسلمانوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے  
 دین کو نلبہ عطا فرمایا، اور دشمنوں کو مغلوب کیا۔ دعا کیجئے کہ

اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی کامل رحمت نازل فرمائے۔ والسلام علیک  
 فصل کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے حضرت عمرو بن العاص  
 اور حضرت شمر بن جہیل بن حسنہ کو بیسان کی طرف روانہ کیا، ان دونوں سپہ سالاروں  
 نے شہر کا محاصرہ کیا، یہ محاصرہ کئی روز تک قائم رہا، اس درمیان میں مسلمانوں  
 اور عیسائیوں میں مفاہیے بھی ہوتے رہے۔ لیکن آخر میں عیسائیوں نے امان  
 طلب کی اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

ابو الاعور سلمی طبریہ کی فتح پر مامور کئے گئے تھے، انہوں نے بھی شہر کا محاصرہ  
 کر رکھا تھا۔ طبریہ والوں کو خبر ہوئی کہ بیسان باشندوں نے مسلمانوں کی

اطاعت قبولی کرنی تو انھوں نے بھی صلح کر کے شہر مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔

## جنگ مرج الروم

سمرقند فحل میں مسلمانوں کو جو فتح عظیم حاصل ہوئی اس سے تمام اُردن پر مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو گیا، مسلمانوں کے اس غلبہٴ اقتدار سے بیت المقدس اور قیساریہ کے عیسائی بہت گھبرائے۔ انھوں نے بیت المقدس کی قلعہ بندی کر کے قیساریہ میں فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔

حضرت ابو عبیدہ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے افسرانِ اسلام کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

مسلمانو! خدا نے تم پر بہت احسان کیا، امن و امان اور عافیت و سلامتی عطا فرمائی، رومیوں پر مظفر و منصور کیا ان کے شہر اور قلعے تم پر فتح کر دیئے، سلاطین کی اس نثرین کا تم کو مالک بنا دیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں تم کو لیکر بیت المقدس اور قیساریہ پر حملہ کروں، لیکن اس خیال سے رک گیا کہ دونوں شہروں کے باشندوں نے مقابلے کی زبردست تیاریاں کر رکھی ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو مزید ملک بھی پہنچ جائے، لیکن اب دیکھنا ہوں کہ ہمارا اس طرح خاموش بیٹھنا مناسب نہیں ہے، اس طرح بیٹھے رہنے سے اندیشہ ہے کہ جو لوگ

ہمارے حلقہ اطاعت میں داخل ہو چکے ہیں وہ بھی ہمیں کمزور سمجھ کر عہد اطاعت توڑ دیں اور ہمارے دشمنوں سے مل جائیں اس لئے میری رائے ہے کہ ہم یہاں سے دمشق چلیں، اور وہاں سے دوسرے مفتوحہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے حمص پر حملہ کر دیں اگر ہم نے حمص کو فتح کر لیا تو شام کے تمام شہر اور قریے جزیرہ دینے اور صلح کرنے پر مجبور ہو جائیں گے،

افسران اسلام نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے سے اتفاق کیا، آپ نے اُرْدُن کے مفتوحہ علاقہ کو حضرت عمرو بن العاص کے سپرد کیا، اور حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ اپنے رسالے کے ساتھ دمشق کو روانہ ہوں، اور انکی روانگی کے بعد خود بھی دمشق کی جانب کوچ کیا،

ہرقل قیصر روم کو خبر ملی کہ مسلمان حمص پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو اس نے ایک زبردست فوج دمشق کی طرف روانہ کی تاکہ وہ مسلمانوں کو حمص تک پہنچنے کا موقع نہ دے، اور ممکن ہو تو دمشق پر قبضہ کر لے، اس فوج کا سپہ سالار توذر تھا، اس نے دمشق کے مغرب میں بمقام مرج الروم پڑاؤ ڈالا۔ توذر کے پیچھے قیصر نے ایک اور فوج اس کی مدد کے لئے شنش کی قیادت میں روانہ کی۔ یہ فوج بھی تعداد میں توذر کے لشکر کے برابر تھی،

حضرت ابو عبیدہ نے توذر کے مقابلے کے لئے حضرت خالد کو مقرر کیا اور خود شنش کے مقابلے پر گئے۔

توذر مرج الروم سے دمشق کی جانب بڑھا تو حضرت خالد اس کے

پہچے ہوئے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان دمشق کے حاکم تھے، وہ مجاہدین کو لیسکر توذر کے مقابلے کے لئے نکلے۔ ادھر توذر اور حضرت یزید بن ابی سفیان میں جنگ شروع ہوئی، اس طرف عقب سے حضرت خالد نے توذر پر حملہ کر دیا۔ اس طرح دونوں طرف سے اسلامی فوجوں نے رومیوں کو تباہ کر ڈالا، حضرت خالد نے توذر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جوش کے لہجے فرمایا۔

نحن قتلنا توذرا شوذرا      وقبله ما قد قتلنا حیدرا

ہم نے توذر اور شوذر کو قتل کیا      اور اس سے پہلے ہم حیدر کو قتل کر چکے ہیں

نحن اذرنا الضيفة الاكيدرا

اور ہمیں نے سیاہ جنگل کا احاطہ کیا

مرج الروم میں حضرت ابو عبیدہ اور شنشش کا مقابلہ ہوا، اس لئے شنشش توذر کی مدد نہ کر سکا، حضرت خالد بھی توذر کے مقابلے سے فارغ ہو کر شنشش کے مقابلے میں پہنچ گئے، بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی، بے شمار رومی مارے گئے، شنشش بھی کام آیا۔ جو رومی بچے وہ بھاگ کر حص میں پناہ گزین ہو گئے۔

## حصص کی فتح!

مرج الروم کی جنگ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حصص کی فتح پیشقدمی کی، حضرت خالد بن ولید اپنے رسالے کے ساتھ آگے آگے تھے۔

لے فتوح اثم ازدي، ابن اثير، الشہر مشاہیر الاسلام ۱۲

راستے بقیاع اور بعلبک بڑا، بقیاع کے باشندوں نے آسانی سے اطاعت قبول کر لی۔ بعلبک کے باشندوں نے مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کے ایک مختصر دستے نے ان کا حوصلہ پست کر دیا اور وہ قبول اطاعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید حمص کے فریبہ پیغمبرؐ تو ایک زبردست رومی فوج مقابلے کے لئے نکلی۔ حضرت خالد نے مجاہدین کو آواز دی کہ مسلمانو! سختی! سختی! اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ رومی ایک ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے اور چاکر شہر میں گھس گئے۔

حضرت خالد نے میسرہ بن مسروق کی سرکردگی میں ایک دستہ آگے بڑھایا، ایک ندی کے کنارے رومیوں کا ایک رسالہ ملا، میسرہ بن مسروق نے حملہ کر کے اسے بھاگ دیا، اس حملے میں ایک حمیری مجاہد نے جن کا نام جمیل تھا نہایت جاننازی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ انھوں نے تہناسات سواروں کو قتل کیا اور جوش میں پڑے ہوئے آگے چلے گئے، وہ دریا کے کنارے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہے تھے، کہ دوسرے کنارے سے رومی سواروں کے ایک دستہ نے جس میں تیس رومی تھے، ان کو دیکھا، اور چاہا کہ دریا سے اتر کر ان پر حملہ کریں۔

شہر جمیل نے رومیوں کو دیکھا تو انھوں نے خود اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور اس پار پہنچ کر رومیوں پر حملہ آور ہوئے، آپ جس کے سر پر پہنچ جاتے تھے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے، اس طرح آپ نے گیارہ سواروں کو

قتل کیا اس کے بعد رومی بھاگ کر ایک گرجا میں پناہ گزیں ہوئے، شرجیل نے تعاقب کرتے ہوئے گرجا میں داخل ہو گئے، گرجا میں بھی بہت سے رومی تھے انہوں نے پتھر اڑا کر کے اس بہادر جہاد کو شہید کر ڈالا،

حضرت ابو عبیدہ نے حمص کے دروازے پر پہنچ کر جس کا نام ”رستن“ تھا مقام کیا اور شہر کے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔

ہرقل قیصر روم پہلے حمص ہی میں تھا، لیکن جب مرج الروم میں توڑ اور شیش مارے گئے تو وہ حمص کو باہان کے سپرد کر کے ”ارہا“ چلا گیا اور وہاں سے اس نے اہل جزیرہ کو اہل حمص کی امداد کا حکم بھیجا، اہل جزیرہ حمص والوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے لیکن حضرت سعید بن سعد بن ابی وقاص نے جو عراق میں چہاد کر رہے تھے اہل جزیرہ کو روک لیا اور حمص تک پہنچنے نہیں دیا۔

اہل حمص کو امید تھی کہ مسلمان سردی کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں گے

اور محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن ان کا خیال غلط ثابت ہوا، مسلمانوں نے نہایت سختی سے محاصرے کو قائم رکھا،

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے دیکھا کہ اہل حمص نہ اطاعت قبول کرتے ہیں نہ باہر نکل کر مقابلہ کرتے ہیں تو آپ نے شہر پناہ کے اہتمام کا حکم دیا۔ مجاہدین نے اکثر جگہ سے شہر پناہ کو منہدم کر دیا۔ اور اسی طرف سے شہر پر حملہ کیا، اہل شہر نے دیکھا کہ مسلمان بزور بازو شہر میں داخل ہو جائیں گے تو وہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اطاعت قبول کر لی کہ ہر مسلمان وارد کو ایک رات اور دن

جہاں رکھیں گے اور حمص کے پورے علاقے کی جانب سے ایک لاکھ ستر ہزار  
درہم سالانہ جزیہ دیا کریں گے۔

قبول اطاعت کے بعد انھوں نے شہر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دیا۔

## لاذقیہ کی فتح

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عبادہ بن صامیت کو حمص کا حاکم مقرر کر کے  
ان کو وہاں چھوڑا، اور خود "حماة" کی طرف کوچ کیا، حماة والے حضرت ابو عبیدہ  
کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے بھی حمص کی شرطوں پر صلح کر لی،  
اسی طرح حضرت ابو عبیدہ "شیراز" اور "معرۃ النعمان" گئے اور وہاں کے  
باشندوں نے بھی اطاعت قبول کر لی، معرۃ النعمان کے بعد لاذقیہ پر حملہ  
ہوا، لاذقیہ والوں نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے شہر کا  
محاصرہ کیا۔ یہ ایک مستحکم شہر تھا، اور اہل شہر میدان میں آکر مقابلہ نہیں کرتے تھے  
اس لئے شہر کے فتح ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، آخر حضرت ابو عبیدہ  
نے ایک تدبیر سوچی، لاذقیہ سے باہر کسی قدر ہٹ کر بڑے بڑے غار کھدوائے  
جب غار تیار ہو گئے تو اس طرح مسلمانوں کو لیکر وہاں سے ہے کہ لاذقیہ والوں  
نے سمجھا، مسلمان محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے، اور رات کے وقت چپکے سے  
اگر ان غاروں میں چھپ رہے، دوسرے روز اہل لاذقیہ شہر پناہ کا دروازہ  
کھول کر کاروہار کے لئے باہر نکلے تو مسلمانوں نے یکایک ان پر حملہ کر دیا، وہ

بدو اس ہو کر شہر کی طرف بھاگے، اُن کے ساتھ مسلمان بھی شہر میں داخل ہو گئے۔

## دربارِ خلافت سے خط و کتابت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو عبیدہ کا خط اللہ کے بندے امیر المؤمنین حضرت عمر کے نام  
سلام علیکم۔، تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اور  
آپ کو شام کا سب سے بہتر، آباد، مستحکم، اور دولت مند شہر،  
جس سے کفار کو ہر جگہ سے زیادہ مدد ملتی تھی نہایت آسانی سے  
بخش دیا،

امیر المؤمنین! اللہ آپ کو سنوارے۔ اور آپ کو  
خوشخبری ہو کہ ہم حمص کے علاقے میں پہنچے، وہاں مشرکوں کی  
پہت بڑی جمعیت تھی، لیکن اللہ نے اُن کے دلوں میں ہمارا  
رحم ڈال دیا، اُن کی تمام تدبیریں کمزور کر دیں اور انھیں مجبور  
کر دیا چنانچہ انھوں نے ہم سے صلح کی درخواست کی اور جزیہ  
دینے پر آمادگی ظاہر کی، ہم نے اُن کی درخواست منظور کر لی اور  
انھوں نے امان نامہ لکھوا کر شہر ہمارے حوالے کر دیا،  
اب ہم اس شہر کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں جہاں بادشاہ خود  
فوجوں کے ساتھ موجود ہے، ہم شہنشاہوں کے شہنشاہ اور

جس ابدوں کے ناصر و محافظ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں فتح  
 و غلبہ عطا فرمائے اور عصیاں شعائر مشرکوں کو اُن کی بد اعمالیوں  
 کی سزا دے۔ والسلام علیک

اس خط کے جواب میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کو لکھا  
 تمہارا خط ملاحظہ میں تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں خدا کی حمد و ثنا کروں  
 کہ اس نے ہم کو زمین پر غلبہ عطا فرمایا، ہم پر قطعہ فتح کر دیئے  
 ہمیں دنیا میں اقتدار بخشا، ہم پر اور تم پر احسان کیا، اور ہمیں اُد  
 تھیں امتحان میں بہتر ثابت کیا، بے شک خدا کی حمد و ثنا  
 کبھی ختم نہیں ہو سکتی، نہ حد شمار میں آسکتی ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ اس طرف سوار روانہ کئے ہیں جس طرف  
 روم کا بادشاہ اپنی فوجوں کے ساتھ موجود ہے، لیکن تم پیشقدمی  
 روک دو، سواروں کو اپنے پاس واپس بلا لو، اور جب تک  
 یہ سال نہ گزر جائے اور ہم کوئی دوسرا فیصلہ نہ کریں نقل و حرکت  
 موقوف رکھو، ہر کام میں ہمارا حقیقی مددگار خدا ہے بزرگ و  
 برتر ہی ہے، والسلام۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے بيسره بن مسروق کو حلب کی جانب روانہ کیا  
 تھا، حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق ان کو واپس بلا لیا، اس کے بعد حضرت  
 خالد بن ولید کو دمشق جانے کا حکم دیا، خود حمص کے باہر نکل کر اقامت  
 اخفیاء کی اور حضرت عمر بن العاص کو جو اردن میں مقیم تھے وہیں برقرار رکھا

تا کہ شام میں اسلامی طاقت کا توازن قائم رہے، لہ

## رومیوں کی عظیم الشان تیاریاں

جس زمانہ میں عرصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ قیصر ہرقل انطاکیہ میں مقیم تھا۔ مختلف مغتوبہ مقامات کے رومی بھاگ بھاگ کر انطاکیہ میں پناہ گزین ہوئے جن میں بہت سے امراء اور افسران جنگ بھی تھے، ایک روز قیصر نے دربار منعقد کیا اور ان سب کو طلب کر کے کہا۔

خدا تمہیں غارت کرے تم مسلمانوں کے مقابلے سے بھاگے

کیوں؟ کیا وہ بھی تمہاری ہی طرح آدمی نہیں ہیں؟

ایک سردار نے: ”بے شک آدمی ہیں“

قیصر نے: ”تمہاری تعداد زیادہ ہے یا ان کی؟“

ایک سردار نے: ”ہماری تعداد زیادہ ہے۔ ہر میدان جنگ میں مسلمان ہم

سے کم ہوتے ہیں۔“

قیصر نے: ”خدا تمہیں نباہ کرے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہر جنگ میں تمہیں کو شکست

دہزیمت ہوتی ہے؟“

اس سوال نے دربار پر سکوت طاری کر دیا۔ لیکن ایک بوڑھے سردار

نے کھڑے ہو کر جواب دینے کی اجازت چاہی، قیصر نے اجازت دیدی۔

سردار نے کہا: ”ہماری شکست و ناکامی کا سبب یہ ہے کہ مسلمان ہمارے

حملے میں ثابت قدم رہتے ہیں لیکن ان کے حملے سے ہمارے قدم اکھڑ جاتے ہیں یعنی سچے جوش و دلولے کے ساتھ حملہ کرتے ہیں اور ہمارے حملوں میں افسردگی و پژمردگی ہوتی ہے۔“

قیصر۔ ”تیرا بُرا ہو۔ آخر تم میں اور مسلمانوں میں یہ فرق کیوں ہے؟“  
 سردار۔ ”میں اس کی وجہ بھی جانتا ہوں، مسلمان رات کو نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں، عہد کے پابند ہیں وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں حق و انصاف سے پیش آتے ہیں۔ لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، بد عہدی، عرصہ او ظلم ہمارا شعار ہے، لوگوں کو بدی کا حکم دیتے ہیں، نیکی سے روکتے ہیں ملک میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔“

قیصر۔ ”خدا کی قسم! تم نے سچ کہا، اب میں شام سے چلا جاؤں گا، جب تمہارا یہ حال ہے تو شکست و ناکامی اور ذلت و پشیمانی کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔“

سردار۔ ”برائے خدا شہنشاہ، ایسا ہرگز نہ کریں ابھی تو جنگ کے تمام ارمان ہمارے دل ہی میں ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شام کو جو ارضی بہشت ہے مسلمانوں کے سپرد کر دیا جائے۔“

قیصر۔ ”تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ابھی تمہارے حوصلے پورے نہیں ہوئے تم مسلمانوں سے کتنی لڑائیاں لڑ چکے ہو۔ لیکن ہر میدان میں تمہیں کو

شکست و ناکامی ہوئی اور تمہیں ذلیل و خوار ہو گئے۔“

سردار۔ ”شہنشاہ کے پاس ریگ کے ذروں کے برابر فوج ہے جو ابھی تک میدان میں نہیں آئی ہے، اس لئے مسلمانوں سے جنگ کئے بغیر شام سے دست کش ہونا مناسب نہیں ہے۔“

ابھی بوڑھے سردار اور قیصر ہرقل میں گفتگو ہو رہی تھی کہ بیت المقدس اور قیساریہ کے باشندوں کے نمائندے حاضر ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ ہم ابھی تک بادشاہ کے وفادار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ قیصر ہماری مدد کرے، ورنہ ہم مجبوراً مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لیں گے۔“

بوڑھے سردار کی گفتگو کے ساتھ قیساریہ اور بیت المقدس کے نمائندوں کی آمادگی نے قیصر ہرقل کو بہت تقویت پہنچائی، اس نے مسلمانوں سے ایک عظیم الشان جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ اس نے اپنے مقبوضات کے تمام حاکموں کے پاس فرمان بھیجے کہ بالآخر لڑکوں سے لیکر بوڑھے تک فوج میں بھرتی کئے جائیں۔ اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے انطاکیہ بھیج دیں۔ اس فرمان سے تمام مملکت میں جوش و خروش اور عزم و حوصلہ کی لہر دوڑ گئی۔ ملک کے ہر گوشہ سے جنگجو عیسائی فوج کے فوج انطاکیہ پہنچنے لگے۔ مشائخ و رہبان بھی جو دنیاوی معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے گرجوں اور خانقاہوں سے نکل پڑے، تھوڑے ہی عرصہ میں تین لاکھ کا عظیم الشان لشکر انطاکیہ میں جمع ہو گیا۔“

قیصر ہر نسل نے باہان کو جو نہایت نامور بہادر تھا سپہ سالار اعظم کے منصب پر مہمور کیا، کوچ کے وقت قیصر نے دو لاکھ درہم ماہان کو دیئے اور ایک ایک لاکھ درہم اسکے ماتحت سپہ سالاروں کو عطا کئے۔ اور فوج کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

بہادرانِ روم! مسلمانوں نے شام پر قبضہ کر لیا ہے، مگر وہ اسی پر اکتفا کرنا نہیں چاہتے تمہارا اصلی وطن بھی ان کا ہدف نظر ہے یہ بھی واضح رہے کہ مسلمان صرف املاک و اموال پر قناعت کرنے والے نہیں، وہ اس وقت تک مطمئن نہ ہوں گے، جب تک تمہاری ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو لونڈی نہ بنالیں گے۔ اور تمہارے رؤساء و عمائد کو اپنے غلاموں کے حلقے میں داخل نہ کریں گے، اس لئے عزم و استقلال سے کام لو، اور اپنی عزت و آبرو اور حریت و آزادی کی حفاظت میں جانیں قربان کر دو۔

## افسرانِ اسلام کی مجلسِ شوریٰ

جاسوسوں نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ رومیوں کا عظیم نشان لشکر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ یہ خبر پا کر حضرت ابو عبیدہ نے افسرانِ اسلام کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔

مسلمانو! اور مومنو! اللہ نے تمہیں بارہا آزمائش میں مبتلا کیا اور

کا مایاب فرمایا، اس نے تم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی نصرت سے تمہیں فتح و ظفر عنایت کی۔ اس ذات بزرگ و بزرگ نے ہر جنگ میں انجام کار وہی کیا جو تم چاہتے تھے، اب تمہارے دشمنوں نے تمہارے خلاف پھر اجتماع کیا ہے اور تمہاری جانب پیشقدمی شروع کر دی ہے، ہمیں جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ رومی فوجیں بحر و بر سے روانہ ہو کر ہر قلعہ کے پاس انطاکیہ میں جمع ہوئیں اور وہاں سے تین حصوں میں تقسیم ہو کر ہماری طرف بڑھ رہی ہیں، ہر حصے میں بے شمار سپاہی ہیں، میں نے پسند نہ کیا کہ دشمنوں کی حالت سے تمہیں لاعلم رکھوں، بلکہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ دشمنوں کی صحیح حالت سے تمہیں آگاہ کر دوں تاکہ تم مجھے مشورہ دو، اور میں خود بھی اپنی رائے تمہارے سامنے پیش کروں، کیونکہ میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں،

حضرت ابو عبیدہ کے بعد حضرت یزید بن ابی سفیان نے کھڑے ہو کر کہا

آپ پر خدا کی رحمت ہو، آپ نے بہت اچھا کیا کہ ہمیں دشمنوں کی حالت سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی رائے پیش کرتا ہوں، اگر درست ہو تو اسے قبول فرمائیے۔ ورنہ جس بات میں مسلمانوں کی بھلائی ہو وہ کیجیے، میری رائے

آپ شہر حمص کے باہر نکل کر مورچہ قائم کریں، اور عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں، اور حضرت خالد بن ولید کو دمشق سے اور عمر بن العاص کو اردن سے یہیں بلا لیں تاکہ متفقہ قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کریں،

یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت شرجیل بن حسنہ اٹھے اور انھوں نے کہا یہ نہایت نازک موقع ہے، اس وقت مسلمانوں کی فلاح و سبوتا کو ہر بات پر مقدم رکھنے کی ضرورت ہے خواہ اس کے لئے کسی بھائی کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے، اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید بن ابی سفیان مسلمانوں کے نہایت خیر خواہ ہیں، لیکن میں اپنے بھائی کی رائے سے مخالفت کرنے پر مجبور ہوں، میرے خیال میں بیہری رائے یزید بن ابی سفیان کی رائے سے بہتر ہے، حمص کے باشندے ہمارے دشمن کے ہم مذہب ہیں۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم اپنے اہل و عیال کو ان کی اندر چھوڑ دیں، اس صورت میں خطرہ ہے کہ ہمیں مصروف جنگ دیکھ کر اہل شہر دشمنوں کو خوش کرنے کے لئے ہمارے اہل و عیال کو قتل کر دیں۔“

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا -

اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں ان لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیا ہے، وہ تمہارے دشمنوں کی حکومت کی نسبت تمہاری

حکومت کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن تم نے ان کے متعلق اللہ  
 ظاہر کیا ہے اس لئے ہم ان کو شہر سے باہر نکال کر اور مسلمانوں  
 کے اہل و عیال کو شہر میں رکھ کر فصیل اور پچھاٹکوں پر پہرے  
 مقرر کر دیں گے اور خود یہیں رہ کر دمشق اور اردن سے آنے  
 والے بھائیوں کا انتظار کریں گے۔

حضرت شمر عبیدہ بن حسنت نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے پر یہ اعتراض کیا۔  
 ہمیں اس کا حق نہیں ہے کہ باشندوں کو شہر سے نکال دیں کیونکہ  
 ہم صلحنامہ میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ ان کے گھر اور جان و  
 مال کی حفاظت کریں گے، اور ان کو شہر سے نہیں نکالیں گے۔  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ اعتراض قبول کیا اور دوسرے لوگوں سے اظہارِ رائے  
 کے لئے کہا۔

دوسرے اصحاب نے رائے دی۔

آپ ہمیں مقیم رہ کر دربارِ خلافت سے ملک طلب کریں اور  
 دمشق و اردن سے بھی مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔

تم جتنا سمجھ رہے ہو اس سے معاملہ کہیں زیادہ اہم ہے مجھے اندیشہ  
 ہے کہ جب تک ہماری درخواست دربارِ خلافت تک پہنچے گی  
 دشمن ہم پر حملہ کر دے گا۔

بیسرہ بن مسروق نے کہا۔

ہم کو نہ قلعوں اور مورچوں کی عادت ہے اور نہ ہم شہروں کے باشندے ہیں ہم تو خشک اور ریگستانی ملک کے رہنے والے ہیں اس لئے آپ رومیوں کے قلعوں کو چھوڑیے اور ہمیں ایسے علاقوں میں لے چلے جو ہماری سر زمین سے مشابہ ہو۔ اور وہاں تمام اسلامی قوت کو یکجا کر کے دربار خلافت کو کمک کے لئے لکھیے،

تمام لوگوں نے میسرہ بن مسروق کی رائے کو پسند کیا حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے نزدیک حمص کو چھوڑنا مناسب نہ تھا لیکن اختلاف بچنے کے لئے انھوں نے اس رائے کو قبول فرمایا۔

## حمص سے مسلمانوں کا کوچ

مسلمان حمص سے کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے، روانگی کے وقت انھوں نے اہل شہر کے ساتھ جس انصاف پسندی اور دیانت داری کا سلوک کیا اسکی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔

حبیب بن مسلمہ خراج کی وصولی کے افسر تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے انھیں بلا کر فرمایا کہ ”اہل حمص سے جتنا خراج وصول ہوا ہے اسے جب تک میں کوئی حکم نہ دوں محفوظ رکھنا۔ اور جن لوگوں کے ذمہ خراج کی رقم باقی ہے۔ اسے بھی جب تک میں حکم نہ دوں وصول نہ کرنا۔“

یہ ہدایت سن کر حبیب بن مسلمہ چلے تو آپ نے ان کو پھر بلا یا اور فرمایا کہ اہل شہر سے جو رقم وصول ہو چکی ہے وہ سب انھیں واپس کر دو، کیونکہ جب ہم

معاهدہ صلح کے مطابق ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کی رقم رکھنا جائز نہیں، تم شہر والوں سے کہدینا کہ ہم بدستور صلح پر قائم ہیں اور اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ خود صلح سے پھر نہ جائیں، رقم کی واپسی کے بارے میں کہدینا کہ ان سے یہ رقم ان کی حفاظت کے معاوضے کے طور پر وصول کی گئی تھی، لیکن اس وقت ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ رقم واپس دیدی جا رہی ہے، ہم یہاں سے دوسرے مقام پر جا رہے ہیں، جہاں اپنی طاقت کو یکجا کر کے دشمنوں سے جنگ کریں گے، اگر خدا نے ہمیں فتح دی، تو ہم پھر یہاں اسی صلح نامہ کو راج کروں گے، بشرطیکہ اہل شہر کو انکار نہ ہو۔“

حسب بن مسلمہ نے اہل شہر کو حضرت ابو عبیدہ کے ارشادات سے آگاہ کر دیا، اور انھیں خراج کی رقم واپس کر دی۔

اہل حمص کو مسلمانوں کے جانے کا بہت صدمہ ہوا، انھوں نے کہا،  
 ”خدا رو میوں پر اپنا قہر و غضب نازل کرے اور تمہیں کامیاب  
 واپس لائے، اگر اس وقت بجائے تمہارے وہ ہوتے، تو  
 ایک پیسہ بھی واپس نہ کرتے، بلکہ ختنا لوٹ سکتے چلتے وقت اور  
 لوٹ لیتے۔“

## دربار خلافت سے نامہ پیام

حمص سے روانہ ہونے کے ایک رات پہلے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے سفیان بن عوف کو یہ خط دیکر مدینہ طیبہ روانہ کیا،

ردیوں کے پایہ تخت سے جاسوسوں نے ہمیں خبر دی ہے کہ پہلے  
 نے ہمارے مقابلے کے لئے اتنی فوجیں جمع کی ہیں جتنی انھوں نے  
 نے کسی قوم کے مقابلے کے لئے کبھی جمع نہیں کی تھی اور وہ ہماری طرف  
 کوچ کر چکے ہیں، اس اطلاع کے مطابق میں نے اپنے رفقاء کو جمع  
 کر کے ان سے رائے طلب کی سب نے بالائتفاق یہ رائے دی  
 کہ ہمیں اپنے موجودہ مقام سے کسی دوسرے موزوں مقام پر منتقل  
 ہو جانا چاہیے۔ اور وہاں مجتمع ہو کر آپ کی ہدایت حاصل کرنی چاہئے  
 میں جس شخص کے ہاتھ خط بھیج رہا ہوں وہ معتمد علیہ اور تمام حالات  
 سے واقف ہے، آپ اس سے جو بات چاہیں دریافت کر سکتے ہیں  
 ہم خدائے غالب و داناسے مدد چاہتے ہیں وہ ہمارے لئے  
 کافی اور بہترین کار ساز ہے۔

سفیان بن عوف خطا لیکر مدینہ منورہ گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے حضرت عمر نے خط پڑھ کر فرمایا۔۔۔ ”بتاؤ مسلمانوں نے کیا کیا؟“  
 سفیان بن عوف۔ ہم رات کو حص سے چلے، مسلمانوں نے فجر کی نماز پڑھ کر  
 حص سے دمشق کے لئے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ امید ہے کہ اسی  
 کے مطابق عمل کیا ہوگا۔“

یہ بات حضرت عمر پر بہت شاق گذری، ان کو چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا  
 انھوں نے فرمایا۔ ”مسلمانوں نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کیوں دشمنوں کے مقابلہ  
 سے ہٹ گئے؟ اللہ نے انھیں ہر معرکہ میں فتحیاب کیا تھا، جس ملک کو انھوں

نے بزور قوت فتح کیا تھا اُسے کیوں چھوڑ دیا؟ میرے نزدیک انھوں نے غلط فیصلہ کیا، اور وہ کمزوری میں مبتلا ہو گئے۔ جس سے دشمنوں کا حوصلہ بڑھ گیا ہو گا۔“

سفیان۔ ”امیر المؤمنین! جو لوگ موقع پر موجود ہوتے ہیں، ان کی رائے ان لوگوں سے ضرور مختلف ہوتی ہے جو موجود نہیں ہوتے، واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ ہر قل نے ہمارے مقابلے کے لئے جسنی فوجیں جمع کی ہیں اتنی فوجیں نہ اس نے کبھی جمع کی تھیں، نہ کسی اور نے کسی کے مقابلے کے لئے جمع کی ہوگی، ہمارے جاسوسوں کا بیان ہے کہ رومیوں کی ایک فوج پہاڑ سے اترنے لگی تو دو پہر دن سے دو پہر رات تک اترتی رہی، اسی سے باقی رومی فوجوں کا اندازہ فرمائیے۔“

حضرت عمرؓ۔ بعض مرتبہ ایسا ہو کر ہیں مسلمانوں کے فیصلہ کو ناپسند کیا بالآخر اسی میں خدانے مسلمانوں کی بہتری کی، اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو میں اس فیصلے کو ناپسند نہ کرتا۔ اچھایہ تو بتاؤ مسلمانوں نے یہ فیصلہ بالاتفاق کیا ہے؟

سفیان۔ ”جی ہاں۔“

حضرت عمرؓ۔ ”الحمد للہ! مجھے امید ہے کہ اللہ نے انھیں بہتری ہی پر متفق کیا ہو گا۔“

سفیان۔ مسلمانوں کی مدد فرمائیے، آغاز جنگ سے پہلے مسلمانوں کے پاس مدد پہنچ جانی چاہیے۔ چونکہ یہ جنگ فیصلہ کن ہوگی، اس لئے اگر اس میں خدانے ہمیں فتح دی تو رومی اسی طرح تباہ ہو جائیں گے

جس طرح عاد و ثمود تباہ ہو گئے۔“  
 حضرت عمرؓ: ”تم واپس جا کر مسلمانوں کو خوشخبری دینا کہ سعید بن عامرؓ  
 انشاء اللہ مدد لے کر آ رہے ہیں۔“  
 اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کے خط کا یہ جواب لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

اللہ کے بندے عمرؓ امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح  
 اور ان کے ساتھی مہاجرین و انصار و تابعین اور مجاہدین کے نام  
 السلام علیکم۔ اللہ کی حمد و سنائش کے بعد واضح ہو کہ مجھے  
 معلوم ہوا کہ تم احص سے دمشق چلے گئے اور جن علاقوں کو خدا  
 نے تمہارے لئے فتح کر دیا تھا، ان کو تم نے خود بخود دشمنوں  
 کے لئے خالی کر دیا، مجھے یہ بات پسند نہیں آئی، لیکن جب مجھ  
 معلوم ہوا یہ فیصلہ تمہارے تمام دانشمندان اور نیکوکاروں کی  
 متفقہ رائے سے ہوا ہے تو میں سمجھ گیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے  
 بعید تھا کہ تم نیکی، بھلائی اور بہتری کے سوا کسی اور چیز پر متفق  
 ہونے، اس خیال کی بنا پر میری ناپسندیدگی میں کمی ہو گئی،  
 تمہارے قاصد نے مدد کی درخواست کی ہے۔ اس خط کے  
 پہنچنے سے پہلے ہی انشاء اللہ مدد روانہ کر دوں گا، لیکن واضح  
 رہے کہ ہم نے دشمن کے بڑے بڑے لشکروں کو بڑی بڑی  
 فوجوں کی قوت سے شکست نہیں دی، اللہ کی نصرت نازل

ہونے کا یہی سبب نہیں ہے کہ فوج کی تعداد زیادہ ہو، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ بڑے بڑے لشکروں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہو اور وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ اپنے تھوڑے سے دوستوں کو اپنے بہت سے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نصرت نازل فرمائے اور اپنے اور تمہارے دشمنوں پر سختی اور ذلت نازل کئے

والسلام علیکم

## مسلمانوں کی تشویش پر لیشانی

صبح کی نماز کے بعد مسلمان حمص سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے دمشق کے قریب پہنچنے پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے آگے بڑھ کر مجاہدین کا استقبال کیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو تجلیے میں وہ تمام بانیں سمجھائی جن کی بنا پر مسلمانوں نے حمص کو چھوڑا تھا، حضرت خالدؓ نے کہا کہ وہیں رہ کر دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا، وہاں سے ہٹنا اچھا نہیں ہوا، لیکن جب مسلمانوں کے اتفاق رائے سے ایسا ہوا ہے تو اللہ کے نزدیک اس میں کوئی بہتر چیز کی دمشق میں دو روز قیام کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے سوید بن کلثوم کو حکم دیا کہ اہل دمشق سے خراج و جزیہ کی جتنی رقم وصول کی گئی ہے سب واپس کر دی جائے اور ان سے کہہ دیا جائے کہ ہم اپنے عہد پر بدستور قائم ہیں، ہم واپس آکر بھرتیس پوری امان دیں گے۔ اور صلحنامہ کی تمام شرطوں

کو پورا کریں گے،

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے انصران اسلام کو جمع کر کے اُن سے آئندہ اقدام کے لئے مشورہ طلب کیا۔

سب سے پہلے حضرت یزید بن ابی سفیان نے کھڑے ہو کر کہا۔ میری رائے ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر جابقیہ میں مقام کریں اور وہیں عمرو بن العاص کو بھی بلا لیں، اور شنیق ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کریں۔

حضرت شرمیل بن حسنہ نے رائے ظاہر کی کہ

جس طرح ہم نے کچھ ملک کو خالی کیا ہے، باقی علاقوں کو بھی خالی کر کے سرحد میں چلے جائیں، وہاں سے دار الخلافہ قریب ہو گا۔ ملک آنے کے بعد ہم حملہ آور دشمن سے مقابلہ آرا ہوں، اور اگر وہ سرحد تک ہمارا تعاقب نہ کریں تو ہم خود آگے بڑھ کر اس پر حملہ کریں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس رائے کی سخت مخالفت کی اور نہایت جوش کے ساتھ فرمایا کہ

ابو عبیدہ بن الجراح! اللہ آپ کو سنوارے، کیا دشمن اس قدر شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جتنا نقصان مسلمان خود اپنے ہاتھوں اٹھانے پر تیار ہیں، تم ایسے علاقوں سے دستکش ہونا چاہتے ہو جن کو اللہ نے تمہارے لئے فتح کر دیا ہے جن کی جنگوں

میں رومیوں کے متعدد رؤساء اور ممتاز ترین سپہ سالار مارے جا چکے ہیں، عظیم الشان فوجیں تباہ ہو چکی ہیں، اگر مسلمان ان علاقوں کو خالی کر دیں گے۔ اور رومی از سر نو ان پر قابض و مسلط ہو جائیں گے، تو مسلمانوں کا ان کو دوبارہ فتح کرنا لتنا دشوار ہو جائے گا، کیا یہ تمہارے لئے روا رکھ کر ان کو اور بلقاہ و اردن کے علاقوں کو کسی مجبور سی کے بغیر خالی کر دو؟ خدا کی قسم یہاں سے واپس جانے کے بعد اگر دوبارہ یہاں آنا چاہو گے تو تمہیں سخت مصیبتوں کا سامنا ہو گا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت معاذ بن جس کی تائید کی اور  
فسر مایا کم

معاذ بن جس نے بہت درست کہا اور نہایت خیر خواہانہ مشورہ دیا۔ ہمارے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ جن لوگوں سے ہم جزیہ و خراج لے چکے ہیں اور عہد و پیمانہ کر چکے ہیں کہ ہم انکی حفاظت کریں گے۔ ان کو کسی غدر و صبح کے بغیر چھوڑ دیں۔ اگر تمام لوگ پسند کریں تو ہم جبا بیہ سے چل کر نظام کریں اور عمرو بن العاص کو بھی وہیں بلا لیں اور دشمنوں سے لڑیں۔

حضرت خالد نے فسر مایا۔ "کیا آپ جبا بیہ سے دمشق سے بہتر

ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ حضرت عمر بن العاص کے بیٹے حضرت  
 عبداللہ اپنے باپ کا خط لے کر تہنچے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ سب ذلیل تھا۔  
 بیت المقدس اور اردن کے بہت سے باشندے مجنوں نے  
 ہم سے معاہدہ صلح کیا تھا۔ اپنے عہد سے منحرف ہو گئے ہیں،  
 یہ سن کر کہ رومی فوج کا سیلاب زور و شور سے بہنا چلا آ رہا  
 ہے اور مسلمان اپنے مفتوحہ علاقوں کو خالی کر کے بھاگ رہے  
 ہیں یہ لوگ دلیر ہو گئے ہیں اور آمادہ بغاوت ہیں، ان  
 لوگوں نے حلفاً عہد کیا ہے کہ ہم پر حملہ آور ہوں گے اس  
 لئے آپ اپنے قبیلے سے آگاہ کیجئے۔ اگر آپ یہاں آئیں  
 تو میں یہاں ٹھہرا رہوں اور اگر شاہ کے کسی دوسرے مقام  
 پر جائیں تو میں بھی وہیں پہنچوں۔ اگر آپ کے نزدیک یہاں  
 رہنا ضروری ہو تو مجھے مدد بھیجئے تاکہ میں دشمنوں کا مقابلہ  
 اور ماتحت علاقے کی حفاظت کر سکوں۔ لوگوں کے ہوش  
 بڑھ گئے ہیں، اور وہ ہمیں ہیچ سمجھنے لگے ہیں۔ اگر انہیں  
 ہماری خٹوڑی سی کمزوری کا بھی احساس ہو گیا اور وہ حملہ  
 کرنے کا موقع پا گئے تو حملہ سے باز نہ آئیں گے۔

والسلام

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت عمر بن العاص کو یہ جواب دیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نخار سے بیٹے عبداللہ نخار اخطا لیکر میرے پاس آئے، تم نے لکھا ہے کہ مفسدہ آئادہ فساد میں اور تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کے رومیوں کے مفالیے سے ہٹ جانے کے باعث ان کے دل بڑھ گئے ہیں، لیکن اللہ کا فضل ہے کہ مسلمانوں کی پسپائی کو ناہ مینی اور کمزوری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کی ایک متفقہ جنگی تدبیر ہے، اس حکمت عملی کا مقصد یہ ہے کہ دشمن اپنے شہروں اور قلعوں سے نکل کر کھلے مقام میں آجائے اور مسلمان یکجا ہو کر اور مزید امداد مانگا کر ان سے کامیاب مقابلہ کر سکیں،

ہم چاہتے ہیں کہ دشمن کی تمام قوتیں بھی ایک جگہ جمع ہو جائیں پھر ہم خدا کی اس نصرت کے بھروسہ پر جو ہمیشہ اس کے دوستوں پر مبذول رہتی ہے اس طرح حملہ آور ہوں کہ کوئی رومی نہ اپنی ماں کو بچا سکے نہ اپنی بیوی کو اور نہ خود اپنی جان کو، نہ پہاڑوں میں پناہ پاسکے نہ قلعوں کی حفاظت میں بیٹھ سکے بلکہ ہتھیار ڈالنے اور امن طلب کرنے پر مجبور ہو جائے

سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد لسنة

الله تبديلاً

تم اپنے ساتھی مسلمانوں سے کہدو کہ میں مجاہدین اسلام

کو لیکر آ رہا ہوں، اس لئے انھیں چاہیے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنا حسنِ ظن قائم رکھیں اور دشمنوں پر ذرا بھی کمزوری ظاہر نہ ہونے دیں ورنہ دشمن خوش ہو کر طعنہ زنی کریں گے اور شوخ و بے باک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور انھیں اپنی نصرت سے سرفراز فرمائے اور اپنی بخشش نازل کرے، والسلام، حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عبداللہ کو یہ خط دے کر فرمایا کہ اپنے والد سے کہدینا کہ اس خط کے پیچھے میں بھی آ رہا ہوں، مسلمانوں کو بھی اس بات سے آگاہ کر دیں۔

عبداللہ! تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کے ذریعہ اللہ مسلمانوں کی پشت پناہی کرتا، اور ان کے حوصلے بڑھاتا۔ اور ان کے دل مضبوط کرتا ہے، تم زمرہ صحابہ میں سے ہو اور اصحاب رسول کو اللہ نے عام مسلمانوں پر فضیلت دی ہے تم اپنے باپ پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جانا، بلکہ ایک طرف تو تم مسلمانوں کو جہاد کے لئے اکسانا، ان کو اللہ کی نصرت کا یقین دلانا اور ثابت قدمی کی تلقین کرنا اور دوسری طرف تمہارے والد بھی اسی طرح مسلمانوں کو تلقین و ہدایت کریں۔

حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ میں انشاء اللہ وہی طرز عمل اختیار کروں گا جس سے آپ خوش ہوں گے،



## حضرت عمرو بن العاص کی مدبرانہ کارروائیاں

حضرت عبداللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا خط لاکر اپنے باپ حضرت عمرو بن العاص کو دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے وہ خط سنایا اور حسب ذیل تقریر کی۔

” اردن کے جن لوگوں نے ہم سے معاہدہ امن کیا ہے وہ کان نہ کھول کر اچھی طرح سن لیں کہ اگر ان میں کا کوئی شخص بیت المقدس گیا یا بیت المقدس کا کوئی آدمی اسکے پاس ہو اور وہ اسے میرے حوالے نہ کر دے تو اس سے اللہ کی نانت ساڑتا ہوں اور یہی سن لو کہ جن لوگوں نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے وہ بیت المقدس چلنے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں ان سے برابر لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو میں تمام جنگجو لوگوں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو غلام بنا لوں گا یا وہ جزیہ ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

اس تقریر کے بعد آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا۔ اور ان کو لیکر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ دو میل چل کر آپ نے مقام کیا اور اردن کے باشندوں میں منادی کرادی کہ جو لوگ ہتھیار لگا کر ہمارے لشکر میں نہ آجائیں گے اور ہمارے حکم پر عمل نہ کریں گے۔ وہ اللہ کی امان

سے خارج سمجھے جائیں گے۔“

اس منادی کا یہ اثر ہوا کہ اردن کے باشندے اپنے گھروں سے نکل پڑے، جو لوگ لڑنے کے قابل تھے وہ ہتھیار لگا کر فوج میں شامل ہو گئے اور دوکانداروں نے مجاہدین کے لئے دوکانیں لگا دیں۔

حضرت عمر بن العاص نے اہل اردن پر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو افسر بنا کر اور پانسو مجاہدین کو ساتھ کر کے ان کو آگے روانہ کیا، چنانچہ حضرت عبداللہ عیساٰئیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ فوج لیکر آگے بڑھے۔

اس کارروائی سے حضرت عمر بن العاص کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو اردن کے باشندوں کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کا سد باب ہو جائے اور دوسری طرف بیت المقدس کے باشندے مدافعت کی فکر میں مبتلا ہو جائیں اور اسلامی فوج پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ اس کارروائی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ بیت المقدس کے باشندے جو اردن میں رہ کر یہاں کے باشندوں کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ و فساد کر رہے تھے بھاگ کر بیت المقدس چلے گئے اور خبر دی کہ اسلامی لشکر حملہ کے لئے آ رہا ہے۔ اس خبر سے بیت المقدس کے باشندے گھبرائے اور حملے کو جیکہ مدافعت کی فکر میں پڑ گئے۔

حضرت عمر بن العاص نے اسی کارروائی پر بس نہیں کیا بلکہ بیت المقدس کے باشندوں کے نام ایک الٰہی مہیم بھی روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عمر بن العاص کا خط بیت المقدس کے بطریقوں کے نام  
جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرنے ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں ان پر  
سلامتی ہو،

اس کے بعد ہم اپنے پروردگار کی بہت بہت حمد کرتے ہیں اور  
بے شمار تعریف و ثنا کرتے ہیں کہ اس نے اپنا رسول بھیج کر ہم پر رحم  
فرمایا، اپنی رسالت سے سرفراز کیا۔ اپنے دین سے عزت  
بخشی، اپنی اطاعت کے ذریعہ طاقت دی، اپنی توحید و اقلص  
کے عرفان سے ممتاز کیا، اللہ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ ہم  
اس معبود حقیقی کے ساتھ نہ کسی کو شریک کرتے ہیں۔ اس کے سوا  
کسی کو خدا سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے تو یہ ہماری شدید غلطی ہوتی  
اس کی ذات پاک اور بے انتہا بلند ہے۔ اور اس کی تعریفیں

بے شمار ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں کہ تمہارے کفر کی وجہ سے  
اس نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تم کو گروہ گروہ بنا دیا ہے  
تمہارا ہر فرقہ اپنے ہی کو راہ راست پر سمجھتا ہے اور اپنی  
حالت میں خوش ہے۔ تمہارے بعض فرقے حضرت عیسیٰ بن مریم  
کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض و خداؤں کے قائل  
ہیں۔ اور بعض تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ جو لوگ خدا کے ساتھ

دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ غارت ہو جائیں۔ اللہ کی ذات ہر طرح کے شریک سے ارفع و بلند ہے، ہم خدا کی ستائش کرتے ہیں کہ اس نے تمہارے بطریقوں کو ہلاک کر ڈالا تمہاری عزت و عظمت زائل کر دی، تمہارے حاکموں کو اس ملک سے نکال دیا، تمہارے ملک، وطن اور تمہاری دولت و حکومت نکالیں وارث بنا دیا، تمہاری ذلت و نیاہی کا سبب یہ ہے کہ تم مشرک ہو۔ ہم نے تمہیں اللہ و رسول پر ایمان لانے کی جو دعوت دی اسے رد کر چکے ہو، غرض تمہاری بد اعمالیوں ہی وجہ سے خدا نے تمہیں فقر و فاقہ، خوف و دمہشت اور ذلت و بربادی میں ڈال دیا ہے۔ دیکھو میرا خط جارہا ہے، اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو جاؤ اور اپنے کو نیاہی سے بچاؤ۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو میرے پاس حاضر ہو جس تمہاری جان و مال کے لئے معاہدہ امن لکھ کر تم پر جزیہ مقرر کر دوں جسے تم بحالت مظلومیت ادا کرتے رہنا ورنہ خداے واحد و بیکتا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں پیدل اور سوار زبردست فوج کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گا۔ اور اس وقت تک تمہیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمہارے رہنے والوں کو قتل کر کے تمہارے اہل و عیال کو غلام نہ بنا لوں گا اور تمہیں اس قوم کی طرح نہ کر دوں گا جو موجود تھی اور معدوم ہوئی۔ ایک عیسائی قاصد خط لیکر بیت المقدس گیا وہاں کے باشندوں سے

کہا کہ ہم نے اپنے مجذروں کو مسلمانوں اور رومی فوجوں کی حالت معلوم کر نیکے لئے بھیجا ہے۔ ان کے واپس آنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ رومی مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو ہم ان کا ساتھ دینگے ورنہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لینگے۔ مجذروں نے آکر اطلاع دی کہ رومیوں کا عظیم لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ جو تین حصوں پر تقسیم ہے اور ہر حصے میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی ہیں۔

یہ اطلاع پا کر باشندگان بیت المقدس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

## عیسائیوں پر رومیوں کے مظالم

جن علاقوں کو مسلمانوں نے خالی کر دیا تھا ان سے رومی فوج گذری تو یہ الزام رکھ کر کہ ان علاقوں کے باشندوں نے کیوں مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ ان پر سخت مظالم کئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور تھے۔ تم نے بزوری سے کام لیا، ہم کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگے مسلمان آئے اور ہم نے ان کی اطاعت قبول کر لی،

رومی سپاہی ہر وقت شراب کے نشہ میں چور رہتے، اسی حالت میں حرام کاریاں کرتے، غیر مسلم آبادیوں کو لوٹتے اور اپنے افسروں کی نافرمانیاں کرتے، ایک جگہ باہان سپاہیوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا اور سمجھنا رہا تھا کہ باشندوں پر اس طرح کے مظالم نہ کریں۔ اسی حالت میں

ایک مظلوم نے کھڑے ہو کر باہان سے فریاد کی کہ

بادشاہ کی عمر و رازہ ہو۔ میں اسی مقام کا رہنے والا ہوں میرے پاس تقریباً سو بکر بائیں، میرا لڑکا انھیں چرا رہا تھا، حضور کے ایک بڑے افسر نے بکریوں کے گٹھے کے قریب مقام کیا اور جتنی بکریاں چاہیں خود لے لیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی اجازت دیدی، چنانچہ انھوں نے ساری بکریاں پکڑ لیں، میری بوہی کو معلوم ہوا تو وہ افسر کے پاس پہنچ گئی اور اس نے کہا کہ جتنی بکریاں آپ نے لے لی ہیں وہ تو آپ لے لیں، مگر آپ کے ماتحتوں نے جو بکریاں پکڑی ہیں انھیں واپس دلا دیں، افسر نے میری بوہی کی طرف دیکھا اور اسے خیمہ میں لے جانے کا حکم دیا، عورت کو خیمہ میں دیر ہوئی اس لئے لڑکے کو شبہ ہوا۔ اور اس نے جھانک کر خیمہ میں دیکھا، افسر اس کی عصمت دری کر رہا تھا اور وہ رو رہی تھی۔ لڑکے نے یہ دیکھ کر شور کیا۔ جس پر افسر نے لڑکے کو قتل کر دیا، میں نے سنا تو لڑکے کی لاش پر گیا، افسر نے میرے قتل کا بھی حکم دیا، حکم پاتے ہی سپاہی مجھ پر ٹوٹ پڑا میں نے ہاتھ سے اپنے کو بچانے کی کوشش کی، اس کوشش میں میرا ہاتھ کٹ گیا۔ میں فریاد لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

بیابان نے پوچھا، تو اس افسر کو پہچانتا ہے؟ وہ افسر باہان کا خاص دربار تھا اور دربار میں موجود تھا، فریاد نے اشارے سے اس کو بتایا، اس پر

افسر اور اس کے ساتھی بہت برا فروختہ ہوئے اور تقریباً دو سو آدمیوں نے حملہ کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

باہان بیٹھا دیکھتا رہا اور کسی نے اسکی پروا نہ کی۔

## یرموک میں اسلامی اجتماع

یرموک اردن کی ایک وادی ہے۔ مسلمانوں نے رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اسی مقام کو تجویز کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور دوسرے افسران اسلام یہیں جمع ہوئے، سب سے پہلے حضرت خالد بن لید مقدمۃ الجیش کے ساتھ یہاں پہنچے، ان کے بعد حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کا لشکر پہنچا، حضرت عمرو بن العاص بھی یہیں آگئے۔

جب تمام افسران اسلام یرموک پہنچ گئے تو حضرت ابو عبیدہ نے ان کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان نے کہا۔ ”میری رائے ہے کہ آپ مسلمانوں کو لیکر یہاں سے آئید چلیں اور دربار خلافت کو رومیوں کی طیارہ یوں کی اطلاع دے کر وہیں کمک کا انتظار کریں۔“

حضرت عمرو بن العاص۔ ”میرے خیال میں رومیوں کے دوسرے شہروں کی طرح آئید بھی ایک رومی شہر ہے۔ اس لئے وہاں مقام کر نلبے سوود ہے یہیں مقام فصرہ میں چلکر ٹھہرنا چاہیے اور دربار خلافت سے کمک آنے پر رومیوں سے لڑنا چاہیے۔“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اب تک خاموش تھے، حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ آپ بھی اپنی رائے ظاہر کیجئے۔

حضرت خالد نے جواب دیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم نفس اور دنیا کے واسطے لڑ رہے ہیں تو ہم بے شک دشمنوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ ہم سے بہت زیادہ قوی ہے، لیکن اگر ہم اللہ کے لئے لڑتے ہیں، اور خدا کی مدد سے جنگ کرتے ہیں تو خدا کی قسم دنیا کی تمام فوجیں بھی رومیوں کی مدد کے لئے آجائیں تو بھی ہمارے کچھ بگاڑ نہیں سکتیں،

آپ بولتے جاتے تھے تھے اور آپ کا جوش بڑھتا جاتا تھا۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔ ”کیا آپ میری بات مانیں گے۔“

حضرت ابو عبیدہ۔ ضرور مانوں گا۔!

حضرت خالد۔ مسلمانوں کے اندرونی معاملات کا نظم تو آپ اپنے اختیار میں کیجئے۔ اور جنگی معاملات میرے سپرد کیجئے۔ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور دشمنوں پر فتح دے گا۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کو سپہ سالار بنا دیا۔

حضرت قیس بن سیرہ نے مقتوحہ علاقوں کا تخلیہ کر کے قرح جانے کی سخت مخالفت کی اور کہا۔ ”خدا ہمیں پھر کبھی اس سر زمین میں واپس نہ لائے اگر ہم مقتوحہ علاقے سے ایک ایخ زمین بھی خالی کر کے کہیں اور چلے جائیں۔“

مسلمانوں! کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ یہ بہتی ہوئی نہریں، پہر پرفضا

دریا، یہ سرسبز اور اہلہاتے ہوئے کھیت، یہ انگور اور

انار کے باغ، سونا، چاندی اور ریشم کے ذریعہ چھوڑ کر پھر اسی سرزمین میں واپس جاؤ جہاں گوہ جیسے جانور کھانے کو ملیں گے اور جہاں فقر و فاقہ اور رنج و محن کے سوا کچھ نہیں ہے؟ تم کہتے ہو کہ ہمارے مقبول جنت میں داخل ہوتے ہیں اور اس لازوال عیش و راحت سے بہرہ ور ہوتے ہیں جس کی کہیں مثال نہیں پھر مجھے بتاؤ کہ تم جنت کو چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو اور کہاں بھاگتے ہو؟ کیا تم قرح اور حجر جیسے مقاموں کو جنت پر ترجیح دینا چاہتے ہو؟ اللہ! اس کا ساتھ دے نہ اس کی حفاظت کرے جو اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ کرے،

حضرت ابو عبیدہ — قیس! تم نے بیچ کہا،

مسلمانو! تم اپنے ملک کو واپس جانا چاہتے ہو، اور اس ملک اس کی دولت، اس کے شہر، قلعے، دیوار آبادیوں کو دشمنوں کے لئے چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ حالانکہ ان تمام چیزوں کو خدا نے تمہارے واسطے نفع کر دیا ہے۔ آخر یہ کونسی عقل مندی ہے کہ تم سارے ملک کو خالی کر کے پھر واپس آنا اور از سر نو جنگ کرنا چاہتے ہو، حالانکہ اللہ نے تمہیں ان زحمتوں سے فارغ کر دیا ہے، خدا کی قسم یہ گمراہی کی راہ ہے،

حضرت خالد نے بھی جوش میں پکار کر فرمایا۔

قیس! اللہ تعالیٰ تمہیں جزا کے خیر دے، جو تمہاری راہ

ہے وہی رائے میری تھی ہے۔ خدا کی قسم جب تک اللہ ہمارے اور  
دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کر دے گا۔ ہم یہاں سے ہٹنے والے  
نہیں۔

یسرہ بن مسروق عسبی نے کھڑے ہو کر حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔  
اللہ آپ کو سنوارے، آپ اس جگہ سے نہ ہٹئیے، اللہ پر بھروسہ  
کیجئے، اور دشمن سے لڑئیے خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ  
کو ضرور منصور و مظفر کرے گا۔ اور اگر آپ یہاں سے چلے  
گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کبھی واپس نہ آسکیں گے، ہم  
دشمنوں سے لڑ چکے ہیں، اجنادین و فحل کے میدانوں میں  
ان کے پہادروں اور سرداروں کو قتل کر کے ان مقامات  
سے ان کو نکال چکے ہیں، پھر ہم کیوں ان کے لئے سارے  
ملک کو خالی کریں۔

اس رائے اور مشورے کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے  
اعلان فرمایا کہ

میں یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا، میں خالد بن ولید کو سپاہ  
بنا چکا ہوں، جب تک اللہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان  
فیصلہ نہ کر دے گا۔ میں اپنی جگہ پر جما رہوں گا۔

رومی لشکر کوچ کرتا ہوا۔ اسلامی فوج کے قریب مقام "دیر الجبل" میں  
اُترا۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے باہان نے چاہا کہ مسلمانوں پر رسد

بند کر دے، چنانچہ انھوں نے رومیوں کے نام فرمان جاری کر دیا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔ لیکن اردن ایک ترخیر علاقہ تھا اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا اس لئے اس بندش سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

اب باہان نے چاہا کہ اردن کے راستہ پر قبضہ کر لے اور وہاں سے اردن کی امداد روک دے۔ اس غرض سے اس نے ایک عظیم الشان رسالہ لکھ کر ایک بڑے سپہ سالار کی سرکردگی میں روانہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے دو ہزار سواروں اور کچھ پیادوں کو حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجا، رومیوں کے بالمقابل بیچیکر حضرت خالد نے رسالہ کی کمان حضرت قیس بن ہبیرہ کو دیدی اور خود پیادوں کی کمان سنبھالی اور حضرت قیس کو حملے کا حکم دیا۔ ایک سخت جنگ کے بعد اسلامی سارے نے رومیوں کو شکست دیدی، تو وہ پیدل مسلمانوں کی طرف بڑھے، اور حضرت خالد نے بڑھکر حملہ کیا اور رومی فوج کو زیر و زبر کر دیا۔ دشمنوں کو پیدل مسلمانوں کے مقابلے میں بھی بہت بری طرح شکست ہوئی اور رومی سپہ سالار بھاگ کھڑے ہوئے، قیس بن ہبیرہ نے اسے بھاگتے دیکھا تو ایک غیری مسلمان کو لگا کر دیکھنا دشمن چکر جانے نہ پائے۔ میرا گھوڑا بہت تنگ گیا ہے دوڑ نہیں سکتا۔ تم بڑھکر اس کا سر کاٹ لو۔ غیری نے اس کا تعاقب کیا۔ رومی سپہ سالار نے اس کو اپنی طرف بڑھنے دیکھ کر تلوار کھینچ لی، دونوں ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو آپس میں کٹھ گئے اور گھوڑے کی پشت سے

زمین پر گر پڑے۔ نیری عجاہد رومی سپہ سالار کو پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ لیکن رومی سپہ سالار نہایت طاقت ور اور لہجیم و شجیم آدمی تھا۔ اس نے نیری کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔ اور اس کی ٹانگیں پنی رانوں میں جکڑ لیں۔ نیری بالکل بے قابو ہو گیا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ نے نیری کو اس حالت میں دیکھا تو گھوڑا دوڑا کر اس کے پاس پہنچے اور گھوڑے سے اتر کر رومی سپہ سالار کے ہاتھ پر ایک تلوار ماری نیری اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا اور اسے مار ڈالا۔ اتنے میں حضرت خالد بن ولیدؓ گئے اور پوچھا کہ سپہ سالار کو کس نے قتل کیا؟ حضرت قیس بجائے اس کے کہ اپنی کارگزاری کو ظاہر کرتے انھوں نے نیری کی طرف اشارہ کر دیا۔

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین میں باہم کتنا اخلاص و اخلاق کفا۔

## مدینہ طیبہ میں اضطراب

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لے اکابر اسلام کی رائے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا۔ اور رومیوں کی عزیز معمولی نیاریوں کا ذکر کے آپ سے مدد طلب کی، خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔

اللہ امیر المؤمنین کو معزز فرمائے! یہاں یہ حال ہے کہ رومی بجزو بر سے مسلمانوں پر چڑھ آئے ہیں اور رومیوں کا ایک آدمی

بھی ایسا نہیں ہے جو تھپہارا اٹھا سکتا ہو اور فوج سے پیچھے رہ گیا ہو، تمام پادری یہاں تک کہ راہب بھی گرجوں اور خالقاہوں سے نکل آئے ہیں، آرمینیا اور جزیرہ تک کے باشندے فوج میں بھرتی ہو کر آگئے ہیں مجھے رومیوں کی ان طیاریوں کی خبر ملی تو میں نے مسلمانوں سے اس کو پوشیدہ رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ انھیں تمام باتوں سے خبردار کر دیا۔ باہمی مشورہ سے طے پایا کہ تمام اسلامی فوجوں کو شام کے کسی ایک مقام میں جمع ہو جانا چاہیے۔ اور وہیں امیر المومنین سے مدد طلب کر کے دشمنوں سے لڑنا چاہیے، اس لئے آپ جلد سے جلد ملک روانہ کیجئے اور آدمیوں پر آدمی بھینچے، ورنہ اگر وہ ثابت قدم نہ رہے تو آپ کو ان کی جانوں کو خیر باد کہنا ہو گا اور اگر وہ پرانگندہ ہو گئے، تو ان کے دین کو وناپڑے گا۔ کیونکہ دشمنوں کی اس قدر کثرت ہے کہ مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہاں اگر اللہ فرشتوں سے ان کی مدد فرمائے تو یہ اور بات ہے۔

### والسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاجرین و انصار کو جمع کر کے یہ خط سنایا، خط سن کر مسلمان بے اختیار رونے لگے، اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر مجاہدین کی فتح و نصرت کے لئے دعائیں مانگنے لگے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ کسی کو سپہ سالار بنا کر ہمیں اس کے ساتھ بھیجئے یا خود سپہ سالار بن کر مجاہدین کی

امداد کے لئے چلے۔ اگر خدا نخواستہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آگئی تو ہماری زندگیوں تلخ ہو جائیں گی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف بار بار کہتے تھے کہ امیر المؤمنین! اگر آپ خود شام جائیں تو مجاہدین کو بہت تقویت پہنچے اور کفار مرعوب ہو جائیں لیکن صحابہ نے کثرت رائے سے فیصلہ کیا کہ حضرت عمرؓ کو جاننا مناسب نہیں، وہ مدینہ منورہ ہی میں رہ کر مجاہدین کے پاس ملک بھیجیں، عبداللہ بن فرط خط لیکر گئے تھے، حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ رومی مسلمانوں سے کتنے فاصلہ پر ہیں؟

عبداللہ بن فرط نے جواب دیا کہ رومیوں کا مقدمۃ الجیش تین چار روز کے فاصلہ پر ہوگا، اور اصل لشکر پانچ دن کے فاصلے پر، حضرت عمر نے فرمایا کہ افسوس، پھر ملک کس طرح بروقت پہنچ سکتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابو عبیدہ کے خط کا یہ جواب لکھا تمہارا خط پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ رومی خود میرے چہرہ آگے ہیں اور پادریوں اور راہبوں تک کو اپنے ساتھ لائے ہیں، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا حافظ و ناصر خدا ان پادریوں اور راہبوں کو اسی وقت سے دیکھ رہا ہے۔ جب اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان کی نصرت فرمائی اور ان کو غیباً کیا، ہمارا پروردگار اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْحَقِّ وَدِينِ الْحَقِّ  
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین  
حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں  
پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین کو ناگوار  
کیوں نہ ہو۔

اس لئے تمہیں دشمن کی کثرت سے ڈرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ اللہ  
ان سے بری ہو چکا ہے اور جس کو خدا چھوڑ دے اس کی کثرت  
اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ وہ ذلیل و خوار ہی ہو کر رہے گا، اسی  
طرح مسلمانوں کی قلت سے بھی تمہیں گھبرانا نہ چاہیے، اس لئے  
کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہو اسے تعداد  
کی کمی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم اپنی جگہ پر ثابت قدم  
رہو۔ اور جب دشمن کا مقابلہ ہو تو خوب دم کر لو اور اللہ سے  
مدد مانگو، اللہ کی حمایت و نصرت کافی ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ اگر اللہ نے مردہ کی تو مسلمانوں کی جان ادا  
ان کے دین میں سے ایک چیز کو صبر کرنا پڑے گا۔ اللہ کی مدد کو منتہی  
کر کے تم ایک سخت غلطی کے ارتکاب سے بچ گئے، خدا کی قسم اگر  
مسلمان ثابت قدمی کے ساتھ لڑیں گے اور مارے جائیں گے تو  
صالحین کے لئے اللہ کے پاس جو کچھ ہے بہت بہتر ہے، اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد ہے۔

قَوْمٌ مِّنْ دُونِ الَّذِي خَلَقَ  
ان میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ نے پیدا کیے

مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَ  
 مَسَابِدًا لَوْ  
 بَدَّيْلًا  
 سے جدا برا ہو چکے اور کچھ انتظار کر رہے  
 نہیں اور انہوں نے اپنے ایمان میں  
 کوئی تبدیلی نہیں کی۔

پس قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جو شہید ہو چکے، تمہارے  
 ساتھیوں کے لئے ان مسلمانوں کا بہترین نمونہ عمل موجود ہے  
 جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد لڑائیوں میں شہید  
 ہو گئے، وہ خدا کے نام پر لڑنے سے کبھی باز نہ رہے اور نہ خدا کے  
 نام پر مرنے سے ڈرے، اسی طرح حضرت رسول اللہ کے  
 بعد کے لوگوں نے بھی نہ کمزوری کا اظہار کیا اور نہ مصیبتوں کو  
 خوفزدہ ہوئے۔ وہ بھی اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر  
 چلے۔ اور مخالفین سے جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اللہ نے ایک  
 جماعت کہا اس کے صبر و استقلال کی بنا پر اس طرح تعریف  
 فرمائی ہے

كَانُوا عَلَىٰ بَيْتِي  
 وَتَاتِلُوا مَعَهُ  
 بِأَيْشُونَ كَثِيرًا  
 فَمَا  
 وَهَنُوا لَأَمَّا بَهُمْ فِي  
 سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا  
 اور کہتے، ہی نبی ایسے ہو گئے رہے ہیں کہ  
 جن کی معیت میں بہت سے اہل اللہ  
 نے راہِ حق میں جنگ کی۔ پھر خدا کی  
 راہ میں انکو جن مصیبتوں کا سامنا ہوا  
 ان کے باعث ذلوا انہوں نے بہت  
 ہاری نہ ہپے اندر ضعف پیدا نہ

دیا اور نہ دشمنوں کے مقابلے میں، اظہار  
عجز کیا۔ اور اللہ انہیں لوگوں کو پسند  
فرماتا ہے جو دشمن کے مقابلے میں ثابت  
قدم رہتے ہیں۔ ان مجاہدین کی وہی دعائی  
کہہ رہے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں  
کو بخشدے اور ہماری بے اعتدالیوں کو  
جوہا سے کام دیا سرزد ہوئی ہوں مٹا  
فرما۔ اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھے  
اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد  
کر پھر اللہ نے انہیں دین کا ثواب بھی  
دیا اور اس سے بہتر آخرت کا ثواب بھی  
مرحمت فرمایا۔ اور اللہ انہیں کو پسند  
فرماتا ہے جو نیکو کار جمعیتے ہیں۔

وَمَا اسْتَكَاثَرُوا لِلَّهِ  
يُحِبُّ الصَّابِرِينَ  
وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ  
إِلَّا أَنْ تَأْتِنَا  
أَعْفُفْنَا لَمَّا دُتُّبْنَا  
وَأَمْسَرْنَا فِي أَمْوَالِنَا  
وَوَيْتْنَا أَقْدَامِنَا  
وَأَنْصَرْنَا عَلَى  
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ  
فَاتَّعَمَهُ اللَّهُ تَوَّابٌ  
الَّذِي يُؤْتِي الْحَسَنَاتِ  
الْأَخْرَجَ وَاللَّهُ يُحِبُّ  
الْمُحْسِنِينَ

جہاں کی دنیاوی جزا مال غنیمت اور فتح ہے اور جزائے اخروی  
مغفرت و جنت۔ میرا یہ خط مسلمانوں کو سنا کر انہیں حکم دو کہ خدا  
کی راہ میں ثابت قدمی سے جنگ کریں تاکہ خدا انہیں دنیا اور  
آخرت دونوں کی جزا مرحمت فرمائے۔

تم کہتے ہو کہ دشمن کا آنا اجتماع ہو گیا ہے کہ مسلمان مقابلہ نہیں  
کر سکتے۔ تو خدا تو مقابلہ کر سکتا ہے جس نے ہمیشہ غلبہ و قہر سے

کام لیا ہے خدا کی قسم اگر ہم اپنی قوت و کثرت کے بھروسہ پر جنگ کرتے ہوتے تو نہ جلنے کب کے فنا ہو چکے ہوتے، لوگ ہمیں کبھی باقی نہ چھوڑتے، لیکن ہم نے ہمیشہ خدا پر بھروسہ کیا، اپنی قوت و بڑائی کو ہمیشہ بیخ سمجھا، اور خدا ہی سے نسخ و نصرت کے خواست نگار رہے۔ انشاء اللہ بخاری فتح ہوگی، اس لئے تم اپنے کو خدا کے واسطے خاص کر دو۔ اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ اِصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

حضرت عمر نے عبد اللہ بن قریظ کو یہ خط دیکر یہ اہمیت کی کہ بد جاؤ وہاں مسلمانوں کی صف میں پھر کر ایک ایک جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونا اور کہنا کہ مسلمانو! میں عمر کا قاصد ہوں، انھوں نے تمہیں سلام کہا ہے اور پیغام دیا ہے کہ جنگ میں بہادری سے کام لو، دشمنوں پر شیر کی طرح حملہ کرو اور تلواروں سے ان کے سر اڑا دو۔ یہاں تک بخاری نظروں میں ان کی حیثیت کیڑے مکوڑے کے برابر بھی نہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں ہمیشہ غالب رہے۔ اس لئے آج بھی دشمن کی کثرت سے تمہیں مرعوب نہ ہونا چاہیے، ان مسلمانوں کے بغیر تمہیں شکستہ خاطر ہونا چاہیے جو تم سے دور ہیں اور تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتے۔

جس روز عبد اللہ بن قریظ مدینہ طیبہ سے حضرت ابوعلیہ کے پاس دہلیس آئے، حضرت سعید بن عامر بھی ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ پہنچ گئے

جن کو حضرت عمرؓ عبد اللہ بن قرقانے جانے سے پہلے ہی روانہ کر چکے تھے، اس ملک کو دیکھ کر اور حضرت عمر کا خط سن کر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور تقویت بھی پہنچی۔

## ہرموک کی پہلی جنگ

جب عیسائی مسلمانوں کے سامنے پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔ اور جنگ کا وقت آیا تو حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے کہا کہ آپ اس جنگ کا سپہ سالار بننے بنا دیجیے۔ اور احنیبار دیدنے کے میں جس طرح چاہوں دشمن کا مقابلہ کروں۔ انشاء اللہ میں اس کا قلع و قمع کر دوں گا حضرت ابو عبیدہ کو حضرت خالد کی شجاعت و بہادری اور ہارت جنگ پر پورا اعتماد تھا اور آپ کا دل اعزاز و انبیا کی خواہش سے بالکل پاک تھا اس لئے آپ نے نہایت خوشی سے حضرت خالد کی بات مان لی اور ان کو سپہ سالار بنا کر تمام اختیارات ان کے سپرد کر دیئے۔

حضرت خالد غازیان اسلام کو لیکر میدان میں نکلے۔ فوج کی صف بندی کے بعد آپ نے حضرت ابو عبیدہ سے دریافت کیا کہ اگر آپ سپہ سالاری کرتے تو میمنہ کا افسر کس کو بناتے؟

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا "معاذ بن جبل کو"

آپ نے کہا۔ بہتر ہے ان کو میمنہ کا افسر بنا دیجیے۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت معاذ بن جبل کو میمنہ کا افسر مقرر کر دیا۔

پھر حضرت خالد نے پوچھا۔ آپ میسرہ کی افسری کس کو دیتے؟  
 حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اس قابلیت کے کئی آدمی ہیں، اگر آپ  
 پسند سمجھیں تو قنات بن اشیم کو میسرہ کی افسری دیتے دیکھیں۔

حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کی رائے کے مطابق میسرہ کی کمان  
 حضرت قنات بن اشیم کو دی۔

اس کے بعد آپ نے کہا۔ رسالہ کو میں اپنی کمان میں رکھوں گا پیدل  
 پر آپ جس کو چاہے مقرر کر دیجیے۔ حضرت ابو عبیدہ نے پیدل پر فاتح ایران  
 حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھ حضرت ہاشم بن غنیمہ کو افسر بنا یا اور  
 فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

جب فوج کی تقسیم و ترتیب مکمل ہو چکی تو حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ  
 سے کہا۔ ہر علم بردار کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ میرے حکم کی تعمیل کرے  
 حضرت ابو عبیدہ کے ارشاد کے مطابق حضرت ضحاک بن قیس نے  
 ایک ایک علم بردار کے پاس جا کر اعلان کر دیا کہ حضرت ابو عبیدہ کا فرمان  
 ہے کہ تمام افسر حضرت خالد بن ولید کے حکم کی تعمیل کریں۔

صحیحہ کرام میں عجیب خلوص تھا اور اسی میں ان کی کامیابی مضمون تھی  
 حضرت معاذ سابق الاسلام اور بڑے مرتبہ کے بزرگ تھے، لیکن انہوں  
 نے حضرت ابو عبیدہ کا اعلان سن کر کہا کہ ہم نے اعلان سن لیا۔ ہم خالد کی  
 پوری اطاعت کریں گے۔

پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اگر تم خالد کی اطاعت  
 کرو گے

تو ایک مبارک شخص کی اطاعت کر دو گے، کامیابی جس کے ہم کاب ہوئی ہے جو نہایت شجاع اور پاک باطن ہے، اور جس کا ہر کام خدا کی رضا طلبی کے لئے ہوتا ہے۔

حضرت خالد حضرت معاذ کی بہ نخلصاۃ اور محبت آمیز بانیں سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ”میرے بھائی معاذ پر خدا کی رحمت ہو وہ مجھ سے خدا کے لئے محبت کرنے ہیں، تو مجھ میں بھی خدا کے لئے ان سے محبت کرتا ہوں۔“ اور ان کے رفقا، مجھ سے پہلے وہ درس حاصل کر چکے ہیں جو مجھے حاصل نہیں ہو سکتے۔ انھیں وہ درس مبارک ہوں جو ان کے لئے خدا نے خاص کر لئے ہیں۔

ضحاک حضرت معاذ سے ملے تو انھوں نے حضرت خالد کی ان باتوں کو بھی ان سے بیان کیا۔ حضرت معاذ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے خالد کو مشرکین سے جنگ کرنے میں جو بصیرت اور دلیری عطا فرمائی ہے اور دین الہی کی خدمت کا جو جذبہ خلوص ان کو بخشتا ہے اس کی بنا پر مجھے امید ہے کہ ان کا اجر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے عمل کے باعث ہم میں افضل ہو جائیں گے۔

حضرت خالد کی سپہ سالاری کا اعلان ہو چکا تو آپ نے فوج کا معائنہ شروع کیا۔ آپ جس علم کے پاس پہنچے کھڑے ہو کر کہتے کہ

مسلمانو! فتح ثابت قدمی کا دوسرا نام ہے۔ اور کمزوری کا نتیجہ بربادی ہے۔ تم اسی حالت میں غالب اور فتح مند ہو سکتے ہو جب ثابت قدمی سے کام لو خوب سمجھ لو کہ جو ثابت قدمی

کام لے گا اسی کو غلبہ حاصل ہو گا۔ کمزوری انہیں کو لاحق ہوتی ہے جن کا عقیدہ ناسد ہوتا ہے اور جو باطل پرست ہوتے ہیں حق پسندوں کو کبھی ضعف لاحق نہیں ہوتا کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا ان کے ساتھ ہے وہ حدود الہی کی حفاظت کرتے ہیں خدا کی راہ میں لڑتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ شہید ہو کر خدا کے حضور میں پہنچیں گے تو وہ ان کو سرفراز فرمائے گا اور ان کے خلوص کی قدر کرے گا۔

فوج کے معائنے سے فارغ ہو کر حضرت خالد نے رسالے کو اپنے سامنے طلب کیا اور حضرت قیس بن ہبیرہ کو مخاطب کر کے کہا۔  
 ”تم عرب کے وہ ممتاز ترین شجاع ہو جس کی مثال نظر نہیں آتی  
 اس لئے تم میرے رسالے کے ساتھ چلو۔“

اس کے بعد مسیرہ بن مسروق اور عمر بن الطفیل کو ساتھ لیا اور رسالہ کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ایک ایک حصہ ان تینوں افسروں کے سپرد کیا اور چوتھے حصے کو اپنے ماتحت رکھا۔

عیسائیوں کے خبروں نے اطالیہ میں وہی یقین کہ ان کی کثرت سے مسلمان ڈر گئے ہیں ان میں مقابلہ کی ہمت باقی نہیں رہی۔ وہ شام کو خالی کر کے چلے جائیں گے۔ لیکن جب اسلامی لشکر آراستہ ہو کر میدان میں نکلا تو عیسائیوں کو بہت نچب ہوا۔ وہ ایک زبردست فوج کے سامنے مقابلے میں آئے، عیسائی فوجوں کی بیٹریں صاف تھیں جو اتنی لمبی لمبی تھیں کہ ان کا آخری

نظر: آسان تھا۔ عیسائیوں کا رسالہ بھی مسلمانوں کے رسالے سے کئی گنا زیادہ تھا۔ جب دونوں رسالے ایک دوسرے سے قریب ہو گئے تو ایک رومی نے اسے بڑھکر مقابلے کے لئے لٹکارا، جس کا مسلمانوں کی طرف سے کچھ جواب نہیں دیا گیا۔ حضرت خالد نے مسلمانوں کا سکوت دیکھ کر فرمایا۔ کیا اس کے مقابلے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے، اگر ایسا ہے تو میں خود آگے بڑھتا ہوں۔

یہ سنکر ہبیرہ بن مسروق اور عمر بن الطفیل نے باری باری آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد نے ان کو روک دیا۔ پھر خود حضرت خالد کے دستے سے حارث بن عبداللہ کے مقابلے پر آمادگی ظاہر کی۔ حضرت خالد نے ان کو بھی منع کر دیا کہ وہ اس کے مقابلے کے نہ تھے۔

یہ دیکھ کر قیس بن ہبیرہ نے پوچھا۔ کیا آپ مجھے بھی جتنا چاہتے ہیں؟ حضرت خالد نے فرمایا۔ ہاں! مجھے امید ہے کہ تم بات کی بات میں اس کا کام تمام کر دو گے۔ لیکن اگر تم نہ جاؤ تو میں خود جانے کو تیار ہوں۔ یہ سنکر حضرت قیس رجز بڑھنے ہوئے آگے بڑھے اور قریب پہنچ کر تلوار کا ایک ہاتھ مارا، دشمن نے جواب دینا چاہا لیکن قیس کی تلوار اپنا کام کر چکی تھی، دشمن مردہ ہو کر زمین پر گر گیا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ”بس اب فتح ہے“ اس کے بعد آپ نے قیس کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں سے بھی فرمایا کہ حملہ کرو۔

”قد ارقتم! انکو کامیابی نہ ہوگی ان کا پہلا ہی آدمی خاک چاٹ رہا ہے“

حضرت خالد کی پکار سنتھی اسلامی رسالہ ٹوٹ پڑا، لیکن عیسائی  
 رسالے کو اپنی کثرت پر ناز تھا، وہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔ مگر عیسائیوں کی  
 یہ شان دیر تک قائم نہ رہ سکی، ہر افسر کے مقابلے میں ان کو پیچھے ہٹنا پڑا، جب  
 مسلمان دور تک عیسائیوں کو دبانے چلے گئے تو حضرت خالد نے ان کو واپسی  
 کا حکم دیا عیسائی اپنی شکست پر نہایت نادم و شرمسار تھے، اور آپس میں یک  
 دوسرے سے کہتے تھے کہ اسلامی رسالے کی تعداد بہت کم تھی بھڑکھی اس نے  
 تمہارے قدم اکھاڑ دیئے، اس ندامت و شرمساری کو دور کرنے کے لئے عیسائی  
 نے جوش و حوصلے کے ساتھ آگے بڑھے،

مسلمانوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، اس لئے وہ بہت خوش تھے

کہ عیسائی پھر مقابلے میں آئے اور انہیں از سر نو شجاعت آزمائی کا موقع ملا  
 عیسائیوں پر مسلمانوں کی ایسی دھاک بیٹھ چکی تھی کہ وہ قریب پہنچ کر کئے  
 ہمت نہ ہوئی کہ مسلمانوں پر حملہ کریں، مسلمان خود حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر  
 حضرت خالد نے ان کو روکا کہ تم قیاب ہو شکست ان کو ہوئی ہے، اگر وہ تم  
 لڑیں تو بے شک تم ان کا جواب دو۔ لیکن اگر وہ واپس جائیں تو چلے جانے دو  
 تمہاری بہر حال فتح ہے۔

رومی کچھ دیر پیش قدمی کرتے اور پہنچا ہوتے رہے لیکن بالآخر  
 ان کے حوصلے نے یک تسلیم جواب دے دیا اور وہ واپس چلے گئے۔



## رومی قاصد امین الامت کی خدمت میں

اپنے لشکر میں بھیج کر باہان نے رومی افسروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ مسلمان اتنے دنوں تک تمہارے ملک میں رہ کر تمہارے ملک کا عیش و آرام اٹھا چکے اب وہ ہا سانی یہاں سے واپس جانے والے نہیں، اور جنگ کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا کیا انجام ہو۔ اس لئے تم لوگوں کی رائے ہو تو مسلمانوں کے پاس قاصد بھیج کر ان کا نائندہ طلب کیا جائے۔ اور اس سے صلح کی گفتگو کی جائے۔ اگر وہ کچھ لے دے کہ صلح پر راضی ہو جائیں تو یہ جنگ سے کہیں بہتر ہے۔

رومی افسروں نے باہان کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک عیسائی کو جس کا نام جرجہ تھا حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں بھیجا۔ جرجہ نے حضرت ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے سپہ سالار کی خواہش ہے کہ آپ سے پہلے جو شخص مسلمانوں کا امیر العسکر تھا۔ اس کو میرے سپہ سالار کے پاس بھیجے تاکہ بالمشاذ گفتگو کے بعد معلوم ہو کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں اگر آپس کی گفتگو سے مصالحت کی کوئی صورت نکل آئی تو بہتر ہے ورنہ جنگ تو ہونی ہی ہے۔

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت خالد کو بلا کر باہان کے پیام سے مطلع کیا۔ اور فرمایا کہ آپ رومیوں کے پاس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دیکھئے اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ہمارے ان کے درمیان کوئی ٹھگروا ہاٹی

نہ رہے گا۔ اور ہمارا اور ان کا نفع نقصان ایک ہو جائے گا۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کی شرط پیش کیجیے گا۔ اور اسے بھی قبول نہ کریں تو پھر صاف کہہ دیجیے کہ ہم جنگ کریں گے اور خدا جو فیصلہ کرے گا۔ وہ ہوگا۔

رومی قاصدِ شام کے وقت اسلامی لشکر میں پہنچا تھا۔ اس لئے تقوڑی ہی دیر میں مغرب کی نماز شروع ہو گئی، مسلمانوں کی نماز باجماعت کے روح پرور نظارے نے قاصد کا قلب نور ایمان سے منور کر دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت خالد نے قاصد سے فرمایا۔ اب رات ہو گئی ہے تو اپنی فوج میں واپس جا، کہہ دینا میں کل آؤں گا۔

جرجہ کی توجہ تمام تر مسلمانوں کی نماز میں جذب ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ اب تک ان لوگوں کے دیکھنے میں محو تھا جو نماز و دعائیں مصروف تھے

حضرت عمرو بن العاص نے جرجہ کی غیر معمولی محویت کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ سے کہا۔ آپ کے پاس جو رومی قاصد آیا ہے کچھ دیوانہ سا معلوم ہوتا ہے حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے، تم دیکھتے نہیں کہ وہ کس ذوق و شوق سے مسلمانوں کی عبادت کو دیکھ رہا ہے، میرا خیال ہے کہ اللہ نے اس کے دل میں نور ایمان پیدا کر دیا ہے۔ اور اس پر اسلام کی خوبیاں واضح ہو گئی ہیں۔

مسلمان نماز و دعا سے فارغ ہوئے تو جرجہ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو پوچھا۔ آپ نے اس دین کو کب قبول کیا اور کب سے اس کی اشاعت

کر رہے ہیں۔“

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اب تے پچیس تیس برس قبل میں اس  
دین کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو اسی وقت  
اسلام قبول کر لیا اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔

جرجہ نے پوچھا۔ تمہارے رسول نے اپنے بعد بھی کسی پیغمبر کے آنے کی

خبر دی ہے؟

حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ یہ خبر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس  
یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ البتہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے  
رسول کی آمد کی بشارت دی تھی۔

جرجہ نے کہا۔ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شتر سوار  
رسول کی بعثت کی خوشخبری دی ہے، اور میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے رسول  
ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔؟

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول نے ان کے متعلق وہی فرمایا  
ہے جو خود اللہ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ  
کہ مثل آدم خلقہ من تراب ثم  
قال لعلھ کن فی کون  
اللہ کے نزدیک عیسیٰ مثل آدم کے ہیں جن کو اللہ  
نے مٹی سے پیدا کیا۔ اور فرمایا کہ ”ہو جا“  
بس وہ ہو گئے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے۔

یا اہل الکتاب لا تغلو انی  
اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور

دینکم و اتقوا لوالی اللہ الہدی  
 انما المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام  
 حکمتہ العظیما الیوم یوم منہ انما  
 باللہ ورنہ ولا تقولوا ثلاثۃ - انہما  
 خیر لکم فواللہ الہ واحد یحی ان یکن  
 لہ ولدا، لہ ما فی السموات وما فی  
 الارض وکفی باللہ وکیلا، لمن  
 یشتنکف المسیح ان یکن عمدا  
 للہ ولا الملائکۃ المقربون  
 ومن یشتنکف عن عبادتہ ویتکبر  
 فیما شہدنا الیہ جمیعاً

اور اللہ کے ہارے میں جو کچھ کو حق کہو، عیسیٰ بن مریم  
 محض خدا کے رسول ہیں اور اس کا کہ جسے اس نے مریم  
 کی طرف انقا کیا اور اسکی طرف سے ایک دعویٰ،  
 پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین خدا  
 نہ کہو۔ اس کو چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ  
 معبود واحد ہے وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے  
 اولاد ہو جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اسکی کا ہے  
 نہ مع خدا کے بندے ہونے سے عاجز ہوسکتے  
 ہیں اور ز مقرب ملائکہ، اور جو شخص اللہ کی بندگی  
 سے عاجز ہوسکتے اور تکبر سے کام لے تو دلوگ سُن  
 لیں کہ، اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

جرم نے رومی زبان میں قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ سنا تو بے  
 اختیار پکار اٹھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی ہی صفت  
 بیان کی ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ تمہارے رسول سچے ہیں  
 اور تم لوگ بھی سچے ہو۔

اس کے بعد جرم نے کہا۔ آپ ایسے آدمیوں کو بلائیے جو سابق الالہ  
 ہوں اور جو آپ کے ساتھیوں میں سب سے بزرگ سمجھے جاتے ہوں۔  
 حضرت ابو عبیدہ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعید بن زید کو  
 بلا کر کہا۔ یہ سابق الاسلام اور بزرگ ترین مسلمان ہیں۔

جرجہ نے حضرت ابو عبیدہ اور ان دونوں بزرگوں کو مخاطب کر کے کہا۔  
اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور جہاد کروں تو آپ میرے لئے جنت کی ضمانت  
کر سکتے ہیں؟

ان بزرگوں نے جواب دیا۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور مرنے تک اسلام پر  
قائم رہو تو یقیناً جنتی ہو جاؤ گے۔“

جرجہ نے کہا۔ تو آپ لوگ گواہ رہیے۔ میں اسلام قبول کرنا ہوں۔  
جرجہ کے قبول اسلام سے مسلمان بے حد خوش ہوئے، جرجہ رومیوں کے  
پاس جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ اگر آج تم  
واپس نہ جاؤ گے تو باہان سبھے گا کہ ہم نے تمہیں بجز روک لیا۔ اس لئے یہاں  
سے کل جو قاصد جائے گا۔ اسے باہان روک لے گا۔ تم آج جاؤ۔ کل یہاں  
سے جو قاصد جائیگا اس کے ساتھ چلے آنا۔ تم ہرے لئے بہت عزیز ہو، میں  
نعماری ناقدری نہیں کرتا میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں تم ہم میں سے ہر شخص  
کے نزدیک قیمتی بھائی کی طرح ہو۔

حضرت ابو عبیدہ کے فرمانے کے بعد جرجہ واپس چلا گیا۔ اور باہان  
سے کہہ دیا کہ تم جن سے گفتگو کرنی چاہتے ہو وہ کل آئیں گے۔

## حضرت خالد اور باہان کی ملاقات

حضرت خالد بن ولید دوسرے روز باہان کی ملاقات کے لئے تشریف  
لے گئے، باہان نے اپنی شان و شوکت اور قہجی کثرت و قوت کے مظاہر

کا خاص اہتمام کیا تھا۔ راستے میں دائیں اور بائیں پیدل فوج کی دس دس صفیں تھیں۔ اور ان کے پیچھے سواروں کی اتنی بسیں تھیں جتنی تھیں۔ جن کا آخری سرانظرہ آتا تھا۔ یہ تمام سپاہی خود زورہ اور جوشن وغیرہ سے اس طرح لٹھے میں غرق تھے کہ آنکھوں کے سوا ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن حضرت خالدؓ پر اس مظاہرے کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ ردیوں کے درمیان سے اس طرح گذر رہے تھے جیسے بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ کے درمیان سے شیر گذرے، آپ ردیوں کو کتوں سے بھی زیادہ ذلیل و پست حقیقت سمجھتے تھے۔ باہان آپ کے ساتھ بڑے اعزاز و احترام سے پیش آیا۔ آپ کا خیر مقدم کر کے اپنے برابر بٹھایا۔ اور گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت خالدؓ کے پر ایہ آغاز ہی کو سن کر باہان دنگ رہ گیا۔ کہنے لگا

آپ نور دئے زمین پر سب سے زیادہ دانش ور اور عقلمند معلوم ہوتے ہیں، آپ کی سی بائیں وہی سوچ سکتا اور کر سکتا ہے جو غیر معمولی فہم و دانش کا مالک ہو، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ جب آپ خود اس درجہ ذی فہم و دانش مند ہیں تو اپنے ساتھی کے مشورے کا اپنے کو کیوں محنت سچھتے ہیں؟

ساتھی کا اشارہ حضرت ابو عبیدہ کی جانب تھا۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ ”تمہیں اتنے ہی پر تعجب ہے؟ ہماری فوج میں دو ہزار ایسے آدمی ہیں جن کے مشورے سے نہ بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہے اور ان کی رائے کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔“

باہان نے کہا۔ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ تم لوگوں میں اس قدر فہم و فراست موجود ہے۔ ہم تو تم لوگوں کو ان چیزوں کا اہل ہی نہیں سمجھتے تھے؟  
حضرت خالد نے فرمایا۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم جو سمجھیں وہ درست ہی ہو؟

اس کے بعد کچھ اور باتیں ہوئیں، پھر باہان نے کہا۔ اصل معاملے پر پہلے آپ گفتگو شروع کریں گے یا میں ابتدا کروں۔؟

حضرت خالد نے فرمایا۔ میں جو مطالبہ کرتا ہوں اور جس چیز کی طرف بلاتا ہوں اس سے تم ناواقف نہ ہو گے، اجنادین، مرجع الصفر، قمل اور دوسری جنگوں میں تمہارے ساتھی اس سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس لئے مجھے تو کوئی نئی بات کہنی نہیں ہے، البتہ مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو، اس لئے پہلے تمہیں گفتگو شروع کر سکتے ہو۔

باہان نے اس طرح گفتگو شروع کی۔ "تمام تعریف اللہ کے لئے جو جس نے ہمارے رسول کو سب سے افضل رسول ہمارے بادشاہ کو سب سے بڑا بادشاہ اور ہماری قوم کو سب سے بہتر قوم بنایا۔"

حضرت خالد نے قطع کلام کر کے فرمایا۔ یہ نہیں بلکہ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں توفیق دی کہ اپنے رسول پر تمہارے رسول پر اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں اور جس نے ہمارے امیر کو ہر طرح ہمارے برابر قرار دیا ہے ہمارا امیر اگر ہمارے مقابلے میں بادشاہی کا دعویٰ کرے تو ہم اسے فوراً معزول کر دیں ہم اپنے امیر کو کسی مسلمان سے افضل نہیں سمجھتے

ہمارے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کے نزدیک زیادہ متقی و صالح ہو،

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہماری قوم کو یہ توفیق دی کہ وہ نیک کاموں کا حکم دیتی ہے اور بڑے کاموں سے روکتی ہے لغزش اور گناہ کا انفرار کرتی ہے اور اللہ سے مغفرت چاہتی ہے خدا سے واحد کی عبادت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی، ہاں اب تم جو چاہو کہو۔ یہ سن کر باہان کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ تھوڑی دیر کے لئے

سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک طویل تقریر کی جس میں پہلے اپنی قوم کی خوشحالی کا ذکر کیا۔ پھر اپنے اس احسان کا ذکر کیا کہ اہل عرب آزادی کے ساتھ اس ملک میں آمد و رفت کرتے تھے انہیں ہر جگہ امن حاصل تھا لیکن وہ یکا یک اس کے ملک پر چڑھ دوڑے اور اس کے شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے یہ زینوں اور نرکوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ عربوں سے پہلے یہ دونوں تو میں اس کے ملک پر حملہ آور ہوئی تھیں اور اس کو فتح کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ پھر بے سرد سامان اہل عرب اس کے ملک کو کیا فتح کر سکتے ہیں؟ وہ محض فخر سالی اور فقر و فاقہ سے تنگ آکر اس تجارت پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس لئے اگر وہ اس کا ملک خالی کر دیں۔ اور وعدہ کریں کہ پھر حملہ آور نہ ہوں گے تو سپہ سالاروں کو دس دس ہزار دینار باقی افسروں کو ایک ایک ہزار اور سپاہیوں کو ایک ایک سو دینار دینے کو تیار ہے۔

باہان اپنی تقریر پوری کر کے خاموش ہوا تو حضرت خالد نے اس کے

جواب میں ایک زبردست تقریر فرمائی۔ حمد و نعت کے بعد آپ نے کہا

تم نے اپنی قوم کی خوشحالی و فراع البالی، شوکت و عظمت، کثرت  
و قوت شجاعت و بہادری اور دشمنوں پر فتیاب و ظفر مند

ہونے کا جو حال بیان کیا ہم اس کو جانتے ہیں۔ تم نے اپنے

پڑوسیوں کے متعلق جن احسانوں کا تذکرہ کیا ہے اس سے

بھی ہم ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن تم نے اپنے ہمسایوں کے ساتھ

جو احسانات کئے وہ اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر کئے، تاکہ

تمہاری سلطنت کو فروغ و ترقی حاصل ہو، اسی کا نتیجہ ہے

کہ ہمسایوں کا نصف یا ثلث حصہ تمہارے دہن میں داخل

ہو گیا اور آج وہ تمہارے زیر علم، ہم سے جنگ آزما ہے،

تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم بھیڑ بکری اور اونٹ چرانے

والے ہیں۔ لیکن ہم میں کوئی شخص اس کام کو بڑا نہیں سمجھتا۔

تمہارا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ہم پہاڑوں اور بیابانوں کے بھنے

والے ہیں اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں ہماری حالت پہلے اور بھی

خیراب اور سخت تھی۔ اللہ نے ہمیں ایک ایسے ملک میں پیدا

کیا تھا، جس میں نہریں ہیں نہ دریا، باغ ہیں نہ کافی کھیت

بالکل بے آب و گیاہ ریگستان ہے، اس لئے بے شک ہم

پہاڑوں اور ریگستانوں میں رہتے تھے، بھیڑ بکری اور اونٹ

چرانے تھے، ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے، انعام و نداداری

کی وجہ سے صدر حئی کو قطع کرتے تھے، اپنی اولاد کو ہلاک کر دیتے تھے ہم میں جو قوی ہوتا تھا کمزوروں کو کھاتا تھا۔ کثیر التعداد لوگ قلیل لتعداد لوگوں کو تباہ کر دیتے تھے۔ سال کے چار مہینوں کے علاوہ جن میں جنگ ممنوع تھی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے اپنی جانوں کو محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ ہم نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سے معبود بنائے تھے، اپنے ہاتھ سے بت بناتے تھے اور ان کو پوجتے تھے۔ وہ نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے تھے اور نہ نقصان پھر بھی ہم ان کی پرستش کرتے تھے، ہم انھیں خرابیوں میں پڑے ہوئے، دوزخ کے کنارے کھڑے کھتے۔ ہم میں جو مرنا دوزخ میں گرتا اور جو زندہ رہتا کفر و شرک میں مبتلا رہتا، اسی حالت میں اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو ہماری قوم کے سب سے شریف خاندان اور سب سے محترم قبیلہ سے تھا۔ اور اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے بھی تمام قوم میں افضل تھا۔

اس رسول نے ہمیں خدا کے واحد کی طرف بلا یا اور حکم دیا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں اور اس کے سوا ہم نے جو معبود بنا رکھے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ اسکو سوا کسی کو اپنا حامی دکا ساز نہ بنائیں، اس کے بیوی اور اولاد نہ مانیں۔ آگ پتھر سورج چاند کسی چیز کی پرستش نہ کریں، اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اسی کی طرف متوجہ رہیں

اور ان لوگوں سے جہاد کریں۔ جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہوں خدا کے لئے بیٹھا قرار دیتے ہوں۔ یا اس کو دو خداؤں میں سے ایک یا نین خداؤں میں سے ایک بٹھراتے ہوں، اور اس جہاد کو ہم اس ذقت تک جاری رکھیں جب تک ایسے لوگ ایک خدا کا انفراد کر کے مسلمان نہ ہو جائیں اور جب اس طرح اسلام میں داخل ہو جائیں تو ہم اپنے اور ان کے نفع و ضرر اور راحت و تکلیف کو ایک سمجھیں۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں اور اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہیں تو ہم ان سے جزیہ کا مطالبہ کریں جسے وہ چھوٹے ٹکرا داکرتے رہیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان سے صلح کر لی جائے اور اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی جائے۔ اس جنگ میں ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ درجہ شہادت پر فائز ہوگا۔ اور خدا کے ہاں زندہ رہے گا۔ اور جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوگا۔ اور دشمنوں میں سے جو مارے جائیں گے وہ کفر کی حالت میں مرے گے اور ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

یہی باتیں ہیں جن پر خدا نے ہمارے رسول کو مامور فرمایا تھا، اور یہی باتیں ہمارے رسول نے ہمیں تعلیم فرمائیں۔ اس لئے ہم تمہیں بھی اسی بات کی دعوت دیتے ہیں کہ تم اسلام قبول کرو اور شہادت دو کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی

معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول  
 ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کی طرف سے جو کچھ اُتتا  
 ہے اس پر ایمان لاؤ، بس تم ہمارے اسلامی بھائی ہو اور ہمارا  
 تمہارا نفع و نقصان ایک ہے، لیکن اگر تمہیں اس سے انکار ہو  
 تو پھر جزیہ دینا منظور کرو۔ اگر تم اس کو قبول لو تو ہمارے  
 ہاتھ سے تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ لیکن اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو  
 سبھی لوگ تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو موت کو  
 اس طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی کو۔ ہم خدا کا نام  
 لیکر میدان میں نکلیں گے۔ پھر ہمارے تمہارے درمیان وہی  
 جو فیصلہ کرے گا وہ ہوگا۔ خدا ہی کا ملک ہے وہ جسے چاہتا  
 ہے دیتا ہے۔ لیکن یہ سبھی لوگ انجام کار نہی لوگ کا مباب  
 ہوتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

حضرت خالد کی تقریر کے بعد بابان نے پھر ایک مختصر تقریر کی جس میں کہا کہ  
 نہ ہم میں سے کوئی اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین قبول کرے گا  
 نہ جزیہ دینے پر آمادہ ہوگا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت خالد اسلامی فوج میں واپس چلے آئے۔

## بابان کا اپنے افسروں کے مشورے اور قیصر کو خط

حضرت خالد سے گفتگو کرنے کے بعد بابان نے اپنے افسروں کو جمع کیا

وردان سے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی میں نے چاہا کہ وہ ہم سے مرعوب ہو کر بالاج میں آ کر ہمارے ملک سے واپس چلے جائیں لیکن ان کو اس سے قطعاً انکار ہے وہ ہر طرح تلے ہوئے ہیں کہ ہم سے لڑیں ہمارے ملک پر قابض ہو جائیں۔ ہمیں تباہ و برباد کر دیں اور ہمارے اہل و عیال کو نوٹھی غلام بنالیں اس لئے تم لوگ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

رومی سرداروں نے بیک زبان کہا۔ ہم ہر وقت مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں نہیں حکم دیجئے ہم ابھی میدان میں جاتے ہیں۔

بابان نے کہا۔ اب ہمیں یہ مشورہ دو کہ ہم مسلمانوں سے کس صورت سے مقابلہ کریں۔ ہماری تعداد چار لاکھ ہے اور ان کی تعداد تیس جزا کے قریب ہوگی ہم ان سے دس گنا زیادہ ہیں۔

رومی سرداروں نے کہا۔ ”آپ ہمارے اہل و عیال اور مال و اسباب کو سمندر کے کنارے بھج دیتے تاکہ ہمیں لڑنے کے سوا کسی اور چیز کی فکر نہ رہے۔ اور جنگ کی یہ صورت اختیار کیجئے کہ ہر روز ایک لاکھ فوج مسلمانوں کے مقابلے کیلئے بھیجے اور تین لاکھ کو محفوظ رکھیں۔ اس طرح ہم نہایت اطمینان سے مقابلہ کر سکیں گے مسلمانوں کو روزانہ لڑنا پڑے اور ہم میں سے ہر شخص کی باری ہوتے روز آیا کرے گی۔ مسلمان ہر روز مقتول و مجروح ہوتے رہتے بالآخر سپردال دیں گے۔ اگر اس جنگ میں ہمارے دو لاکھ آدمی بھی ہلاک ہو گئے کہ سب بھی دو لاکھ آدمی باقی رہیں گے۔“

دوسرے سرداروں نے بھی مختلف تجویزیں پیش کیں۔ بحث و گفتگو کے بعد طے پایا کہ تمام رومی فوج ایک ساتھ مقابلے کے لئے نکلے۔ اور جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو جائے میدان کارزار سے منہ نہ موڑے۔

اس کے بعد باہان نے قیصر مہر قل کو خط لکھا کہ میں نے مسلمانوں کے تائیدہ کو بلا کر گفتگو کی، نہ رغیب و نہ ہیب سے کام لیا، اور انہماک و ہم کی گفتگو کی مگر وہ کسی طرح صلح پر راضی نہ ہوا۔ دوسری طرف رومی فوج کا یہ حال ہے کہ وہ دشمن سے خوفزدہ ہو گئی ہے تاہم میں جانتا ہوں کہ اس فوج میں ایسے دلیر اور بہادر بھی موجود ہیں جو دشمن کے مقابلے سے گریز نہ کریں گے۔ وہ اس وقت تک برابر لڑنے لڑیں گے جب تک خود میدان جنگ میں کام نہ آجائیں یا دشمن کو شکست نہ دیدیں، میں نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا سب نے فیصلہ کیا کہ دشمن کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور جب تک شکست و نسخ کا فیصلہ نہ ہو جائے ہمیں جنگ جاری رکھنی چاہیے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے مسلمانوں سے جنگ نہ کرو ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

اسے واہم و سوسہ سمجھ کر میں نے اس کے اثر کو دل سے دور کر دیا ہے لیکن اگر یہ خواب سچا ہے تو اس کے ذریعہ مستقبل واضح ہو جاتا ہے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ حضور والا حشم و خدم اور خزانہ کے ساتھ سردی چلے جائیں اور وہاں سے جنگ کے نتیجہ کا انتظار کریں۔

## مجاہدین کے متعلق رومی جاسوس کی پور

ایک روز کھر چھائی ہوئی تھی اور بڑی ہلکی بارش ہو رہی تھی کہ باہان اپنی فوج آراستہ کر کے نکلا اس کی پوری فوج بیس سفوں پر تقسیم تھی اور صفیں اتنی لمبی لمبی تھیں جن کی ابتدا و انتہا نظر نہ آتی تھی۔

انسان اسلام نے دیکھا کہ رومی آراستہ ہو کر چڑھے چلے آ رہے ہیں تو وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا۔ اگر ہم بھی تیار ہو کر مقابلہ کے لئے نکلیں گے تو رومی ہمارے لشکر گاہ میں داخل ہو جائیں گے پھر چڑھ کر ہم کو مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم پہلے سے تیار ہو جائیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔ تمہاری رائے بالکل مناسب ہے چنانچہ غنورؓ ہی دیر میں مسلمان بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن رومی پھر کچھ سمجھ کر اپنی چھاؤنی میں لوٹ گئے۔

رومیوں کا ایک سپہ سالار در بخار تھا۔ جو صوفی منش اور صاحب بصیرت شخص تھا۔ اس نے اپنے جاسوس کو مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے اسلامی لشکر میں بھیجا۔ اس نے رات بھر مسلمانوں میں رہ کر ان کے طور و طریق دیکھے ان کے عزائم و خیالات معلوم کئے اور صبح کو در بخار کے پاس جا کر کہا۔

میں ایسے لوگوں کے پاس سے آ رہا ہوں جو رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں، نیک کاموں کا

حکم دیتے ہیں۔ اور بڑے کاموں سے منع کرتے ہیں، ان کے عدل و مساوات کا یہ حال ہے کہ ان کا حکم بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں، اور زنا کرے تو اسے سنگسار کر دیں تمام حالات میں حق و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اپنی خواہشوں کی کبھی پیروی نہیں کرتے،

وہ بخار نے جاسوس کا یہ بیان سنا تو کہا۔  
خدا کی قسم! ایسے لوگوں سے جنگ کرنے کے بجائے ہمارے لئے زمین کی آغوش کہیں بہتر ہے۔“

## عظ بیرموک کا فیصلہ کن معرکہ

چند عیسائی عرب حال میں مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو حکم دیا کہ تم رومی لشکر میں جا کر ان کے حالات معلوم کرو۔ اور واپس آکر اطلاع دو، تمہارے اس کام سے مدافعت میں مدد ملے گی۔ اس لئے تمہارا یہ کام بھی جہاد ہی میں شمار ہوگا۔

یہ نو مسلم۔ رومی لشکر میں گئے اور نصف رات کو واپس آکر انھوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی کہ رومی مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں، صبح ہی ان کا حملہ ہوگا۔ اس لئے آپ کو بھی تیار ہو جانا چاہیئے۔

یہ اطلاع پانے ہی حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت خالدؓ اور تمام

انسانِ اسلام نے فوج کی آراستگی کا کام شروع کر دیا۔  
 حضرت ابو عبیدہ کی قرأت سے | مجاہدین میں ایک شخص راشد بن  
 ایک مبارک شگون | عبدالرحمن از دی تھے۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ حضرت ابو عبیدہ نے فجر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں آپ نے  
 سورہٴ والفجر پڑھی، جب اس مقام پر پہنچے،

الْوَتْرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبِّكَ  
 بَعَادَ اَرْمَدَاتِ الْعِمَادِ الْقِيَامِ  
 لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ  
 وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ  
 بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَانِ  
 الَّذِينَ طَعَوْا نِي الْبِلَادِ  
 فَالْتَرَوْا فِيهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ  
 عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ  
 عَذَابٍ اِنَّ  
 رَبَّكَ  
 لِبِالْمُرْصَادِ

وہ رسول لہ کیا تھے نہیں دیکھا کہ تمہارے بچے وردگاہ  
 نے عاودہم کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جو ایسی ایسی عالیشان  
 عمارتوں کے مالک تھے جن کی مثل (عمارتیں دوسرے)  
 شہروں میں نہیں بنائی گئی تھیں اور ثمود (کے ساتھ  
 کیا کیا؟) جس نے وادی (قرئی میں عمارت کے لئے  
 پشان تراشی تھی اور ایسوں وائے فرعون کے تھے کیا معلوم  
 کیا؟ ان سب نے (انسانی آبادیوں میں سرکشی اختیار  
 کر رکھی اور ان میں کثرت سے فساد پھیلا رکھا تھا۔  
 انجام کار تمہارے رب نے ان پر اپنی سزا کا تازیانہ  
 پھینکا۔ تمہارا پروردگار (ہمیشہ) افزائوں کی نگاہ  
 میں ہے۔

تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ رومی بھی اپنی کثرت تعداد  
 اور کفر و معصیت کے اعتبار سے عاودہی کی طرح ہیں۔ اس لئے ائم  
 رومیوں پر ضرور غالب ہوں گے۔ ابو عبیدہؓ کی اس سورہٴ کی قرأت

ہمارے لئے ایک طرح کی غیبی بشارت ہے ،  
دوسری رکعت میں حضرت ابو عبیدہ نے سورہ والشمس پڑھی  
جب آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔

كذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا  
اِذَا نَبَعَتْ اَشْفَاكَهَا  
فَقَالَ لَهَا رَبُّ رَسُوْلُ  
اللّٰهِ نَاقَةٌ اللّٰهُ وَسُقْيَاهَا  
فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهَا  
فَاْتَتْهُمْ عَلَيْهِمْ  
رَسُوْلٌ مِنْهُمْ  
فَسَوَّاهَا وَاٰجِافٌ  
عُقْبَاهَا

تم غمخورد نے ازراہ سرکشی (صالح) کی تکذیب کی  
جب کہ ان میں کامب سے بڑا شقی آٹھ کھرا ہوا۔  
پھر اللہ کے رسول نے ان سب سے کہا کہ اللہ کی  
ادبھی اور اس کے پانی پینے کی باری سے جزوار  
رہنا۔ لیکن انھوں نے اس دہندید کو بھی جھٹلادیا  
اور ادبھی کی کوچ کاٹ ڈالی انجام یہ ہوا کہ خدا نے  
ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت ڈالی اور  
ان کو برابر کر کے دکھایا۔ اور اس کو ان کے  
انجام کار کا ڈر نہیں۔

تو میرے دل میں خیال گذرا کہ رو میوں پر بھی عذاب الہی کا تازیانہ  
پڑے گا۔ اور گذشتہ قوموں کی طرح یہ بھی تباہ و برباد کر دیئے  
جائیں گے۔

حضرت ابو عبیدہ کا مبارک خواب | نماز کے بعد حضرت ابو عبیدہ  
نے مسلمانوں سے یہ مخاطب

ہو کر فرمایا کہ میں نے یہ مبارک خواب دیکھا ہے کہ کچھ لوگ مجھے گھیرے  
کھڑے ہیں۔ میرے جسم پر سفید لباس ہے۔ ان لوگوں نے تم میں سے

کچھ ایسے آدمیوں کو بلایا جنہیں میں پہچانتا ہوں اور کہا کہ رومیوں پر حملہ کرو ان سے خوف نہ کھاؤ تمہیں غالب ہوگے۔ ہم رومیوں پر ٹوٹ پڑے ان کا ہجوم کمانی کی طرح پھوٹ گیا۔ ہم برابر آگے بڑھتے گئے اور ان کے لشکر میں گھس پڑے وہ مقابلے میں قائم نہ رہ سکے اور بھاگ نکلے، یہ خواب سنکر مسلمانوں نے خوشی کا فرہ بلند کیا۔

حضرت ابو عبیدہ کے خواب کی تائید | ابو مرثد ثولانی نے پکار کر کہا کہ میں نے بھی ایک خواب

دیکھا اور وہ بھی خدا کی طرف سے ایک بشارت ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہم دشمن کے مقابلے کے لئے نکلے۔ جب ہم ان کے سامنے پہنچے تو آسمان سو برس برس سینناک پرند آترے جتنے شہیرے کمانوں کی مانند تھے، وہ دشمنوں پر اس طرح جھڑپ رہے تھے جس طرح باز چڑھیوں پر چھٹے ہیں۔ جب کوئی پرند کسی دشمن کے پاس پہنچتا تو اس کو ایسا پنجہ مارتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

پھر لیکار ایک میں نے شورش سنا کہ مسلمانو! بشارت ہو کہ خدا نے تمہاری امداد کے لئے فرشتے بھیجے ہیں۔

یہ خواب سنکر مسلمانوں نے پھر اظہار مسرت کیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ یہ بھی خدا کی طرف سے ایک بشارت عظمیٰ ہے۔ مسلمانوں میں اس خواب کو پھیلادو۔ اس سے ان کا دل بڑھ جائے اور ان کا عزم بلند ہوگا۔ اور وہ دشمن کے مقابلے میں اور بھی دلیر ہو جائیں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں میں ان  
 خوابوں کی اشاعت کی گئی۔ جس سے ان کے عزم کو مزید تقویت پہنچی  
 حضرت ابو عبیدہؓ کی تقریر میں آئے چار لاکھ سپاہیوں کی ہیں  
 صفیں تھیں، مہینہ کی کمان ابن فناتیر اور حاکم ارمینیہ ہجر کے ہاتھ میں  
 تھی، اور سیرہ کا سپہ سالار در بخار تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ بھی غازیان اسلام کو لیکر نکلے، مہینہ کے افسر حضرت  
 معاذ بن جبل تھے، میسرہ کے افسر قہاث بن اشیم تھے یہ بدل فوج کی  
 کمان ہاشم بن غنہ بن ابی وقاص کے ہاتھ میں تھی، اور در سال کے سپہ سالار  
 سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے، کل فوج چار حصوں میں تقسیم تھی۔  
 ایک حصہ کے سپہ سالار یزید بن ابی سفیان تھے۔ دوسرے حصے کے  
 سپہ سالار شرییل بن حسنہ، تیسرے حصے کے سپہ سالار حضرت  
 عمرو بن العاص اور چوتھا حصہ سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ کے  
 ماتحت تھا۔

جب صفیں درست ہو گئیں تو حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین  
 کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ تمہاری  
 اعانت فرمائے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم بنا دے گا۔  
 مسلمانو! اللہ کا وعدہ حق ہے۔ استقلال سے کام لو،

استقلال میں کفر سے نجات ہے۔ خدا کی خوشنودی ہے، ذات

امیر شکست سے مفر ہے۔ خبردار!

خبردار! جب تک میں حملے کا حکم نہ دوں، کوئی اپنی صف  
سے بلیجہ نہ ہو۔ ایک قدم بھی دشمن کی طرف نہ بڑھے۔ جنگ  
میں سبقت نہ کرے۔ نیزے سیدھے اور سپر سامنے کر لو  
بالکل ساکت و صامت رہو۔ صرف دل میں اللہ کا ذکر کرو

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا  
زرعما، اسلام کی تقریریں قرآن کی تلاوت کرنے

والو! اور اسے حفظ یا ذکر کرنے والو! ہدایت کے حامیو!  
حق کے لئے والو! خدا کی قسم! صرف تمنا کر کے تم خدا  
کی رحمت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے، محض زبانی دعوے  
سے خدا کی جنت نہیں مل سکتی، خدا کی مغفرت اور رحمت واسعہ  
صرف انہیں لوگوں پر نازل ہوتی ہے جن کا دعویٰ ایمان سچا  
ہوتا ہے جو اپنے عمل سے خدا کے وعدوں کی تصدیق  
کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا۔

لوگو! نگاہیں نیچی رکھو، گھٹنوں پر ٹھیک جاؤ۔ نیزے نان لو،  
اپنی جگہ ثابت قدم رہو، دشمن آگے بڑھے تو بڑھنے دینا اور  
جب نیزوں کی زد پر آجائے تو بیٹروں کی طرح ٹوٹ پڑنا

خدا کی قسم مجھے خبر دی گئی ہے کہ مسلمان اس ملک کو ضرور فتح کر لیں گے۔ اس کا ایک ایک قریہ اور ایک ایک مکان مسلمانوں کے قبضے میں آجائے گا۔ اس لئے تم دشمن کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ اگر تم نے دل کی سچی توت سے حملہ کیا تو یہ بزدل اس طرح فرار ہو جائیں گے جس طرح باز کے حملے سے کبوتر بھاگ جاتا کرتے ہیں۔

بوسفیان بن حرب ہر جھنڈے کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے مسلمانو! تم دشمن کے ملک میں ہو جو تمہارے وطن سے دور امیر المومنین سے بہت فاصلہ پر ہے۔ اس لئے تمہارے دینی بھائی بھی تمہاری مدد کو نہیں آ سکتے۔ تم ایسے دشمن کے بالمقابل ہو جو تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ تم نے اس کے ملک و مال اور جان کا نقصان کیا ہے اس لئے وہ تم سے سخت برا فروختہ ہے۔ اگر تم اس سے محفوظ رہنا چاہتے ہو اور خدا کی رحمت کی نرجوئی کے طالب ہو تو اس کی صورت یہی ہے کہ صدق دلی سے مقابلہ کرو اور جنگ میں ثابت قدم رہو۔

رومی فوج کا ٹھکانا تھا مازتاہوا سمندر مسلمانوں کی طرف  
**جنگ** برصغیر۔ دہلی اور پاورہی صلیبیں بلند کئے ہوئے ہوں  
 کے آگے آگے تھے اور اپنے پر جوش فقروں سے رومیوں کو اٹھا رہے

تھے۔ تیس ہزار رومی ایسے تھے جنہوں نے اپنے پیروں میں زنجیر ڈال لی تھیں تاکہ مسلمانوں کے حملے کا دباؤ ان کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

مسلمان خواتین لشکر گاہ میں ایک ایک بچے جیلے پر تھیں۔ حضرت قتادہ نے رومیوں کو اس جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھنے دیکھا تو خواتین مسلمان کے پاس جا کر فرمایا

خبردار رہنا اور جس مسلمان کو بھاگنے دیکھنا اسے روکنا اور

غیرت دلانا۔ خواتین نے ہاتھوں میں لکڑیاں اٹھالیں اور

مسلمانوں کے سامنے آکر کہنے لگیں۔ خبردار! آج تم نے

ہماری حفاظت نہ کی تو اپنے کو ہمارا شوہر نہ سمجھنا۔

سیدنا خالد بن ولید کو خدا نے جو حربی بصیرت عطا فرمائی تھی اس سے

وہ تمام پہلوؤں کو نہایت ہوشیاری سے دیکھ رہے تھے، اور ضروری

تدابیر عمل میں لا رہے تھے۔

آپ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے اور کہا کہ رومیوں کی تعداد

بہت زیادہ ہے۔ نیاری بھی بہت زبردست ہے اور وہ بڑے، جوش

و دلولہ کے ساتھ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ میرا سالہ رومی پیدلوں اور

سواروں کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ

میں اپنے رسالہ کو دو حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ تو بدستور اپنے ماتحت

رکھوں۔ اور دوسرے حصے کو قیس بن ہیرہ کی کمان میں دے دوں۔ اس

کے بعد ہم دونوں اسلامی یمنہ و ہیرہ کے پیچھے کھڑے ہو جائیں، رومیوں کے

حلقے پر خدا مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے، اگر وہ اپنی جگہ جمے رہے تو بہتر  
 ورنہ ہم دونوں اپنی فوج کے ساتھ رومی مینے اور میسرے پر حملہ کر دینگے  
 اس وقت رومی رسالے کا جوش و خروش سرد پڑ چکا ہوگا۔ اور لڑتے لڑتے  
 اس کی صفیں درہم برہم ہو چکی ہوں گی۔ اس لئے ہمارا عملہ انشاء اللہ کامیاب  
 ثابت ہوگا اور خدا ہمیں فتح مند اور دشمن کو تباہ کر دے گا۔

اس کے ساتھ آپ کی نسبت بھی میری رائے ہے کہ آپ اپنی  
 جگہ سعید بن زید کو مقرر فرما کر خود ایک معقول جمعیت کے ساتھ  
 ان کے پیچھے کھڑے ہو جائیں اور مسلمانوں کی پشت پناہی کریں۔  
 حضرت خالدؓ کے مشورے کے مطابق حضرت ابو عبیدہ نے  
 حضرت سعید بن زید کو اپنی جگہ متعین کر دیا اور اپنی جمعیت لے کر فوج  
 کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

رومی میسرے کا اسلامی مینے پر حملہ  
 سپہ سالار در بنجا

نے آگے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل اسلامی مینے کے  
 سپہ سالار تھے۔ انھوں نے پکار کر مسلمانوں سے کہا۔

خدا کے ایماندار بندو! رومی بڑی دلیری سے تم پر چڑھ  
 رہے ہیں اگر کوئی چیز انھیں پسا کر سکتی ہے تو تمھاری بے  
 جگرانہ حملہ ادوی اور ٹھکانا نہ جنگ۔

یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے کود پڑے اور فرمایا کہ

جس کا جی چاہے میرے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑے  
میں پیدل لڑوں گا۔

حضرت معاذ بن جبل کے نوخیز بیٹے پاس ہی موجود تھے، وہ جست کر کے  
گھوڑے کی پشت پر پہنچ گئے، اور سہنے لگے مجھے امید ہے کہ میں سوار  
ہو کر بہتر طور پر مسلمانوں کی خدمت انجام دے سکوں گا۔ اور آپ  
پیدل ہو کر زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں، جو لوگ پیدل ہیں وہ آپ کو دیکھ کر  
ثبات قدم ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ نے اپنے اور بیٹے کے لئے خدا کی رضا و خوشنودی  
کی دعائ مانگی اور نہایت بہادری سے لڑے۔

پادریوں اور راہبوں کے جوش دلانے سے ایک مرتبہ رومیوں  
نے زبردست حملہ کیا تو حضرت معاذ نے چلا کر کہا۔

الہی رومیوں کے قدم اکھاڑ دے ان کے دلوں کو مرعوب  
کر دے۔ ہم پر سکون نازل کر، ہمیں تقویٰ پر قائم کر دے  
ہماری نظر میں جنگ کو محبوب بنا دے اور ہمیں توفیق عطا  
فرما کہ ہم تیرے فیصلے پر رضا مند ہو جائیں۔

سپہ سالار اعظم بابان بھی آگے بڑھ کر اپنے میسرہ کو حوصلہ دلانے لگا  
رومیوں نے نئے جوش کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا،  
مسلمان بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے لیکن رومی میسرہ کے  
یکایک ٹوٹ پڑنے سے ان میں اضطراب پھیل گیا اور قلب فوج کے

پچھ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے یہ دیکھ کر حجاج بن عبدالغوث نے لٹکا کر  
 مسلمانوں کو حوصلہ دلایا۔ ان کی آواز پر پانسو مجاہدین ان کے گرد جمع ہو گئے  
 انہوں نے آگے بڑھ کر ان رومیوں کو روک دیا جو بھاگتے ہوئے مسلمانوں  
 کا پیچھا کر رہے تھے جن مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے انہوں نے اپنے  
 ساتھیوں کی بیجرات و بہادری دیکھی تو ان کی بھی ہمت بندھ گئی اس کے  
 بعد جو مسلمان بھاگے جا رہے تھے۔ ان کے راستے میں مسلمان خواتین  
 لکڑیاں لیکر کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے بھاگنے والوں کو مار مار کر  
 فوج میں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ انہیں بہادر خواتین ہیں ایک خاتون  
 خولہ بنت ثعلیہ تھیں، انہوں نے خیمہ کی ایک چوہ نکال لی تھی اور اسے  
 ہاتھ میں لیکر بھاگنے والوں کو روک رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں

نیک اور پارہ ساعورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والے اکوئی تیر  
 یا موت تیرا کام تمام کر دے تو تو دیکھ لیگا کہ یہ عورتیں بہت  
 جلد قید ہو جائیں گے اور ان کو عزت و شادمانی سے محروم  
 کر دیا جائے گا۔

اس گھمسان کی لڑائی میں قبیلہ آزد بڑی ثابت قدمی سے منفا بل کر رہا  
 تھا، عمرو بن طفیل آزدی نے اپنے قبیلے کو خطاب کر کے کہا  
 خبردار! تمہاری طرف سے مسلمانوں کو شکست نہ ہونے پائے  
 وہ آزدیوں تک لڑتے رہے اور تُو رومی بہادروں کو قتل کر کے خود  
 بھی شہید ہو گئے۔

جندب بن عمرو نے اپنے جھنڈے کو زور سے ہلا کر بلند آواز سے کہا  
 اے قوم ازد! تم میں سے کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہے گا۔ نہ  
 اس وقت تک اپنے کو معصیت و خواری سے بچا سکے گا  
 جب تک وہ پوری صدق دلی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہ کرے گا  
 آگاہ ہو جاؤ کہ مرنے والے کے لئے شہادت اور بھانگنے والے  
 کے لئے ذلت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی اسی قبیلہ سے تھے وہ چلا چلا کر کہہ دیتے  
 بہادر و بہواریں تمہاری منتظر ہیں ان سے ملنے کے لئے اپنے  
 کو آراستہ کر لو، خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کمر  
 باندھ لو۔ خدا کے نزدیک نیکی کی اس سے زیادہ پسندیدہ  
 جگہ کوئی نہیں ہے جہاں تم اس وقت کھڑے ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی آواز پر قبیلہ ازد کے بہادران کے گرجیج ہو گئے  
 دست بدست جنگ ہونے لگی۔ معلوم ہوتا تھا زمین چکی کی طرح گھوم رہی  
 ہے۔ لیکن غازیان اسلام اپنی جگہ پر ثابت قدم تھے، رومی صفت کے  
 صفت مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے تھے لیکن مسلمان قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے  
 نہایت خونریز اور ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ ہر طرف ہاتھ اٹھتے اور اسلحہ  
 چمکنے نظر آتے تھے۔ سر اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ جنگ کا سلسلہ  
 اسلامی مینے سے قلب تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن مینے میں قیامت برپا تھی اسی  
 حالت میں ہمیں ہزار تازہ دم رومیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ پھر بھی

غازیانِ اسلام کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا وہ برابر لڑتے رہے۔

عین اسی حالت میں حضرت خالد  
**حضرت خالد کا بروقت حملہ** ابن ولید اپنا رسالے لائے ہوئے  
 پہنچ گئے اور حملہ شروع کر دیا، آپ کے بے پناہ حملوں سے رومیوں میں  
 قیامت برپا ہو گئی، سیف اللہ کے رسالے نے آن کی آن میں دس ہزار  
 رومیوں کو خاک و خون پر سلا دیا۔

اس کے بعد حضرت خالد نے ہجوم سے نکلے اور رومیوں کو قتل کرتے  
 ہوئے اسلامی بیمنہ میں پہنچ گئے، آپ نے وہاں کی ترتیب از سر نو درست  
 کی اور باواز بلند مسلمانوں سے خطاب کیا۔

مسلمانوں اور دشمن کے ہوش و خروش اور اس کی جنگ جونی  
 وہادری کو تم دیکھ چکے اب اس پر سختی سے حملہ کرو، خدا تمہیں  
 ابھی ابھی مظفر و منصور کر دے گا۔

حضرت خالد کی پکار نے مسلمانوں میں تازہ روحِ جہاد دوڑا دی۔ آپ  
 مجاہدینِ اسلام کو لیکر رومیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ رومیوں کی تعداد  
 ایک لاکھ تھی اور حضرت سیف اللہ کے ہمراہ صرف ایک ہزار  
 غازیانِ اسلام تھے لیکن آپ کے حملہ کرنے ہی رومی رسالے کے قدم  
 اکھڑ گئے، اس کی سپاہی کے بعد مسلمانوں نے پیدل فوج پر حملہ کیا وہ بھی  
 بھاگ کھڑی ہوئی، رومی میسرہ اسلامی بیمنہ سے لڑ رہا تھا وہ بھی پیچھے  
 ہٹ گیا۔

حضرت خالدؓ لڑتے اور بڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں رومی مہینہ کا سپہ سالار ذریعہ کھڑا تھا وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ ”مجھے کپڑے ہیں لپیٹ دو، کاٹش خدا مجھے مسلمانوں کے مقابلے سے بچالیتا۔ نہ میں اُن کو دیکھنا نہ یہ مجھے دیکھتے، نہ میں ان کی مخالفت کرتا نہ یہ میری مخالفت کرتے“

آخر ذریعہ مسلمانوں کے هجوم میں پڑ گیا اور مارا گیا۔

ابن قناطر رومی مہینے کا سپہ سالار اسلامی بیسیرے پر حملہ تھا، اس نے اسلامی بیسیرے پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اسلامی علم بردار اب بھی پہاڑ کی طرح جمے کھڑے تھے اور داد شجاعت دے رہے تھے، رومیوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کا تعاقب کیا اور ڈیچھا کرتے ہوئے اسلامی لشکر گاہ میں گھس گئے۔ اس موقع پر خونین اسلام نے حیرت انگیز دلیری اور بہادری کا ثبوت دیا، وہ چوہیں لیکر رومیوں کے مقابلے میں کھڑی ہو گئیں، نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ ثبات بن اشیم اسلامی بیسیرہ کے سپہ سالار تھے وہ نہایت بے جگری سے مقابلہ کر رہے تھے اور فورجوش میں کہہ رہے تھے۔

اگر مسلمان مجھے کھوئیں گے تو ایک بہتر بہن سپہ سالار اور پشت پناہ سردار کو کھو دیں گے۔ جو جنگ کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرتا ہے جس کے دل میں کبھی خوف راہ نہیں پاتا

جو ایسا شمشیر زن اور خوفناک حملہ آور ہے جسکی کوئی مدافعت  
نہیں کر سکتا۔

ان کے ہاتھ سے تلوار اور نیزے ٹوٹتے جا رہے تھے اور وہ یہ کہہ کر  
لوگوں سے دوسری تلواریں اور نیزے لیتے جا رہے تھے کہ کون ہے جو  
اس شخص کی تلوار یا نیزے سے مدد کرے جو اپنے کو خاصانِ خدا سے  
وابستہ کر چکا ہے اور خدا سے عہد کر چکا ہے کہ یا تو اپنی جگہ سے مرکب  
ہٹے گا یا مسلمان فتح مند ہو جائیں گے۔

ابوالاعور سلی آگے بڑھے اور انھوں نے قبیلہ نفیس سے پکار کر کہا  
”تم بھی صبر و ثبات میں حصہ لو، صبر دنیا میں باعثِ عزت  
و سرفرازی ہے اور آخرت میں موجبِ رحمت و عزت، اس  
لئے صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ دو۔“

سعید بن زید بڑی بہادری سے بیدلی لڑ رہے تھے۔ وہ شیر کی طرح  
اپنے گھٹنوں پر بیٹھے رہتے اور جہاں کوئی دشمن سامنے آجاتا اس پر ٹوٹ  
پڑتے۔ جو آپ کی زبرد پر آجاتا آپ کے نیزے سے فرج کر سلامت  
نہ جاسکتا۔

ایمان کا کرشمہ دیکھئے کہ جو ابوسفیان فتح مکہ تک اسلام کے دشمن  
اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف تھے۔ اس معرکہ میں شریک ہو کر  
داد و شجاعت دے رہے ہیں۔ اور اپنے پیچھے حضرت یزید کو اس طرح  
حوصلہ دلا رہے ہیں۔

بلیے! تو مسلمانوں کا ایک سپہ سالار ہے دوسروں کی نسبت تجھ پر جنگ و جہاد اور صبر و استقلال کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں تو خدا سے خوف کرتا رہ۔ ہر حال میں اسی پر نگاہ رکھ، تجھے چاہیے کہ تو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ آخرت کا طالب، جنگ میں پامرد، مشرکوں پر سخت اور خداوند جنگ کا برداشت کرنے والا ہو۔

رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج نے حضرت عمرو بن العاص پر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کی مانت فوج میں پراگندگی پھیل گئی، لیکن حضرت عمرو بن العاص نہایت بسالت اور ثابت قدمی سے مقابلے میں حصے رہے ان کے ساتھیوں نے ان کا یہ صبر و استقلال دیکھا تو ان کی بھی ہمتیں بندہ گئیں ان کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے، جو مسلمان بھاگے جا رہے تھے وہ بھی پلٹ آئے۔

حضرت عمرو بن العاص کی بہن بھی مردوں کے دوش بدوش داد و نجات دے رہی تھیں۔ اور پکار پکار کر کہہ رہی تھیں کہ خدا اس مرد کو رو سپاہ کرے جو لہتی بیوی اور نہیوں کو چھو کر بھاگے

دوسری خوانین اسلام نے بھی خیموں کی چوبیس اٹھا لیا تھیں جو مسلمان بھاگ کر خیموں کی طرف آتے ان کو مار کر پھر میدان کی طرف بھاگا دیتیں اور کہتیں جاؤ لڑو! اگر تم نے آج ہماری حفاظت نہ کی تو تم

ہمارے شوہر نہیں “

حضرت شرجیل بن حسنہ قلب کے سپہ سالار تھے اور حضرت سعید بن زید حضرت ابو عبیدہ کی جگہ کھڑے تھے۔ اور حضرت ابو عبیدہ قلب کی پشت پناہی کر رہے تھے فوج کے اس حصے میں بھی زبردست جنگ ہو رہی تھی حضرت شرجیل بن حسنہ چلا چلا کر یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآن  
 لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يَقَاتُونَ فِي  
 سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ  
 يُقْتَلُونَ وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا  
 فِي النَّفْسِ وَالْأَرْحَامِ وَالْأَنْفُسِ  
 الْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ  
 مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِنِعْمَةِ  
 اللَّهِ الَّتِي بَايَعْتُمْ بِهَا وَذَلِكَ  
 هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

اللہ نے جنت کے بدلے مسلمانوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ اللہ نے تو رات و انجیل اور قرآن میں جنت کے اس وعدے کو اپنے ذمہ ٹھہرا لیا ہے اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کا پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تمہیں اس سود پر بشارت ہو جو تم نے خدا کو کیا اور یہ بہت بڑی مراد مندی ہے۔

آپ اس آیت کو پڑھتے اور پکارتے کہ  
 کہاں ہیں خوشنودی کے عوض اپنی جانیں بیچنے والے؟  
 اور کہاں ہیں آخرت میں جو ارالہی کے خواستگار؟

جن لوگوں کے کانوں میں یہ آواز جاتی آ کر حضرت شریک بن حصیل بن حسنہ کے گرد جمع ہو جاتے۔

اسلامی میسرے کی ابتزی سے فائدہ اٹھا کر رومیوں نے مسلمانوں کے رسالے پر حملہ کر دیا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ نے یہ دیکھا تو اپنے ہمرکاب سواروں کو لیکر رومیوں پر حملہ کر دیا جس سے رومیوں میں مزید اضطراب پیدا ہو گیا، مسلمانوں نے قریب پہنچ کر اور سخت حملہ کیا جس سے دشمن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور سپاہی بھاگنے لگے۔

ادھر حضرت ابو عبیدہ نے سعید بن زید کو حملے کا حکم دیا اور ان کی جانب سے بھی حملہ شروع ہو گیا۔

فتح عظیم مجاہدین اسلام نے ہر طرف سے ایک ساتھ یلغار کی تو رومیوں پر بدحواسی طاری ہو گئی اور ان کے جوہلوں نے جواب دے دیا، مسلمانوں نے اپنے حملے کو اور بھی سخت کر دیا اور رومیوں کے قدم اکھاڑ دیے، رومی سر اجمہلا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا، رومی بھاگتے جاتے تھے اور مسلمان تعاقب کر کے ان کو قتل کرتے جاتے تھے۔ رومی ایک بلندی پر چڑھنے لگے، جس کے نیچے بہت بڑے بڑے غار تھے، ان پر بدحواسی تو طاری ہی تھی، اس کے علاوہ شیلے پر کبھی چھانی ہوئی تھی جس کی وجہ سے انھیں کچھ سوچنا نہ تھا۔ وہ بھاگتے جاتے تھے اور غاروں میں گرتے جاتے تھے۔

اور پیچھے والوں کو اس کی خبر نہ تھی وہ سمجھتے تھے آئے جگہ ہے لوگ بھاگے جا رہے ہیں۔ اسی طرح رومی تمام رات غاروں میں گرتے رہے، دوسرے روز صبح ہوئی انھیں غار دکھائی دیے۔ اور انھوں نے دوسرے راستے اختیار کئے مسلمانوں نے تعاقب کا سلسلہ جاری رکھا۔ تقریباً ایک لاکھ رومی غاروں میں گر کر ہلاک ہوئے۔ اور پچاس ہزار تعاقب میں مارے گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدانوں جنگوں پہاڑوں اور وادیوں تک میں تعاقب کیا اور رومیوں کو بھگاتے ہوئے دمشق تک چلے گئے وہاں کے باشندوں نے آپ کا تیر مقدم کیا اور معاہدہ صلح کی تجویز کی۔

مالک اشترؓ حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے انھوں نے دور ان تعاقب میں بڑی بہادری سے کام لیا مسلمان دمشق کے پاس پہنچے تو رومیوں نے "شبیعة العقاب" کی پہاڑیوں پر چڑھ کر سنگباری شروع کر دی، مالک اشترؓ مسلمانوں کی ایک جمیعت کو لیکر پہاڑی پر چڑھ گئے، وہاں ایک نہایت قد آور اور لجم و شجیم پہلوان موجود تھا وہ مقابلہ میں آیا۔ مالک اشترؓ نے ایک تلوار ماری اس کی ہتھیلی کٹ گئی۔ اس کے بعد وہ اُن سے لپٹ گیا۔ کشتی ہونے لگی دونوں حریف تھے ہوئے پہاڑی سے لڑ سکے۔ نیچے آکر مالک اشترؓ اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے مارے جاتے ہی رومی بھاگ گئے۔

حضرت خالد نے دمشق میں قیام نہیں کیا بلکہ وہاں سے آگے بڑھ کر  
 رومیوں کا تعاقب کیا جو حمص کی طرف بھاگ رہے تھے۔ آپ حمص پہنچے  
 تو وہاں کے باشندوں نے بھی آپ کا استقبال کیا اور معاہدہ اطاعت  
 کی تجدید کی۔

یہ تموک کی جنگ میں نین ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے تھے  
 حضرت ابو عبیدہ نے ان شہداء کو سپرد خاک کیا اور وہاں سے حمص کی  
 جانب کوچ فرمایا۔ جہاں حضرت خالد نے اپنی فوج کے ساتھ قیام کیا

## دربارِ خلافت میں نالِ مفتح

یہ تموک کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت  
 عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ مکتوب ارسال کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کے نام، ابو عبیدہ بن الجراح  
 کا مکتوب۔ سلام علیک

میں خدا کی ستائش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی قابل  
 عبادت نہیں۔ تمام خوبیاں خدا ہی کے لئے ہیں جس نے  
 مشرکوں کو ہلاک اور مسلمانوں کو فتح مند کیا۔ وہ ہمیشہ  
 سے مسلمانوں کا محافظ و معاون ہے۔ انھیں عزت دینا  
 ہے اور ان کی دعوت کو بلند کرتا ہے۔ میں امیر المؤمنین

کو خبر دیتا ہوں کہ رومیوں سے جنگ ہوئی۔ جس میں رومیوں کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ اسی عظیم الشان رومی فوج سے ہمارا کبھی مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ رومیوں کو عز ورنہ تھا کہ انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ وہ اس جوش سے لڑے کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے کبھی ایسے معرکہ سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ لیکن اللہ نے انہیں صبر و ثبات عطا فرمایا۔ ان پر فتح و نصرت نازل کی اور ان کے ہاتھوں سے بستیوں پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں میں اپنے دشمنوں کو قتل و غارت کرایا۔ رومیوں کے تمام خیمے و خیمہ گاہ اور مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا، میں مسلمانوں کے ساتھ رومیوں کا تعاقب کرتا ہوا شام کی آخری سرحد تک پہنچ گیا، انسران اسلام ملک کے مختلف حصوں میں بھیج دیئے گئے ہیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ یرموک کے نتیجے کے متعلق سخت تشویش تھی وہ کئی روز سے سوئے رہتے۔ نامہ فتح پر مفکر آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کے خط کا حسب ذیل جواب دیا۔

اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کا خط ابو عبیدہ بن الجراح کے نام!

اللہ کی حمد و ستائش کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط

خط پہنچا، معلوم ہوا کہ اللہ نے تمھارے ہاتھ سے مشرکوں کو برباد کیا مسلمانوں کی مدد فرمائی، اور اپنے دوستوں اور اور فرمانبرداروں پر احسان کیا میں اس کے اس فضل و کرم پر اس کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس شکر کے ذریعہ وہ ہم پر اپنے احسان کی تکمیل کرے۔ تمہیں لیمر فراموش نہ کرنا چاہیے کہ یہ فتح مندی اور کامیابی تمہیں اپنی کثرت، ساز و سامان اور قوت سے حاصل نہیں ہوئی جو تمہیں خدا کے فضل و احسان اور اس کی نصرت و اعانت سے یمنح نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے ساری خوبیاں ساری ستائشیں اور ساری بزرگیاں اسی کے لئے ہیں۔ جو احسن الخالقین ہے۔

والسلام

## قیصر کی شام سے عبرت انگیز وداع

جنگ یرموک کے دوران میں قیصر ہرقل انطاکیہ میں تھا۔ اس نے یرموک کے مفزور رومیوں سے سنا کہ انہیں شکست ہو گئی تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا

”مجھے تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ مسلمان فتیاب ہوں گے“

اس کے درباریوں نے پوچھا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

قیصر نے جواب دیا۔ ”تم جس قدر زندگی کو عزیز رکھتے ہو اس سے زیادہ مسلمان موت کے دلدادہ ہیں اور تمہیں جس قدر دنیا مرعوب ہو اس سے بڑھکر انہیں آخرت سے رغبت ہے۔ اس لئے ان کی فتح یقینی تھی۔ جب تک ان کی حالت تمہاری جیسی نہ ہو جائے گی اور تمہاری طرح وہ بھی دین سے پھر نہ جائیں گے۔ ہمیشہ کامیاب اور فخر مند ہوتے رہیں گے۔“

مفروضہ میں قیصر کا ایک سپہ سالار بھی تھا، قیصر نے اس سے جنگ کا نتیجہ دریافت کیا اس نے شکست کی تصدیق کی۔

قیصر نے باہان اور دوسرے سپہ سالاروں کے ہارے میں نام بنام دریافت کیا معلوم ہوا کہ سب کے سب مارے گئے، یہ سن کر قیصر اس سپہ سالار پر بہت خفا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو نہایت خبیث اور کمینہ ہے نہ تو دین کی مدافعت کر سکا نہ دنیا کے لئے لڑ سکا۔ جب پیغمبر اسلام نے میرے پاس مکتوب دعوت بھیجا اور میں نے اسلام قبول کرنا چاہا تو سب سے پہلا شخص تو ہی تھا جس نے میری مخالفت کی۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو تو نے کیوں ان سے میرا ملک نہیں بچایا؟“

قیصر کی طرف سے مدافعت کی یہ آخری کوشش تھی جس میں اس نے اپنی تمام طاقت صرف کر دی تھی، اس شکست نے اس کے عزائم کا ہمیشہ ختم لئے خاتمہ کر دیا چنانچہ مسلمانوں نے انطاکیہ کا رخ کیا تو وہ اپنے حشم و خدم کو لے کر قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔ جس وقت سرحد شام کو عبور کر کے

روم کی سرزمین میں قدم رکھا تو شام کی طرف رخ کر کے نہایت عبرت انگیز  
لہجے میں کہا

اے شام! اس وداع ہونے والے کا سلام قبول کر  
جسے پھر تیرے پاس آنے کی اُمید نہیں ہے۔" لہ

## فتوحات کا سیلاب

اسلامی قبضہ و تصرف سیلاب کی طرح شام کے شہر و دیار میں  
پھیلتا جا رہا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے افسران اسلام کو تھوڑی تھوڑی  
فوج کے ساتھ ہر طرف روانہ کر دیا تھا، وہ جہاں جاتے تھے عیسائی  
بغیر مقابلہ یا معمولی مقابلہ کے بعد اطاعت قبول کر لیتے تھے۔

**قنسرین کی فتح** حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ  
کو قنسرین کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ یہاں کا  
حاکم بیناس تھا جو فیصر کے بعد رومیوں میں سب سے مقتدر سمجھا جاتا  
تھا۔ اس نے قنسرین سے آگے بڑھ کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ طریقین میں  
نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں بیناس مارا گیا۔

یہاں سے حضرت خالدؓ نے قنسرین کی طرف پیش قدمی کی، اہل  
شہر قلعہ بند ہو کر مدافعت کرنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے ان کو پیام دیا۔

۱۲۔ ہر موک کی جنگ کا تمام تفصیل فوج الشام از دی سے لی گئی ہے ۱۲

۱۳۔ اس عنوان کے ماتحت جتنے واقعات ہیں وہ سب ابن خلدون سے ماخوذ ہیں ۱۳

تم اگر بادلوں میں چھپو گے۔ جب بھی خدا ہمیں اٹھا کر نکھارے  
پاس پہنچا دے گا۔ یا تمہیں ہمارے پاس اُتار دے گا۔"

کچھ روز تک اہل شہر قلعہ بند رہے لیکن آخر میں وہی ہوا جو حضرت خالدؓ  
نے فرمایا تھا۔ مسلمانوں کا عزم و استقلال دیکھ کر وہ میوں نے شہر کا دروازہ  
کھول دیا اور حمص کی شرطوں پر اطاعت قبول کر لی۔

**حلب کی فتح** تفسیرین کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے  
حلب کی طرف پیش قدمی کی۔ مصافحان حلب  
میں عربوں کے چند قبیلے آباد تھے جو عیسائی ہو گئے تھے، انھوں نے پہلے  
جزیرہ دینے کی شرط پر اطاعت قبول کی اس کے بعد مسلمان ہو گئے۔

حلب کے باشندوں نے اسلامی فوج کی آمد کی خبر سنی تو  
قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت عیاض بن عنزمہؓ مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار تھے  
انھوں نے شہر کا محاصرہ کیا، اہل شہر مدافعت جاری نہ رکھ سکے۔ اور صلح  
کی درخواست پر مجبور ہو گئے۔ بشرط صلح اہل حلب کی جان و مال  
ان کے گرجوں اور قلعوں کو امان دی گئی اور صرف ایک مسجد کی جگہ  
مستثنیٰ کر کے عہد نامہ لکھ دیا گیا۔

**انطاکیہ کی فتح** حلب سے حضرت ابو عبیدہؓ نے انطاکیہ کی  
طرف کوچ کیا، یہ شہر رومی سلطنت کا پایہ تخت  
تھا۔ یہاں مختلف شہروں کے عیسائی آکر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ انھوں  
نے شہر سے باہر نکل کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا۔ لیکن ایک ہی حملہ میں

ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انھوں نے بھاگ کر شہر میں پناہ لی۔  
حضرت ابو عبیدہؓ نے شہر کا محاصرہ کر لیا، چند روز کے بعد عیسائیوں  
نے صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس شرط پر درخواست  
منظور فرمائی کہ اہل شہر جزیہ دیں اور جو جزیہ نہ دینا چاہے وہ شہر چھوڑ کر  
چلا جائے صلح نامہ لکھ دیا گیا۔

حلب اور انطاکیہ وغیرہ کے باشندے نہایت سرکش تھے انھوں  
نے کئی بار عہد شکنی کی لیکن ہر بار اسلامی فوجوں نے ان کو مغلوب کر لیا  
ایک بار حلب کے پاس مختلف مقامات کے عیسائیوں نے بہت بڑا  
اجتماع کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے ان پر حملہ  
کیا بہت سے عیسائی مارے گئے۔ جن میں مذہبی پیشوا اور بطریق  
بھی تھے، عیسائیوں نے مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لی

حضرت ابو عبیدہ جو شہر فتح کرتے  
مالک اشتر کا کارنامہ  
ان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

حکم کے مطابق ایک عامل مقرر کرتے اور اس کی حفاظت کے لئے ایک  
فوج متعین کر دیتے، رفتہ رفتہ فرات تک کے شام کے تمام شہر فتح ہو گئے  
اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے فلسطین کی جانب مراجعت فرمائی  
اور حضرت بصرہ بن مسروق کو دو ہزار فوج دیکر اطراف و جوانب کے  
مقامات کو حلقہ اطاعت میں داخل کرنے کے لئے بھیجا، حضرت مالک  
اشتر بڑے دلیر اور حوصلہ مند شخص تھے انھوں نے بھی حضرت ابو عبیدہؓ

سے درخواست کی اور تین سو سواروں کو لیکر نکلے، حضرت میرہ  
ابن مسروق نے بغراس پر حملہ کیا۔ جو مصافحات انطاکیہ میں واقع تھا  
اور جس کی سرحد ایشیا، کوچک سے ملتی تھی یہاں منعقد تھا اہل عرب تنوخ  
ایاد، اور عنسان آباد تھے یہ عرب اور رومی بیس ہزار کی تعداد میں مجتمع ہو کر  
مقابلے میں آگے مسلمان سخت خطرے میں پڑ گئے تھے، لیکن حضرت مالک  
ابن اشتر اپنے تین سو سواروں کے ساتھ بروقت پہنچ گئے مسلمانوں نے  
اسلامی علم دیکھ کر خوشی کا نعرہ بلند کیا، اشتر نے پہنچتے ہی رومیوں پر حملہ کر دیا  
اس غیر متوقع حملے سے رومی گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے  
تعاقب کر کے ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ رومی ایک بلندی پر چڑھ گئے اور  
اوپر سے تیروں کی بارش کرنے لگے، اسلامی رسالہ بلندی کے پاس پہنچ کر  
رک گیا۔

اسی حالت میں ایک رومی پہلوان سامنے آیا، اور اس نے مقابلے  
کے لئے لٹکارا، اشتر نے بڑھکر مقابلہ کیا اور دونوں حریفوں نے ایک  
ساتھ تلوار چلائی۔ رومی کی تلوار حضرت اشتر کے سر پر بڑی اور خود کو  
کاٹتی ہوئی سترنگ پہنچ گئی۔ اشتر کا ہاتھ رومی کے بازو پر پڑا جو صرف  
زخمی ہو کر رہ گیا۔ حضرت اشتر اپنی فوج میں واپس چلے آئے، سیر سے  
خون بہ کر چہرے اور ڈاڑھی پر آ رہا تھا۔ اپنے ہندوی لیکر زخم پر رکھی اور  
ہٹی باندھ کر اپنے پیچھے بھائی سے کہا: ”میری تلوار تم نے لو اور اپنی تلوار

مجھے دیدو۔“

انہوں نے کہا ”میری تلوار میرے پاس رہنے دیجیے شاید مجھے

ضرورت پڑ جائے۔“

اشتر نے جوش میں کہا: ”لاؤ مجھے تلوار دو۔ میری بیٹی ام نعمان تمہاری ہو گئی۔“ بھائی نے تلوار دیدی۔ اشتر رومی کے مقابلے کے لئے چلے۔ تو آپ کے ساتھیوں نے کہا: ”خدا کے لئے آپ اس کے مقابلے میں نہ جائیں آپ نے کہا: ”خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا یا اسے مار ڈالوں گا یا اس کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔“

چنانچہ آپ گئے اور ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا کہ تلوار رومی کے کندھے پہ پڑی اور پھینچ کر تکت پہنچ گئی۔ اس کے مارے جاتے ہی رومیوں کی میدان خالی ہو گیا۔

بہت دور نکل جانے کی وجہ سے بیسہ بن مسروق کی واپسی میں دیر ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ کو پریشانی ہونے لگی۔ چنانچہ آپ نے حلب کے تین آدمیوں کو ان کی تلاش میں روانہ کیا اور بیسہ بن مسروق کے نام پر خط لکھا

”میرا قاصد جاتا ہے خط پڑھتے ہی فوراً واپس چلے آؤ، مجھے ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے زیادہ محبوب ہے۔“

بیسہ بن مسروق نے اس خط کو حضرت ابو عبیدہؓ

کا خط ملا۔ خط پڑھ کر انھوں نے کہا۔

مسلمانوں کی طرف سے اللہ انھیں جزائے خیر دے، وہ

مسلمانوں سے کتنی شفقت و بہرہ روی رکھتے ہیں“

قاصدوں نے واپس آکر بیسہ بن مسروق کی آمد کی خبر سنائی تو حضرت

ابو عبیدہ کو اطمینان ہوا اور انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے خود بیچ کی طرف پیش قدمی کی ،  
**بیچ کی فتح** عیاض بن غنم ہراول کے افسر تھے۔ بیچ کے باشندوں  
 نے ان سے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

وہاں سے حضرت ابو عبیدہ باس گئے، اور جبیب بن مسلمہ کو  
 قاصر بن بھجا، وہاں کے باشندوں میں سے کچھ نے جزیرہ دینا منظور  
 کیا اور کچھ ترک وطن کر کے رومی علاقے میں چلے گئے، اس طرح سرحد تک  
 اسلامی قبضہ ہو گیا۔

**مرعش اور حصن حرث کی فتح** حضرت خالد نے ایک مختصر فوج

کے ساتھ مرعش پر حملہ کیا اور  
 رہ کر اسے اس شرط پر فتح کیا کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں،  
 جبیب بن مسلمہ نے حصن حرث کو بھی اسی شرط پر فتح کیا،



## اجنادین کی دوسری جنگ

جس طرح تدبیر و سیاست اور فہم و فراست میں حضرت عمرو بن العاص تمام عرب میں ممتاز تھے، اسی طرح ان اصناف کے اعتبار سے رومیوں میں اڑطبون کو یہ حیثیت حاصل تھی، اس کی ایک عظیم الشان فوج رملہ میں تھی، اور دوسری بیت المقدس میں وہ خود اجنادین میں منقسم تھا، حضرت عمر بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے اجتماع کا حال لکھ کر آپ کی رائے طلب کی، آپ نے اڑطبون پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”ہم نے اڑطبون روم کی طرف اڑطبون عرب کو پھینک دیا ہے۔ دیکھو دونوں میں کون کامیاب ہوتا ہے۔“

حضرت عمرو بن العاص نے علقمہ بن حکیم الفراس اور مسروق علی کو بیت المقدس کی طرف بھیجا اور ابوایوب مالکی کو رملہ کی جانب روانہ کیا اور خود اڑطبون کے مقابلہ کے لئے اجنادین کی طرف بڑھے۔ حضرت عمرو ابن العاص کی فوج کے مقدمہ الجیش کے افسر حضرت نضر جمیل بن حسنہ تھے، ہیمینہ و میسرہ پر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے حضرت عبداللہ بن خبادہ بن مالک بھی تھے،

حضرت عمرو بن العاص اجنادین بھیج کر اڑطبون کے بالمقابل آئے رومیوں کی ایک فوج قیساریہ میں بھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو لکھا کہ معاویہ کو قیساریہ کی طرف بھیجو، ساتھ

ہی معاویہ کو بھی لکھا کہ میں نے تم کو والی قیساریہ مقرر کیا ہے، تم فنیسات کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اللہ سے مدد مانگتے رہو اور یہ دعا پڑھتے رہو  
لاحول ولا قوۃ الا باللہ - اللہ بنا و نقتنا و امرنا

و مولانا نعم الملوقی و نعم النصیر

حضرت معاویہ نے قیساریہ پہنچ کر وہاں کی رومی فوج کو وہیں مشغول جنگ کر لیا جس سے وہ اجنادین تک نہ پہنچ سکی۔

حضرت عمر بن العاص کے پاس دربار خلافت سے پے در پے امداد آرہی تھی آپ نے اپنے بیٹے محمد بن عمرو کو علقمہ بن حکیم الفزاس کی مدد پر اور عمارہ بن ابیہ خمزی کو ابویوب مالکی کی مدد پر روانہ کیا،

اجنادین میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے ہالمقابل پڑی رہیں لیکن عمرو بن عاص کو جنگ شروع کرنے کا موقع نہ ملتا تھا، آپ کسی شخص کو قاصد بنا کر اربطون کے قلعے میں بھیجنا چاہتے تھے تاکہ وہ اس طرح ضروری معلومات حاصل کر آئے، لیکن اس کام کے قابل کوئی ہنسیا نہ آدھی تھیں ملتا تھا، اس لئے حضرت عمرو بن عاص اپنے قاصد آپ ننگے اور اربطون سے ملکر اس سے بات چیت کی، اور اسکی فوج اور قلعے کے متعلق واقفیت حاصل کر لی۔

اربطون نے حضرت عمر بن عاص کی دانشمندانہ انداز گفتگو اور اپنی فرسندت سے بھیجے لیا کہ یہ شخص سپہ سالار اسلام کا قاصد نہیں خود سپہ سالار ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک اشتر کو اشارہ کر دیا کہ جب آپ واپس ہوں

تو آپ کی گردن مار دے، حضرت عمرو بن العاص بھی فہم و بصیرت میں اس سے کم نہ تھے، آپ نے بھی خطرے کا اندازہ کر لیا، چنانچہ آپ نے ارطبون سے کہا،

تم نے میری بات سن لی، اور میں نے تمھاری بات سن لی اور میں نے تمھاری بات پسند بھی کر لی۔ لیکن میں ن دس آدمیوں میں سے صرف تنہا ہوں جن کو عمرو بن العاص نے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اس لئے میں واپس جا کر ان کو بھی تمھارے پاس لے آتا ہوں۔“

ارطبون نے کہا ”بہتر ہے۔“ اور اس شخص کو جسے حضرت عمرو بن عاص کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا واپس بلا لیا، اس طرح حضرت عمرو بن العاص سلامت واپس چلے آئے۔ جب ارطبون کو معلوم ہوا کہ وہی عمرو بن العاص تھے تو اس نے کہا کہ ”وہ دنیا کا سب سے بڑا عقلمند ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی حضرت عمرو بن عاص کی عقلمندی کی بہت تعریف فرمائی۔“

ارطبون کے پاس سے واپس آ کر حضرت عمرو بن عاص نے جنگ شروع کی جس میں ارطبون کو شکست ہوئی، اور وہ اجنادین چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔

ارطبون کے بیت المقدس بھاگ جانے کے بعد حضرت

عمر بن عاص نے فلسطین کے بہت سے بلاد و مقامات بذریعہ صلح فتح کئے۔ پہلے عزاہ فتح ہوا اس کے بعد بسطیہ یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار مقدس ہے، اسی طرح باری باری نابلس، لذبہ، عمواس، بیت جریں، مرج عیون، سب فتح ہو گئے۔

جنگ اجنادین اور جنگ یرموک کے سنہ کے بارے میں مورخوں نے باہم بہت اختلاف کیا ہے، بعضوں نے لکھا ہے کہ دمشق کی فتح سے پہلے ۳۱۳ء میں اجنادین کی جنگ ہوئی بعضوں نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی فتح سے قبل ۱۵ء میں یہ معرکہ پیش آیا۔ اسی لحاظ سے بعضوں نے ۱۳ء کی جنگ کو اجنادین کی بجائے یرموک کا معرکہ قرار دیا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین میں دومرتبہ جنگ ہوئی، ایک بار ۱۳ء میں اور دوسری بار ۱۵ء میں، اور یرموک کی جنگ ۱۵ء میں ہوئی، اجنادین کے بارے میں علامہ ابراہیم حسن کا بھی یہی خیال ہے کہ یہاں دوبار جنگ ہوئی۔

## بیت المقدس کی فتح

بیت المقدس صوبہ فلسطین کا مشہور شہر اور عیسائیوں کا کعبہ دین تھا مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ شہر نہایت محترم و معظم تھا، کعبہ کے قبلہ بننے سے پہلے مسلمان اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے،

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس صوبہ کی مہم کا سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص کو مقرر فرمایا تھا۔ ضرورت کے وقت آپ انھیں اپنے پاس بلا لیتے اور پھر اسی علاقہ میں واپس بھیجتے تھے چنانچہ یرموک کی جنگ کے بعد حضرت عمرو بن العاص فلسطین چلے آئے تھے، دوسرے مقامات کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے بھی بیت المقدس کی طرف اقدام کیا پہلے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا، ان کے بعد خود بھی روانہ ہوئے، پہلے حمص پہنچے اور حبیب بن مسلمہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا وہاں سے دمشق پہنچے وہاں کی حکومت سعید بن زید کے سپرد کی، دمشق سے روانہ ہو کر اردن پہنچے اور وہاں سے باشندگان بیت المقدس کو پیام دیا کہ جن شرائط پر دوسرے شہروں کے باشندوں کی جان و مال کو امان دی گئی ہے، انہیں شرائط پر تم بھی آکر صلح کر لو۔ لیکن باشندگان بیت المقدس آپ کے پاس نہیں آئے۔ اس پر آپ نے ان کے پاس حسب ذیل مکتوب بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

ابو عبیدہ بن الجراح کا مکتوب بیت المقدس، اہلیا کے اکابر اور عوام کے نام

ان پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کریں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، اس کے بعد ہم تمہیں اس بات

کی دعوت دیتے ہیں کہ تم شہادت دو کہ خدا کے واحد کے سوا کوئی سزا اور عبادت نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، اور مردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھنا حق ہے، اس شہادت کے بعد تمہارا خون اور مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ اور تم ہمارے دینی بھائی بن جاؤ گے۔ اور اگر تمہیں یہ پسند نہ ہو تو زیر دست بن کر جسٹریہ دینا قبول کرو، اگر تم اس کو بھی نہ مانو گے تو یاد رکھو کہ میں تم پر ایسے لوگوں کے ساتھ حملہ کروں گا جو موت کو اسی طرح عزیز رکھتے ہیں جس طرح تم زندگی اور شراب اور سور کے گوشت کو عزیز رکھتے ہو، پھر انشاء اللہ اس وقت تک تمہیں نہ چھوڑوں گا جب تک تمہیں قتل و غارت کر کے تمہارے اہل و عیال کو غلام نہ بنا لوں گا۔

حضرت ابو عبیدہؓ یہ مکتوب روانہ کر کے کچھ دنوں تک اسکے جواب کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن جب اس کا کچھ جواب نہ آیا تو آپ نے آگے بڑھ کر بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ دو ایک روز اہل شہر نے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ لیکن جب ہر روز ان کو شکست و ناکامی ہی ہوئی تو انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے۔

حضرت ابو عبیدہ نے محاصرے کے سلسلہ کو سختی سے جاری رکھا

جب اہل شہر نے دیکھا کہ حضرت ابو عبیدہ شہر کو فتح کے بغیر محاصرہ نہ اٹھائیں گے تو انھوں نے آپ کے پاس درخواست بھیجی

ہم اس شرط پر مصالحت کے لئے تیار ہیں کہ آپ اپنے خلیفہ عمر کو بلائیے، ہم چاہتے ہیں کہ صلح کی کارروائی انھیں کے ذریعہ عمل میں آئے۔

حضرت ابو عبیدہ اپنے اکثر امور میں حضرت معاذ بن جبل سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، وہ اس وقت اردن میں حاکم تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے خط لکھ کر ان کو بلا یا اور ان سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا اگر امیر المؤمنین تشریف لائے اور اہل شہر صلح سے مکر گئے تو انکو بہت تکلیف ہوگی۔ اس لئے شہر والوں سے صلح کا پختہ عہد لینے کے بعد امیر المؤمنین کو بلائیے۔

اس مشورے کے مطابق حضرت ابو عبیدہ نے اہل شہر سے صلح کا پختہ وعدہ طلب کیا۔ انھوں نے یقین دلایا کہ اگر امیر المؤمنین تشریف لائیں اور ہمیں جان و مال کی امان دین اور صلح نامہ لکھ دیں تو ہم وہ تمام شرطیں منظور کر لیں گے جن کو شام کے دوسرے مقامات کے باشندے منظور کر چکے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے اہل شہر سے صلح کا کامل اطمینان حاصل کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کے نام ابو عبیدہ بن الجراح

سلام علیک - اللہ کی حمد و ثنا کے بعد عرض ہے کہ ہم نے اہل ایلیا کا محاصرہ کیا۔ ابتدا میں انھوں نے خیال کیا تھا کہ ہمارے مقابلے میں جے رہنے سے انھیں کچھ فائدہ ہو جائے گا۔ لیکن اس تذبذب کی وجہ سے خدا نے ان کو اور بھی تنگی میں ڈال دیا ان کی تعداد گھٹا دی۔ ان کو کمزور اور پرانگندہ کر دیا، ان حالات کے پیش نظر اب وہ صلح پر آمادہ ہیں لیکن انھوں نے اس شرط پر صلح منظور کی ہے کہ خود امیر المؤمنین تشریف لاکر انھیں امان دین اور صلحنامہ لکھ دیں ہمیں اندیشہ نفا۔ کہ امیر المؤمنین کے آنے پر وہ صلح سے مکر جائیں اور امیر المؤمنین کو فضول زحمت ہو اس لئے ہم نے ان سے حلیہ اقرار لے لیا ہے کہ اگر آپ تشریف لاکر ان کی جان و مال کو امان عطا کریں اور عہد نامہ لکھ دیں تو وہ جو یہ کی ادائیگی اور دوسری تمام باتیں جو دوسرے بلاد و مقامات کے ذمے قبول کر چکے ہیں قبول کر لیں گے۔ پس اگر امیر المؤمنین اس صورت کو پسند فرمائیں تو یہاں تشریف لائیں۔ یہ سفر نیکی و بہتری اور مسلمانوں کے لئے فوز و فلاح کا باعث ہوگا۔ اللہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے اور

اور آپ کے معاملے کو آسان کر دے۔ والسلام علیکم!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدہ  
فاروق اعظم کا ورود شام کا خط ملا تو آپ نے تمام جلیل القدر صحابہ

کو جمع کر کے اس بارے میں ان سے مشورہ کیا۔ حجت و گفتگو کے بعد طے  
پایا کہ امیر المؤمنین کو شام تشریف لے جانا چاہیے چنانچہ آپ نے سفر شام  
کی تیاری کا اعلان کر دیا۔ اور اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ جن میں  
حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔

دوران سفر میں روزانہ نماز کے بعد حضرت عمرؓ پر بیٹھے بیٹھے ایک مقررہ  
تقریر فرماتے جس میں رفقاء سفر کو تلقین کرتے کہ خدائے ہم پر جو احسان  
فرمائے ہیں ان پر شکر بجالائیں اور تکمیل احسانات کی دعا کرتے رہیں؛  
یہ مقدس تالیقی قافلہ منزل بس طے کرتا ہوا بیت المقدس پہنچا حضرت

ابو عبیدہؓ اور دوسرے انصاریوں نے آگے بڑھ کر حضرت امیر المؤمنین  
کا استقبال کیا۔ اس وقت جانشین رسول اور خلیفہ اسلام کی شان  
یہ تھی کہ اونٹ پر سوار تھے جس پر زین کسا ہوا تھا اور چمڑے کا تھیلہ لٹکا  
رہا تھا مسلمانوں کو حضرت فاروق اعظم سے دالہانہ عقیدت تھی چنانچہ

آپ کے غیر مقدم کے لئے ان کا سیلاب اٹھنا عقیدت مندوں  
کے اس پر جوش بھوم کو دیکھ کر آپ اونٹ سے اتر پڑے اور اس کی ہانپا  
پکڑ کر پیدل چلنے لگے۔ راستہ میں ایک نالہ پڑتا تھا اسی حالت سے اُس  
بھی بار کیا۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے سواری کے لئے گھوڑا اور

پہننے کے لئے سفید کپڑے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ دوسرے  
افسران اسلام نے بھی کپڑے بدلنے اور گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے  
زور دیا، اور کہا کہ ہمیں آپ کا اس طرح ذبیہوں کے سامنے جانا اچھا  
نہیں معلوم ہوتا۔

آپ نے کپڑے تو نہیں بدلے لیکن افسران اسلام کے اصرار  
سے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مگر جب گھوڑے نے شونچی شروع کی  
تو اسے بھی بہ ہلکے عجزہ کر دیا کہ  
اُسے ہٹاؤ یہ شیطان ہے ایسا نہ ہو کہ یہ میرے دل میں فساد  
پیدا کر دے۔

اکا برصحا بنے پھر ایک بار زور دیا کہ امیرالمومنین اگر کپڑے بدل لیتے  
اور گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے چلتے تو نشان بڑھ جاتی جس کا اہل شہر  
پر اچھا اثر پڑتا۔ اور مقصد جہاد کو فائدہ پہنچتا۔

لیکن حضرت عمر نے فرمایا۔

تھاری نادانی کا راہو جس چیز کو خدا نے تمہارے لئے  
نا پسند کر دیا ہے اس میں اپنی عزت نہ سمجو۔ اگر ایسا کرو گے  
تو ذلیل ہو جاؤ گے۔

حضرت فاروق اعظم اسی حالت میں بیت المقدس پہنچے یہاں آپ نے  
دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے رسالے کے لوگ ویسا و حمیر  
کی قبائیں پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے ان لوگوں کو اس پر تکلف

لباس میں دیکھا تو پرہیز ہو کر گھوڑے سے اتر پڑے، اور زمین سے کنکریاں اٹھا کر ان کی طرٹ پھینکتے ہوئے طلبش آلودہ لہجے میں فرمایا۔

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس تزیین و تکلف کے ساتھ میری استقبال کو آئے ہو؟ دوہی سال کے عرصے میں تم نے اپنی سادگی ترک کر کے رومی وضع اختیار کر لی۔

لوگوں نے عرض کی

ہم نے اپنی سپاہیانہ وضع ترک نہیں کی ہے، اس لباس کے پیچھے ہمارے اسلحے موجود ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ "اگر یہ بات ہے تو پھر کچھ منسائقہ نہیں لے بیت المقدس میں یزید بن ابی سفیان نے بھی تبدیل لباس پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

امیر المؤمنین ایساں ہیں سب کچھ میسر ہے، یہاں کی معاشرت بلند ہے۔ آپ کی خواہش کے مطابق مسلمان خوشحال ہیں اگر آپ اسیلے کپڑے پہن لیں، اچھی سواری پر سوار ہوں اور مسلمانوں کو بھی ان کے استعمال کی اجازت دیدیں تو اس سے غیروں کی نظر میں آپ کا رعب و وقار بڑھ جائے۔

حضرت عمر نے فرمایا۔

نہیں یزید! میں یہ وضع ہرگز ترک نہ کروں گا۔ جو دوستوں در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ

کے جدا ہونے کے وقت تھی۔ میں دنیا والوں کی نظر میں پسندیدہ اور با وقعت پنہ کے لئے کوئی ایسی وضع اختیار نہ کرونگا جس سے یہ اندیشہ ہو کر میں خدا کے نزدیک بد نما ہو جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میوں کی نظر میں میری عزت بڑھے اور خدا کی جناب میں میری وقعت کم ہو جائے۔

حضرت ابو عبیدہؓ  
 اہل بیت المقدس کے لئے عہد نامہ امن نے باشندگان بیت المقدس کو حضرت عمر کی تشریف آوری کی اطلاع دے کر انھیں طلب فرمایا۔ ان کے آنے کے بعد حضرت عمر نے ان کے لئے حسب ذیل صلح نامہ لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یہ وہ امان ہے جو بندہ خدا امیر المؤمنین نے اہل بیت المقدس کو دی۔ ان کی جانیں ان کے مال ان کے گرجے ان کی صلیبیں ان کے مرلیض ان کے تندہ دست اور ان کے تمام اہل ملت امن میں ہوں گے۔ نہ ان کے گرجوں کو مکان بنایا جائے گا۔ نہ ان کو ڈھایا جائیگا۔ نہ ان کے کسی حصے یا احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ ان کی صلیبوں اور مالوں میں کچھ کمی کچھ بے گی۔ نہ دین کے بارے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ ان

کے ساتھ بیت المقدس میں کوئی یہودی رہنے پائے گا۔ اہل بیت المقدس پر یہ فرض ہے کہ جس طرح اور شہروں کے باشندے جزیہ دیتے ہیں اسی طرح وہ بھی جزیہ دیں۔ اور رومیوں اور چروروں کو اپنے یہاں سے نکال دیں۔ اور رومیوں میں سے جو شخص نکلے گا اس کی جان و مال کے لئے اس کی جائے پناہ میں پہنچنے تک امان ہوگی اور ان میں سے جو شخص شہر ہی میں رہنا چاہے اس کے لئے بھی امن ہے اور اس کو اہل بیت المقدس کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔ اور اہل بیت المقدس میں سے جو شخص اپنی جان و مال کو لیکر رومیوں کے ساتھ جانا چاہے اور اپنے گرجوں اور صلیبوں کو خالی چھوڑنا چاہے تو اس کو اور اس کے گرجوں اور صلیبوں کو امن ہے جب تک وہ اپنی جائے امن میں نہ پہنچ جائے اس میں جو کچھ تخریب ہے اس پر خدا کا خدا کے رسول کا رسول کے خلفاء کا اور مسلمانوں کا اس وقت تک عہد اور ذمہ ہے۔ جب تک اہل ایلیا مقررہ جزیہ ادا کرنے نہیں۔ اس تخریب کے گواہ خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابوسفیان ہیں اور ۱۵ھ تک یہ عہد نامہ لکھا اور حوالہ کیا گیا ہے

امین الامت کے یہاں امیر المؤمنین کی دعوت میں تمام

المران اسلام نے باری باری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے خیموں میں عزت کیا اور ان کی خاطر ولد ہی کے خیال سے آپ سب کے یہاں تشریف لیگا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے آپ کی دعوت نہیں کی۔ چنانچہ آپ نے ایک روز ان سے کہا: "تمام انسردوں نے میری دعوت کی لیکن آپ نے مجھے مدعو نہیں کیا۔" حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا: "میں نے اس خیال سے آپ کی دعوت نہیں کی کہ شاید آپ کو میرے یہاں آکر آنسو بہانا پڑے۔"

حضرت عمر نے فرمایا: "نہیں ایک روز اپنے یہاں میری دعوت لیجئے۔ چنانچہ آپ نے ایک روز حضرت عمر کو اپنے یہاں مدعو کیا، فاروق اعظم فاع شام کے قبضہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ گھر میں گھوڑے کے نڈے کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے یہی تھا ان کا بسز تھا اور گھوڑے کا زین تکیہ ایک طاق میں روٹی کے کچے سوکھے ٹکڑے پر عموماً۔ فاع شام نے وہی ٹکڑے، خوراک اور مٹی کے گلاس میں پانی لاکر آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو بے اختیار رونا آگیا، آپ حضرت ابو عبیدہ کو سینے سے لگا کر کہنے لگے۔

"تھیں میرے بھائی ہو، تمہارے سوا میرے ساتھیوں میں اب کوئی نہیں جس پر دنیا نے اپنا کچھ نہ کچھ جا رو نہ کر دیا ہو؟"

حضرت ابو عبیدہ نے کہا: میں کہتا تھا کہ آپ کو میرے یہاں کراؤ

بہانا پڑیں گے۔ ۹۔

حضرت عمر نے ایک روز مسلمانوں کو جمع کر کے  
فاروقِ اعظم کا خطبہ ایک خطبہ دیا جس میں حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا

مسلمانو! خدا نے تم سے اپنا وعدہ پورا فرمایا، تمہیں دشمنوں پر

فتح دی، ملکوں کا مالک بنا دیا، تمہاری قوت کو استحکام بخشا

پس تم اس کے احسانات کا شکر ادا کرتے رہنا۔ اور خبردار

گناہوں میں مبتلا نہ ہونا، معصیت و نافرمانی کفرانِ نعمت

سے اور جب کوئی قوم خدا کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہے اور

اس گناہ سے تائب نہیں ہوتی تو اللہ اس سے عزت و شوکت

چھین لیتا ہے اور اس پر طاقتور دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت رسول

حضرت بلالؓ کی اذان

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اتنا

صدمہ ہوا تھا کہ آپ نے اس کے بعد سے اذان دینا ترک کر دیا تھا اور

مجاہدین کے ساتھ شام آکر یہیں سکونت اختیار کر لی تھی، اس موقع پر

وہ بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبے سے فارغ ہوئے تو غار

کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت بلال سے اذان دینے کی خواہش

ظاہر کی انہوں نے کہا۔

میں نے عہد کر لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

اذان نہیں دوں گا، لیکن آپ اسی ایک نماز کے لئے کہتے ہیں اس لئے آپ کا کہنا مان لیتا ہوں۔“

چنانچہ آپ نے اذان دینی شروع کی۔ آپ کی اذان سن کر صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا لوگ زار و رونا لگے، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سب سے زیادہ رورہے تھے حضرت عمرؓ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور چپ کرایا۔ حضرت بلالؓ نے مسلمانوں کے طبقہ عوام کی نیابت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے کہا: ”افسرہ بیٹوں کا گوشت اور اچھے آٹے کی روٹی کھاتے ہیں اور عام مسلمان تکلیف اٹھاتے ہیں ان کی معیشت کا معقول بندہ بست نہیں کیا جاتا۔“

یزید بن ابی سفیان نے افسروں کی طرف سے صفائی پیش کرنی چاہی مگر حضرت عمرؓ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ اور عام مسلمانوں کی روزی کا ایک دستور اعلیٰ مقرر کر کے فرمایا۔

اگر تمہارے افسر اس کے مطابق عمل نہ کریں تو مجھے اطلاع دینا میں انہیں معزول کر کے ان کے بجائے دوسرے افسر نامور کر دوں گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں کے ضروری امور کی تکمیل کے بعد مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی۔

راستے میں ایک مقام پر دیکھا کہ کچھ ذمیوں پر سختی کی جا رہی ہے

آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ جواب ملا کہ خراج ادا نہیں کرتے۔ آپ نے ذمیوں سے پوچھا کہ تم خراج کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے عرض کی کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ پرسنکر آپ نے انہیں رہا کر دیا اور فرمایا کہ آئندہ کسی پر ایسی سختی نہ کی جائے۔ لہ

## رومیوں کی آخری قسمت آرمائی

رومی مسلمانوں کے مقابلے میں مسلسل ناکام ہو چکے تھے قبضہ ہرقل بھی اپنی کامیابی کی طرف سے مایوس ہو کر شام کو الوداع کہہ چکا تھا۔ تقریباً سارے ملک پر مسلمان قابض و منصرف ہو چکے تھے پھر بھی رومی شام کو آسانی سے صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اور قبضہ بھی امید کے کسی گوشے کو بے التفاتی کے ساتھ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اہل جزیرہ نے ہرقل کو لکھا کہ آپ شام کی طرف دوبارہ توجہ کیجئے اور حصہ پر قبضہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجئے ہم ہر طرح امداد و اعانت کے لئے تیار ہیں، اپنی مستعدی اور آمادگی کا عملی ثبوت دینے کیلئے جزیرہ والوں نے ایک جمیعت عظیم بھی تیار کر لی اور اسے بہت کی طرف روانہ کر دیا۔ اس علاقے کی سرحد عراق سے ملتی تھی جس پر سعد بن وقاص عراق و ایران کی اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم

تھے۔ انہیں یہ اطلاع ملی تو انہوں نے عمر بن مالک کی زیر سرکردگی ایک فوج  
جزیرہ والوں کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ عمر بن مالک نے ہیبت پہنچ کر  
اسکا محاصرہ کر لیا۔ اہل ہیبت نے فضیل شہر کو مستحکم کر لیا تھا اور حفاظت  
کے لئے اسکے گرد خندق کھود دی تھی، اس لئے اسلامی فوج کو کامیابی نہ ہوتی  
تھی، عمر بن مالک نے یہ حالت دیکھی تو نصف فوج حرث بن یزید کی  
مانختی میں یہاں چھوڑ دی کہ وہ محاصرہ کو قائم رکھے اور خود نصف فوج لیکر  
قرقیسہ کی طرف سے پیش قدمی کی، کچھ دنوں اہل شہر نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر  
انہوں نے جزیرہ دینا منظور کر کے صلح کر لی۔

عمر بن مالک نے حرث بن یزید کو لکھا کہ اہل ہیبت کو پیام دو  
کہ وہ اسلام لائیں یا جزیرہ دینا منظور کر کے صلح کریں۔ اگر وہ اس شرط کو  
منظور نہ کر لیں تو صلح نامہ لکھ دو ورنہ ان کے خندق کے بالمقابل تم بھی  
خندق کھود لو اور محاصرہ قائم رکھو۔

حرث بن یزید نے اہل شہر کے پاس یہ پیغام پہنچا اور انہوں  
نے جزیرہ دینے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس کے بعد حرث بن یزید یہاں سے  
کوٹھ کر کے عمر بن مالک سے جا ملے۔

قیصر حرقل نے اہل جزیرہ کی درخواست پر ایک عظیم الشان فوج  
حمص کی طرف بھیجی، حضرت ابو عبیدہ کو ہرقل کی فوج کشی کی اطلاع ملی  
تو آپ نے مجاہدین اسلام کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے حمص کے  
باہر قیام کیا۔ حضرت خالد بن ولید قنسرین میں تھے وہ بھی آپ کے پاس

آگے، دونوں بزرگوں نے دربارِ خلافت کو تمام حالات کی اطلاع دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً مجاہدین کی فریادی کے لئے ہر طرف قاصد روانہ کئے اور حضرت سعد بن وقاص کو لکھا کہ وہ کوفہ سے قنقاع بن عمر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ فوراً حمص بھیج دیں۔ ساتھ ہی سہیل بن عدی کے پاس حکم بھیجا کہ وہ رقعہ کی طرف پیش قدمی کر کے اہل جزیرہ کو حمص جانے سے روک لیں۔ اور عبداللہ بن عتبان کو حکم بھیجا کہ وہ نصیبین ہوتے ہوئے حیران اور لبہا کی طرف پیش قدمی کریں۔ ولید بن عقبہ کو عرب قبائل تنوع اور بیچہ کی روک تھام پر مامور فرمایا۔ جو عیسائی مذہب رکھتے تھے اور جزیرہ میں آباد تھے، بصورتِ جنگ ان تمام امرا پر عیاض بن غنم کو سرور مقرر کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں انتظامات پر اکتفا نہیں کیا۔ حضرت ابو عبیدہ کو براہِ راست امداد دینے کی غرض سے خود شام تشریف لے گئے۔ اور جابیہ میں انزے، اہل جزیرہ کو معلوم ہوا کہ اسلامی فوجیں خود ان کے علاقے میں تلخ گئی ہیں۔ تو وہ جزیرہ واپس چلے گئے، رومی حمص کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔

ایک روز رومی فوج کے عیسائی عربوں نے خفیہ طور پر حضرت خالد کے پاس آدمی بھیج کر کہلایا کہ اگر آپ کہیں تو ہم ابھی رومیوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ یا عین حالتِ جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ حضرت خالد نے جواب میں فرمایا: ”محمکونہ تمھارے رہنے کی

پر وہ اپنے زرمیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلے جانے کی۔ میرے نزدیک تمہارا  
عدم وجود ہمارا ہے۔“

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالد سے زرمیوں پر حملہ کرنے کے  
متعلق رائے طلب کی۔ وہ پہلے ہی سے حملے کے حق میں تھے۔ جواب دیا  
اُبّ عیسیٰ یوں سے کس بات کا خطرہ ہے وہ کثرت تعداد کے بھروسہ  
پر لڑتے ہیں اور اب تو انہیں یہ بات بھی حاصل نہیں رہی۔“

دونوں حضرات کے اتفاق رائے سے حملہ کی تیاری شروع ہوئی  
صفین درست ہو چکیں تو حضرت ابو عبیدہ نے مجاہدین کو مخاطب کر کے  
فرمایا۔

”آج جو نابت قدم رہے گا اور زندہ بچ جائے گا۔ وہ  
ملک و مال سے بہرہ ور ہوگا۔ اور جو مارا جائیگا۔ وہ مرتبہ  
شہادت سے سرفراز ہوگا، میں شہادت دیتا ہوں کہ  
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص  
میرے اور مشرک ہو کر نہ مرے وہ ضرور جنت میں جائیگا  
مجاہدین نے اس جوش سے حملہ کیا کہ رومی تاب مقابلہ نہ لاسکے اور بھاگتے  
ہوئے حراج الروم تک چلے گئے۔ یہ زرمیوں کی حوصلہ مندی کا آخری  
مظاہرہ تھا۔ اس بار یہ شمع بھڑک کر بجھی تو ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔  
اختتام جنگ کے تیسرے روز قنعا بن عمر عراق سے پہنچے حضرت

ابو عبیدہ نے حضرت عمر کی خدمت میں فتح کی خوشخبری اور قنقاع بن عمرو کے آنے کی اطلاع بھیجی تو آپ نے حکم بھیجا کہ مال غنیمت میں قنقاع کو بھی حصہ دیا جائے۔

عیاض بن غنم نے جزیرہ یمن کو پہنچ کر سہیل بن عدی کو رقبہ کی طرف روانہ کیا۔ ابھی اسلامی فوج نے شہر کا محاصرہ ہی کیا تھا کہ اہل شہر نے جزیرہ یمن کی شرط پر صلح کر لی۔ عیاض بن غنم نے خود حران کی طرف پیش قدمی کی، جزیرہ یمن جو عربی قبائل آباد تھے ان میں سے قبیلہ ایاد بن نزار (بنو تغلب) رومیوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ باقی سب نے مجاہدین کا ساتھ دیا۔ اہل حران نے بھی جزیرہ یمن منظور کیا اور امان نامہ لکھ دیا گیا۔ اس کے بعد سہیل اور عبد اللہ رہا کی طرف بھیجے گئے۔ اہل رہانے بھی جزیرہ یمن کی شرط پر صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

اسی طرح قبیلہ نزین مدت میں چھوٹی چھوٹی جنگوں کے بعد جزیرہ کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

رقہ - حران - نصیبین - میافارقین - سمساط - سروج - قرقبسا

زوذان - عین الوردہ

حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو جزیرہ کی فتح کا خط لکھا اس کے بعد آپ جاہلیہ سے مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔

قبیلہ نوآباد جو رومی علاقے میں چلا گیا تھا اس کے متعلق حضرت

عمر نے قصیر ہرقل کو لکھا کہ "ایک عرب قبیلہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر تمہارے

علاقے میں چلا گیا ہے تم اسے اپنے یہاں سے نکال دو ورنہ ہم عیسائیوں کو بھی اپنے علاقے سے نکال کر تمہارے پاس بھیج دیں گے،

ہرقل نے آپ کا مکتوب پانے ہی قبیلہ ایاد کو جو چار ہزار افراد پر مشتمل تھا اپنے علاقے سے نکال دیا اور اسے پھر شام اور جزیرے میں واپس آجانا پڑا، ولید بن عقبہ نے اس قبیلے کو قبول اسلام پر مجبور کرنے کے لئے حضرت عمر سے استصواب رائے کیا۔ آپ نے لکھا کہ اگر وہ جزیرہ دینے پر رضامند ہوں تو ان کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہ امر کہ عربوں سے جزیرہ قبول نہ کیا جائے ان سے صرف اسلام کا مطالبہ کیا جائے۔ جزیرہ العرب کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے اگر وہ جزیرہ دے کر صلح کرنا چاہیں تو صلح کرنی جائے۔ البتہ صلح نامہ میں یہ بات صاف کر دو کہ وہ ان لڑکوں کو نصرانی نہ بنائیں جن کے باپ مسلمان ہو چکے ہوں اور جو عیسائی مسلمان ہونا چاہیں انھیں اس سے نہ روکیں۔

علامہ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے لیکن ابن خلدون اور ابن اثیر وغیرہ نے باپ کے اسلام کی قید و تھمبیس کے بغیر لکھ دیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو نصرانی نہ بنائیں جو خلاف حقیقت ہے۔ ۱۱

## امارت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں جہاں بڑے بڑے اوصاف

۱۱ یہ واقعات ترجمہ ابن خلدون اور اس کے حاشیہ سے لئے گئے ہیں۔ ۱۲

وکالات تھے وہاں کچھ بے اعتدالیاں اور بے احتیاطیاں بھی تھیں جن کا ظہور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اس بنا پر حضرت عمرؓ نے کئی بار حضرت ابو بکرؓ کو حضرت خالدؓ کی معزولی کا مشورہ بھی دیا تھا۔ لیکن وہ ہر بار جواب دیا کرتے تھے کہ ”جس تلوار کو خدا نے بے نیام کیا ہے میں اُسے نیام میں نہیں کر سکتا“

حضرت عمرؓ کی خلافت میں بھی حضرت خالدؓ کا یہی طرز عمل جاری رہا حضرت عمرؓ نے انہیں بارہا اصلاح حال کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن انہوں نے اپنی روش ترک نہ کی، وہ انعام میں شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دیدیا کرتے تھے۔ ایک بار اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دیدیے۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ خالدؓ سے مجمع عام میں دریافت کیا جائے کہ تم نے اشعث بن قیس کو یہ روپیہ کہاں سے دیا ہے اگر مسلمانوں کے مال سے دیا ہے تو یہ خیانت ہے اور اپنی جیب سے دیا تو یہ امرافش ہے۔ یہ دونوں دعوتیں اس قابل ہیں کہ ان کو معزول کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کا حکم عین معرکہ جنگ میں پہنچا۔ اس کی تعمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت خالدؓ اسی حالت میں علیحدہ کئے گئے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سے دریافت کیا: ”تم نے یہ رقم کہاں سے دی؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اپنے مالی غنیمت سے“! حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کا حکم سنا کر معزولی کے طور پر ان کی ٹوپی اتار لی اور حملے کو گردن میں ڈال دیا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: میں نے حکم سنا اور قبول کیا۔ میں اب بھی  
افسروں کے احکام کی تعمیل اور خدمتوں کی بجا آوری کے لئے تیار ہوں۔  
اللہ باصحاہ کرام ارشاد ربانی یَا عَالَمِیْنَ اَمْسُوْا اَطِیْعُوْا  
اللہ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ؕ کی عملی تفسیر تھی  
اس کے بعد حضرت عمرؓ نے براہ راست اس معاملہ کی تحقیق کے  
لئے حضرت خالدؓ کو اپنے پاس طلب فرمایا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: میں نے اپنے حصے کے مالِ غنیمت سے  
وہ رقم دی تھی آپ حساب کر لیں اور ساٹھ ہزار سے زائد جو نکلے وہ  
آپ لے لیں۔

حضرت عمرؓ نے حساب کر لیا تو بیس ہزار سے زائد نکلے وہ آپ نے  
بریت المال میں داخل کر لئے، اس کے بعد تمام منقبوضات و ممالک میں  
اعلان کر دیا کہ میں نے خالدؓ کو خیانت کے جرم یا عصبہ وغیرہ کی وجہ سے  
معزول نہیں کیا ان کی معزولی کی بنا صرف یہ ہے کہ مسلمان جان  
لین کہ اسلامی فتوحات کا انحصار خالدؓ کے زور و قوت پر نہیں ہے۔  
حضرت خالدؓ کی معزولی کے بعد حضرت عمرؓ نے دمشق کی امارت  
پر بھی حضرت ابو عبیدہؓ کو مامور کر دیا۔

یہ واقعہ شام کا ہے۔

حضرت خالدؓ دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے کہا  
”مسلمانو! تمہیں خوش ہونا چاہئے امین الامت تمہارے ولی ہیں“

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا  
 میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے  
 کہ خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔  
 غور کیجئے صحابہ کرام میں باہم کتنا اخلاص تھا اور وہ ایک دوسرے کی  
 کتنی قدر و منزلت کرتے تھے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے فریضہ امارت کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام  
 دیا، ۱۸ھ میں عرب میں ایک سخت قحط پڑا، حضرت عمرو نے اپنے تمام  
 دایان و امراء کو فرمان بھیجے کہ وہ غلہ فراہم کر کے مدینہ روانہ کریں۔  
 حضرت ابو عبیدہؓ نے اس موقع پر بڑی سعی و کاوش سے کام لیا  
 اور چارہ ہزار اونٹ غلہ مدینہ منورہ بھیجا۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت صحابہ کرام کی زندگی کا مقصد اور  
 تھا۔ وہ جب بھی موقع پاتے تھے اس فرض کی ادائیگی کی کوشش  
 کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے قبیلہ تنوخ، بنو سلیم، اور عرب  
 کے دوسرے قبیلوں کو جو شام میں آباد تھے اور عیسائی مذہب اختیار  
 کر چکے تھے، اسلام کی تبلیغ کی اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ بعض روایتوں  
 نے بھی آپ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ ۱۷ھ

۱۷ھ سیر المہاجرین، حالات حضرت ابو عبیدہؓ و حضرت خالد بن ولیدؓ

## فضائل و محاسن

حضرت امین الامت کے فضائل و محاسن اور سیرت و اخلاق کے جو پاکیزہ اور روشن نمونے گذشتہ اوراق میں بکھرے ہوئے ہیں ضرورت ہے کہ ان کو جمع کر کے یہاں ایک خاص ترتیب سے پیش کیا جائے تاکہ ان سے آسانی کے ساتھ اسباق و بعاثر حاصل کئے جاسکیں۔

آغاز اسلام میں جب اسلام کا نام لینا ہی ہر طرح کے آلام و مصائب کو دعوت دینا تھا حضرت ابو عبیدہؓ نے دعوتِ حق قبول کی۔ اس کے بعد جو مصیبتیں اور دشواریاں بھی پیش آئیں آپ نے ان کا خیر مقدم کیا جو قربانی پیشہ بزرگِ دین کی خاطر سب سے پہلے اعزہ و اقارب اور وطن عزیز کو خیر باد بکھرنا ہوتا ہے۔ ان میں حضرت ابو عبیدہؓ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ایمان و اسلام کی راہ میں جب کبھی کوئی آزمائش پیش آئی آپ اس میں پورے اُترے۔ غزوہ بدر میں امین الامت اسلامی صف میں تھے۔ اور آپ کے والد عبد اللہؓ صرف کفار میں تھے۔ یہ مرحلہ کتنا سخت تھا۔ لیکن حضرت امین الامت کے جذبہ ایمانی کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ آپ نے ایک پی واد میں باپ کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ اسوہ ایمان اس قدر پسند آیا کہ اس نے اپنے کلام مقدس میں اسے جاودا بنا دیا۔

لَا يَتَّخِذُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ  
 حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ  
 كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ  
 أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ  
 أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ  
 الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ  
 مِنَّهُ لِيُؤَيِّدُوا بَنِي إِسْرَائِيلَ  
 وَكُفِّرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ  
 رِجْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ  
 عَلِيمٌ خَبِيرٌ

جو لوگ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لے آؤ  
 ان کو تم ایسا نہ پاؤ گے۔ کہ وہ خدا اور  
 رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہوں  
 اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی اور  
 اہلِ خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔  
 یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے  
 ایمان نقش کر دیا ہے اور ان کو اپنی محبت  
 سے مدد دی ہے وہ ان کو ایسے باغوں  
 میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری  
 ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے  
 راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کے گردہ ہیں اور  
 حق یہ ہے کہ اللہ ہی کا گردہ فلاح  
 پانے والا ہے۔

حضرت امین الامت کو حضور رسالت میں بھی خاص قدر و منزلت  
 حاصل تھی، عزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص کی درجہ  
 پر حضور نے امدادی فوج بھیجی تو اس کا سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر  
 فرمایا۔ حالانکہ اس فوج میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگ  
 بھی موجود تھے۔

حضرت امین الامت کے فضائل میں متعدد حدیثیں وارد ہیں، حضرت

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم  
وسأله قال أبو بكر في الجنة  
وعمر في الجنة وعثمان في  
الجنة وعلي في الجنة وطلحة  
في الجنة والزبير في الجنة و  
عبد الرحمن بن عوف  
في الجنة وسعد بن ابى  
وقاص في الجنة وسعيد  
ابن زيد في الجنة وابو  
عبيدة بن الجراح في الجنة

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا۔ ابو بکر جنتی ہیں۔ اور  
عمر جنتی ہیں۔ عثمان جنتی ہیں۔ علی  
جنتی ہیں۔ طلحہ جنتی ہیں۔  
زبیر جنتی ہیں۔ عبدالرحمن  
بن عوف جنتی ہیں۔  
سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں۔  
سعید بن زید جنتی ہیں۔  
ابو عبیدہ بن الجراح جنتی ہیں

(سداة الترمذی وابن ماجہ)

عن ابى بصير قال قال  
رسول الله صلى الله عليه  
وسلم نعم الرجل ابو بكر  
نعم الرجل عمر نعم الرجل  
ابو عبيدة بن الجراح

حضرت ابو بصیر سے روایت ہے کہ  
آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا ابو بکر بہترین آدمی ہیں  
عمر بہترین آدمی ہیں۔ ابو عبیدہ بن  
الجراح بہترین آدمی ہیں۔

(جامع الترمذی ابواب المناقب)

حضرت عبد اللہ بن شفیق سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ ابو بکر! میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر میں نے پوچھا پھر کون؟ کہا ابو جہیدہ بن الجراح؟ میں نے پوچھا پھر کون؟ اس پر وہ چپ ہو گئیں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب)

حضرت ابن ابی نیکتہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا لوگوں نے ان سے سہل کیا کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنا خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟ آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق کو۔ لوگوں نے پھر پوچھا ابو بکر کے بعد حضور کسے خلیفہ عطا فرماتے؟ کہا عمر فاروق کو۔ لوگوں نے پھر پوچھا اگر عمر کے بعد حضور کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا۔ ابو عبیدہ بن الجراح کو۔

(رواہ مسلم)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ ہرمان ابو بکر ہیں

عن عبد اللہ بن شفیق قال قلت لعائشة ای اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان احب الیہ قالت ابو بکرؓ قلت ثم من قالت ثم عمرؓ قلت ثم من قالت ثم ابو عبیدہ بن الجراح۔ قلت من فسکت

عن ابن ابی نیکتہ قال سمعت عائشہؓ وسمعت من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستخلفا لو استخلفہ قالت ابو بکر فقیل ثم من بعد ابی بکر قالت عمر فقیل من بعد عمر قالت ابو عبیدہ بن الجراح۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسر حما متقی ہامق ابو بکر

واشد همدی امر الله عمر  
 واصدا قهوجیاء عثمان و  
 افرضه من ید بن ثابت و  
 اقرو همدی بن کعب علمه  
 بالجلال والحرام معاذ بن جبل  
 وکلل امة امین وامین هد  
 الامة ابو عبیدة بن الجراح

اور حکم خدا کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں  
 اور جیسا سب سے راست باز فرمان ہیں اور  
 فرائض و حواریت کے سب سے زیادہ عالم  
 زید بن ثابت ہیں اور علم قرأت کے سب سے بڑے ماہر ہیں  
 ابن کعب ہیں اور حلال حرام کے سب سے علم معاذ بن جبل ہیں  
 اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت  
 کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔

مشکوٰۃ بروایت امام احمد اور ترمذی

عن حدیفة قال جاء اهل  
 نجد ان الی رسول الله صلی  
 الله علیه وسلم فقال یا رسول  
 الله ابعث الینا رجلا مینا  
 قال لا بعثن الیکو رجل  
 امین حق امین۔ فاستشرف  
 لها الناس۔ قال فبعثنا  
 عبیدة بن الجراح

حضرت حدیفہ بن ایمان سے روایت ہے  
 کہ اہل نجد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست  
 کی کہ آپ کسی امین شخص کو ہمارے یہاں بھیج دیجیے  
 حضور نے فرمایا میں تمہارے یہاں ایک مرد امین کو  
 بھیجوں گا جس کی امانت مسلم ہے حضور کا یہ ارشاد کہ  
 لوگ دیکھنے لگے کہ یہ شرط امتیاز کے عطا ہوتا ہے ابو عبیدہ  
 کہتے ہیں کہ حضور نے ابو عبیدہ بن الجراح کو نگران بھیجا۔

(شفق علیہ)

صحابہ کرام بھی حضرت امین الامت کی نہایت قدر و منزلت کرتے تھے  
 حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلہ

ہماجرین و انصار میں اختلاف ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے حضرت امین الامت کا نام پیش کیا، آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا

یہ عمر بن الخطاب موجود ہیں ان کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی ذات سے خدا نے دین کو معزز کیا، اور یہ ابو عبیدہ بن الجراح موجود ہیں جن کو امین الامت کے نام سے ممتاز کیا گیا ہے ان دونوں میں سے

جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو،

لیکن حضرت عمر کے ساتھ اس پیکرِ اخلاص و ایثار نے بھی اپنے استحقاق

کو نظر انداز کر کے حضرت صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں شام پر فوجیں بھیجیں تو اس کو متعدد حصوں پر تقسیم کر کے ہر حصے پر ایک سپہ سالار مقرر کیا اور ہدایت فرمائی کہ ضرورت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کرنے رہیں اور جس وقت تمام سپہ سالار ایک مقام پر جمع ہوں تو ابو عبیدہ سپہ سالار اعظم ہوں قبیلہ اطمے کے چھ سو مجاہدین جہاد شام میں شریک ہونے کے لئے آئے ان کے سردار نعمان بن زیاد ساتھ تھے انھوں نے حضرت ابو بکر سے درخواست کی کہ جس کسی بزرگ امیر کے ماتحت شام بھیجئے، آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں ابو عبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں بھیجوں گا، جو میرے تمام امراء لشکر میں افضل ہیں۔ وہ سفر و حضر ہر حال میں تمہارے بہترین رفیق ثابت ہوں گے۔“

اسی طرح قبیلہ ہمدان کے سردار حمزہ بن مالک بھی اپنے قبیلے کے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے انہیں شام روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”وہاں جا کر جس سپہ سالار کی فوج میں چاہنا شامل ہو جانا، حمزہ بن مالک نے شام پہنچ کر مسلمانوں سے پوچھا، کہ حضور نبوی میں سب سے زیادہ قدر و منزلت کس سپہ سالار کو حاصل تھی؟ مسلمانوں نے حضرت امین الامت کا نام بتایا اور وہ آپ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ آپ حمزہ بن مالک کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئے اور ان کے ساتھیوں کے لئے دعلک خیر فرمائی،

شام کے مختلف حصوں کے لئے جو لوگ سپہ سالار بنائے گئے تھے ان میں حضرت عمر بن العاص بھی تھے، انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق سے درخواست کی کہ وہ شام کے سپہ سالار اعظم بنا دیئے جائیں، حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ”یہ منصب ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کیا گیا ہے۔“ اس کے بعد حضرت عمر بن العاص، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور ان سے اپنے فضائل و کمالات بیان کر کے خواہش ظاہر کی کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق سے ان کے سپہ سالار اعظم بنائے جانے کی سفارش کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا ابو عبیدہ تم سے افضل ہیں، اس لئے میں اس بات کی سفارش نہیں کر سکتا کہ تم کو ابو عبیدہ پر ترجیح و فوقیت دی جائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعت اللغات میں لکھتے ہیں۔

می گفت امیر المؤمنین عمر در روز متود یعنی حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے روز فرمایا

اگر ابو عبیدہ بن الجراح می بوسے می پیم کہ اگر ابو عبیدہ موجود ہوتے  
 این کار بوسے - یعنی امر خلافت را یا تو میں خلافت کا معاملہ یا اس کے  
 اختیار را بدست مشاورت وے مشورے کا اختیار ان کے  
 تفویض می کردم - سپرد کر دیتا -

(باب مناقب عشرہ مبشرہ)

فین حرب میں حضرت خالد بن ولید کو خاص انبیا حاصل تھا، وہ  
 اپنی اسی استعداد و صلاحیت کی بنا پر حضور پر سالت سے سیف اللہ کا  
 لقب پا چکے تھے -

حضرت ابو بکر نے ان کو عراق کی جہم پر مامور فرمایا تھا، بعد میں ضرورت  
 کے پیش نظر ان کو شام کا سپہ سالار عظیم بنا کر بھیجا چاہا تو حضرت ابو عبیدہؓ کے  
 نام خط لکھا اس میں تحریر تھا -

”میں نے آپ کی جگہ خالد کو اس لئے مامور نہیں کیا ہے کہ میرے  
 نزدیک وہ آپ سے افضل ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ  
 معاملات جنگ میں انھیں زیادہ درک و جہارت حاصل ہے“  
 حضرت خالد بن ولید حضرت امین الامت کے مرتبے سے واقف  
 تھے چنانچہ انھوں نے عراق سے شام کے لئے روانہ ہوتے ہوئے آپ کو  
 اس اعزاز و اکرام کے ساتھ خط لکھا -

آپ جس مرتبے پر فائز ہیں اس پر برقرار رہیں گے، میں نہ آپ کی  
 نافرمانی کروں گا نہ مخالفت کروں گا - نہ آپ کے بغیر کسی معاملہ

کا فیصلہ کروں گا، آپ سید المسلمین ہیں، نہ میں آپ کی فضیلت  
 و بزرگی کا مفکر ہو سکتا ہوں اور وہ آپ کی رائے سے بے نیاز ہے  
 حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خود بڑے پائے کے صحابی تھے اور شام  
 میں بڑے حضرت ابو عبیدہ کے رفیق جہاد رہے، انھوں نے آپ کی وفات  
 پر خود لگداز اور پراثر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! تم کو ایک ایسے شخص کی جدائی کا سانحہ پیش آیا ہے  
 جس کا بندگان خدا میں نے مثل نہیں دیکھا، بخدا اب  
 ان کا سا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہوگا۔

اس کے بعد جب آپ نے اس سانحہ جانکاہ کے متعلق حضرت عمر رضی  
 اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا۔

آپ اس شخص کو صبر کیجئے جو خدا کا امین تھا، اور جسے ہم اور  
 آپ دونوں بہت عزیز رکھتے تھے۔

حضرت امین الامت نے فیاض ازل سے ہم گہرا استعداد و صلاحیت  
 ہائی تھی، اخلاص و عمل ایسا کہ خود رسول امین نے امین الامت کے لقب  
 سے سرفراز فرمایا، اور عام استعداد و قابلیت اس پائے کی کہ صدیق اکبر و  
 خلیفہ اول نے آپ کو مستحق خلافت سمجھا۔ شجاعت و بہادری اور صلاحیت  
 حربی ایسی کہ بڑے بڑے مردان کارزار اور ماہرین جنگ کی موجودگی میں  
 سپہلاری عظمیٰ کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ دینی دانش و بصیرت میں آپ کا  
 جو مرتبہ تھا اس کا اندازہ اس گفتگو سے ہو سکتا ہے جو آپ نے روحی پیغام

رج سے فرمائی، جب وہ جنگ یرموک کے دوران میں آپ کے پاس پہنچا، سہ سالہ لڑکا پیغام لے کر آیا تھا۔

رج نے پوچھا: ”تمہارے رسول نے اپنے بعد بھی کسی پیغمبر کے آنے کی خبر دی ہے؟“

حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا: ”یہ خبر ہی نہیں دی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ البتہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے رسول کی آمد کی بشارت دی تھی۔“

جارج نے کہا: ”وہیں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شتر سوار

رسول کی بعثت کی خبر دی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے

ہی رسول ہیں، اچھا یہ بناؤ کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: ”ہمارے رسول نے ان کے متعلق وہی فرمایا ہے جو

خود اللہ کا ارشاد ہے۔ یعنی

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ  
كَمَثَلِ آدَمَ ط خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ  
ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

اور یہ بھی فرمایا ہے۔

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور

اللہ کے بارے میں جو کچھ کہو حق کہو،

عیسیٰ ابن مریم محض خدا کے رسول ہیں

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي

دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ

إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ

اور اس کا کلمہ جسے اس نے مریم کی طرف  
 القا کیا۔ اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں  
 پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔  
 اور زمین خدا نہ کہو، اس عقیدے سے باز آ جاؤ یہ تمہارا  
 لئے بہتر ہے اللہ معبود واحد ہے وہ اس بات سے پاک  
 کہ کوئی اس کا بیٹا ہو آسمان و زمین میں جو کچھ ہے  
 سب اسی کا ہے، اور اللہ کار سازی کے لائق کافی ہے  
 زمین کو خدا کا بندہ ہونے میں عار ہے، اور نہ  
 ملائکہ مقربین کو۔ اور جو کوئی اللہ کی  
 بندگی میں عار سمجھے تو وہ وقت  
 دور نہیں کہ اللہ ایسے تمام لوگوں  
 کو اپنے پاس جمع کرے گا،  
 (سورۃ نسا، پارہ لایجب اللہ)

حضرت ابو عبیدہ نے اپنی انتہائی بصیرت مندی سے جارج کے جواب  
 کے لئے قرآن کریم کی یہ آیتیں انتخاب کیں جن سے اس پر اسلام کی  
 حقیقت منکشف ہو گئی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت امین الامت کو تقریر و خطابت میں بھی خاص درجہ حاصل تھا  
 حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے مسئلے  
 نے انتہائی پیچیدگی اختیار کر لی تھی، پہلے تو انصار اپنے ہی کو مستحق خلافت

مَرِّمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْفًا إِلَى  
 مَرِّمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَامْنُوا بِاللَّهِ  
 وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ  
 انَّهُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ  
 وَاحِدٌ طَسْفَحَنَةٌ أَنْ يَكُونَ  
 لَهُ وَلَدٌ مَلَأَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ  
 مَا فِي الْأَرْضِ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ  
 وَكِيلًا ۝ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْأَعْمَىٰ  
 أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا  
 الْمَسْكِينَةُ الْمُفْرَبُونَ ط وَ مَنْ  
 يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ  
 وَلَيْسَتْ كُفْرًا فَسَيَحْشُرُهُمُ  
 إِلَيْهِ جَمِيعًا ۝ (س النسا پ)

سمجھتے تھے اور انھوں نے اس منصب کے لئے حضرت سعد بن عبادہ کو منتخب بھی کر لیا تھا، حضرت ابو بکر بہت بڑے خطیب و مقرر تھے، اور اس موقع پر آپ نے نہایت زبردست تقریر فرمائی، لیکن اس سے مسئلہ سلجھنے کے بجائے اور الجھ گیا، حضرت جناب بن المنذر نے یہ تجویز پیش کی کہ انصار اور قریش دونوں میں سے ایک ایک خلیفہ مقرر ہوں، اور ساتھ ہی اپنے گروہ کو مخاطب کر کے کہا کہ

مستحق خلافت تو صرف انصار ہیں۔ ہم رفع نزاع کے لئے اس صورت پر رضامند ہیں۔ لیکن اگر مہاجرین اس صورت کو بھی منظور نہ کریں تو ان کو بزور اسلحہ یہاں سے نکال دیا جائے۔“

اس پر حضرت عمر اور حضرت جناب بن المنذر میں سخت کلامی ٹک کی نوبت پہنچ گئی۔ اس نازک مرحلے پر حضرت ابو عبیدہ نے انصار کو مخاطب کیے کے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

یا معاشری الا انصار انکم کنتم  
اول من نصر فلا تکلون اول  
حضرات انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی پھر تمہیں سب سے پہلے باقی اختلاف و افتراق نہ ہو۔“

آپ کی اس چمکی تلی نفسیاتی تقریر نے انصار کا نقطہ نظر ہی تبدیل کر دیا۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ بے شک مستحق خلافت قریش ہی ہیں ہم نے دین کی نصرت کی لیکن اس سے ہماری عرض دنیا نہ تھی، ہمارے پیش نظر

اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی اطاعت تھی۔“

حضرت جناب بن المنذر نے کہا ”تم نے بڑی بڑی یزدنی ظاہر کی“ انہوں نے جواب دیا ”اس میں یزدنی کی کوئی بات نہیں، کیا تم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا، الاثمۃ من قبلش اس ارشاد رسول کے سامنے تمام انصار کی گردنیں جھک گئیں۔ اور حضرت ابو بکر صلیفہ منتخب ہو گئے۔“

صحابہ کرام کی سب سے بڑی خوبی یہی اطاعت رسول تھی اور اسی میں ان کی کامیابی اور فوز و فلاح کا راز مضمر تھا۔

جنگ یرموک میں جب مسلمان صف بستہ رویہوں سے معرکہ آرا ہونے کے لئے کھڑے تھے، آپ نے ان سے اس طرح خطاب فرمایا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ تمہاری اعانت فرمائے گا، اور تمہیں ثابت قدم بنا دے گا،

مسلمانو! اللہ کا وعدہ حق ہے استقلال سے کام لو، استقلال میں کفر سے نجات ہے، خدا کی خوشنودی ہے ذلت آمیز شکست سے دستگیری ہے۔ خبردار جب تک میں حملے کا حکم نہ دوں کوئی اپنی صف سے علیحدہ نہ ہو۔ ایک قدم بھی دشمن کی طرف نہ بڑھے، جنگ میں سبقت نہ کرے نیزے سیدھے اور سپر سامنے کر لو، بالکل ساکت و صامت رہو۔ صرف دل میں اللہ کا ذکر کرتے رہو۔۔۔“



لا تَكُونُوا مِثْلَ تَقْوَلُونَ انْ حَسَن  
النَّاسِ احْسِنُوا وَاِنْ ظَلَمُوا  
ظَلَمْنَا وَاَلَكِنْ وَاَطِئُوا اَنْفُسَكُمْ  
ان احسن الناس ان تحسنوا  
وان اساءوا فلا تظلموا -

(ترمذی البر والصلہ)

حضور کا ایک اور ارشاد ہے،

افضل الفضائل ان نصل من  
قطعك و تقطعي من منعك و  
تصلو عن من شتمك -

(مسند احمد)

لوگو! بدلہ جو نہ بنو، کہہ نہ لگو۔ اگر لوگ اچھا  
سلوک کریں گے۔ تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا  
سلوک کریں گے اور اگر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر  
ظلم کریں گے نہیں بلکہ اپنے نفسوں کو اس پر  
سدا ذکر اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو ان کے ساتھ  
اچھا سلوک کرو اور اگر وہ بُرا سلوک کریں تو ان پر ظلم کرو

تمام فضیلتوں میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص تجھ کو  
قطع تعلق کرے تو اس سے تعلق نہ قائم کرے۔ اور جو تجھ کو راستہ  
بند کرے تو اس سے داد و ستد جاری رکھے اور  
جو تجھے بُرا کہے تو اس سے معاف کرے

اللہ ورسول کے ان ارشادات کو پیش نظر رکھیے اور دیکھیے۔ حضرت  
ابو بکر صدیق اور حضرت معاذ بن جبل حضرت امین الامت کے اخلاق و فضائل  
کے متعلق کیا شہادت دیتے ہیں؟

حضرت ابو عبیدہ مجاہدین کو لے کر شام کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو  
حضرت ابو بکر صدیق نے عرب کے مشہور شہسوار حضرت قیس بن مکشوح کو  
مخاطب کر کے فرمایا۔

میں تم کو ابو عبیدہ الامین کی سرکردگی میں بھیج رہا ہوں جو اس غمخیز  
کے بزرگ ہیں کہ جو ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ یہ اسے بردا

کر لیتے ہیں جو ان کے ساتھ برائی کرتا ہے یہ اسکو معاف کر دیتے ہیں۔ اور جو ان سے علیحدگی اختیار کرتا ہے یہ اس سے ملنے نہیں مسلمانوں پر نہایت نہرہبان ہیں اور کافروں پر بہت ہی سخت ہیں، اسی لئے تم لوگ کسی امر میں ان کی نافرمانی نہ کرنا نہ کسی معاملے میں ان کی مخالفت کرنا، وہ تمہیں جو حکم دیں گے تمہاری بھلائی کے لئے دیں گے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امین الامت کی لاش مبارک کو پھر د خاک کرنے کے بعد مزار سے مخاطب ہو کر خدا کی قسم کے ساتھ فرمایا۔ میری دانست میں آپ اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جب ان سے جہلا مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ اور جو اپنے پروردگار کے لئے نماز میں کھڑے ہو کر راتیں گزارتے اور مسجدوں میں بڑے رہتے ہیں اور جو خرچ کرنے میں نہ مسرف ہوتے ہیں اور نہ بخیل۔ بلکہ ہر حال میں حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں، خدا کی قسم آپ میری دانست میں خدا سے دینے والے اور بندوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنے والے تھے اور ان لوگوں میں تھے جو یتیموں اور مسکینوں پر رحم کرتے اور جاہلوں اور مغروروں سے بیزار رہتے ہیں۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو "امین الامت" کے لقب سے

سرفراز فرمایا تھا، اگر ہیں آپ کے اخلاق و کردار کے متعلق اس سے زیادہ کچھ  
 نہ معلوم ہوتا تو ہمارے لئے یہی بس تھا۔ کیونکہ اس ایک جلیے میں سارے اخلاقی  
 فضائل و جماد جمع تھے، پھر حضور کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت  
 معاذ بن جبل سے بڑی شہادت کس کی ہو سکتی ہے، ان شہادتوں کی روشنی  
 میں دیکھئے تو معلوم ہوگا۔ کہ حضرت امین الامت کی سیرت کتاب سنت کی  
 عملی تفسیر و تشریح تھی،

ان جامع اخلاقی اوصاف کی بعض تفصیلات بھی دیکھئے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے گھر آیا، دیکھا تو آپ  
 عیبت پندہ لگی زار و قطار رو رہے ہیں۔ اس نے تعجب ہو کر پوچھا

”خیریت تو ہے، آپ اس قدر رو کیوں رہے ہیں۔“

آپ نے فرمایا ”ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں  
 کے آئندہ فوجیات و تمول کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا۔ اور کہا۔

ابو عبیدہ! اگر اس وقت تک تمھاری عمر وفا کرے تو تمھارے

لئے صرف تین خادم کافی ہوں گے۔ ایک خاص تمھاری ذات

کے لئے اور ایک تمھارے اہل و عیال کے لئے، اور ایک

سفر میں ساتھ جانے کے لئے۔ اسی طرح سواری کے تین جانور

کافی ہوں گے۔ ایک تمھارے لئے، ایک غلام کے لئے اور ایک

اسباب و سامان کے لئے۔

لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر غلاموں سے اعلیٰ گھوڑوں سے بھرا ہوا

ہے آہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا، حضور اقدس نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اسی حال میں ملے گا جس حال میں میں اُسے پھوڑ جاؤں گا۔

غالباً اسی عبرت پذیری کا نتیجہ تھا کہ آپ نے عیش و تمول سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی،

**اطاعتِ رسول**  
حضرت عمر بن العاص غزوہ ذات السلاسل کی مہم بھیجے گئے تھے، انھوں نے امداد طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کی قیادت میں دو سو مجاہدین بھیجے، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو عبیدہ ایک جا ہوئے تو بحث پیدا ہوئی کہ ان دونوں میں سے کون امیر ہو؟ حضرت عمر بن العاص نے کہا کہ اصل امیر میں ہوں آپ امیر کی اعانت کے لئے آئے ہیں۔ اس پر آپ امیر کے ماتحت ہیں، اور ان کی کے وقت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ کو ہدایت فرمائی تھی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا، اس ہدایت کی تعمیل میں حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرو بن العاص کی ماتحتی قبول کر لی۔ واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا۔

سبحان اللہ ابوعبیدہ

امیر ابو عبیدہ پرانی رحمت اور نسیانے

سندھ ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی، اور حضرت عمر فاروقی اس شرف سے شام نشریف لے گئے کہ اسلحا فرج کو کسی شخص کو طاعون سے

مقتل کرویں لیکن حضرت ابو عبیدہ نے صرف اس بنا پر نفسِ مقام سے انکار کر دیا کہ جہاں پر وہ پہنچا ہو۔ وہاں سے بھاگنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے، حضرت عمر مدینہ منورہ واپس چلے آئے، حضرت عمر کو حضرت ابو عبیدہ سے بڑی محبت تھی، اس لئے آپ نے چاہا کہ ان کو اپنے پاس بلا لیں، چنانچہ آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے چند روز کے لئے میرے پاس چلے آئیے، آپ حضرت عمر کا مطلب سمجھ گئے، لکھا کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو گا میں اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو چھوڑ کر یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ بالآخر آپ طاعون میں مبتلا ہو گئے۔ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

یہ مرض خدا کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعوت ہے پہلے بھی بہت سے نیک اور صالح لوگ اس مرض میں مر چکے ہیں، اور ابو عبیدہ بھی خدا سے اس سعادت میں حصہ پایا۔  
ہونے کا آرزو مند ہے۔

چنانچہ آپ اسی مرض میں واصلِ بحق ہوئے۔

محبّتِ رسول  
غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی حالت حد درجہ اضطراب انگیز ہو گئی اور اسی حالت میں ایک غلط فہمی کی بنا پر غل ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو مسلمانوں پر اور بھی بد جو اسی طاری ہو گئی۔ اور ایک کو دوسرے کی خبر

تہی، اس نازک ترین حالت میں صرف چند صحابہ شمع رسالت کے گرد  
 پروانہ وار داخل عشق و محبت دے رہے تھے۔ ان میں حضرت امین الامین  
 بھی تھے۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک  
 کی شہادت کا واقعہ تو بہت مشہور ہے، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم  
 ہوگی کہ ایک محب رسول نے بھی اسے دردِ دانت اپنے مقدس محبوب پر  
 قربان کر دیئے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسا مبارک میں خود  
 کی دو کڑیاں چھپ گئیں تھیں۔ ان کو نکالنے میں حضرت ابو عبیدہ کا آگے کا  
 ایک دانت ٹوٹ گیا، لیکن آپ نے اس کی کوئی پروا نہ کی، اور دوسری  
 کڑی کے نکالنے میں اپنا آگے کا دوسرا دانت بھی نذر کر دیا،

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی اذان کے لئے ایک خاص اتیاز رکھتے  
 تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ شام چلے گئے تھے  
 بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام گئے، تو حضرت  
 بلال کی اذان یاد آئی، حضور کی وفات کے بعد حضرت بلال نے اذان  
 دینی چھوڑ دی تھی، لیکن حضرت عمر کی خواہش پر ایک وقت اذان دینا  
 منظور کر لیا، جس وقت آپ نے اذان دینی شروع کی صحابہ کو حضور کا ہر  
 مبارک یاد آ گیا، لوگ زار و قطار رونے لگے، حضرت ابو عبیدہ اور حضرت  
 معاذ سب سے زیادہ رورہے تھے، حضرت عمر نے ان کو صبر کی تلقین  
 کی اور چپ کر لیا۔

## تلقین و موغلت

تلقین و موغلت صحابہ کرام کی ایک امتیازی خصوصیت تھی حضرت امین الامت میں بھی یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، منصب خلافت پر فائز ہوئے تو حضرت امین الامت نے ایک خط لکھا کہ یہ حق ادا کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا

اے عمر! ہم نے تمہیں اس حال میں دیکھا تھا جب تمہارے پیش نظر صرف اپنی ذات کا معاملہ تھا، مگر اب تم امت محمدیہ کے پورے معاملات کے ذمہ دار بننا دیکھتے ہو سپاہ و سفید گل نختار کے ہاتھ میں دسے دیا گیا ہے، اب دشمن اور دوست، معزز اور حقیر، کمزور اور قوی، سب تمہارے ساتھ بیٹھیں گے، تمہارے انصاف میں ہر شخص کا حق و حصہ ہوگا، اس لئے اے عمر! دیکھنا یہ ہے کہ اب تم کیسے ثابت ہوتے ہو اور کیا کرتے ہو؟

اسے عمر اہم نہیں وہ دن یاد دلاتے ہیں جب دلوں کی جانچ کی جائے گی، پوشیدہ رازعرباں ہو جائیں گے اور چھپی ہوئی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ وہ بادشاہ قاہر جس کی سلطوت کے نشانی سب عاجز و مغلوب ہیں۔ اس کے حضور سجدے میں پڑے، اس کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے، اور اس کے عذاب سے لہزیاں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

اسے عمر و باہم بنایا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ

بھی ہوں گے جو ظاہر کو پسند کریں گے باطن کے دشمن ہوں گے  
 ہم اس حالت سے پناہ مانگتے ہیں، اس لئے اس خط کو اسی  
 نگاہ سے دیکھنا جس نگاہ سے ہم دیکھ رہے ہیں۔  
 آپ کو اس فریضہ سنہ کا اتنا خیال تھا کہ آپ دم آخر بھی اسے نہ بھولنے  
 مرض الموت نے زیادہ شدت اختیار کی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے  
 ان کے سامنے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

لوگو! آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا افسروں سے مخلصانہ  
 تعلق رکھنا۔ انہیں فریب نہ دینا، دنیا کے دام میں نہ پھنسنا  
 آدمی ہزار سال زندہ رہے، لیکن ایک روز اس کا بھی یہی  
 حال ہو گا۔ جو آج میرے خدا نے انسانوں کے لئے موت  
 لازم کر دی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا، انسانوں میں  
 سب سے بہتر وہی ہے۔ جو اپنے خدا کا سب سے زیادہ  
 اطاعت گزار ہو۔ اور آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل  
 صلح کرنا ہو۔

حضرت امین الامت انتہالیؑ تہہ و دستغناء کی زندگی  
 تہہ و دستغناء گزارتے تھے۔ جہاد و قتال کے دوران میں مال ثقیفیت  
 سے آپ کو جو حصہ ملتا تھا وہ خوشحالی اور شان و شوکت کی زندگی گزارنے  
 کے لئے کم نہ تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو انھوں  
 نے حضرت خالد بن ولید اور دوسرے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ جوہر و دیبا کی

چیتی اور پر تکلف قبائیں پہنے ہوئے ہیں، لیکن حضرت امین الامت آپ سے ملے تو بدن پر ویسے ہی معمولی اور سادہ کپڑے تھے۔ جیسے آپ مدینہ منورہ میں پہنا کرتے تھے۔ شامی معاشرت کی تکلف پرستیوں نے آپ کی زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا، حضرت خالد بن ولید آپ کے ماتحت افسر تھے پھر بھی ان کے پاس اتنا مال تھا کہ وہ بڑی بڑی زمین اپنے مدح خواں شعراء کو دیدیا کرتے تھے، ان کی انھیں فراخ دستیوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے اپنے پاس بلا لیا اور ان کے مال کا حساب کرایا تو زائد مال بیت المال میں جمع کرنے کے بعد بھی جو رقم حضرت خالد کو ملی وہ ساٹھ ہزار درہم تھے، لیکن ابو عبیدہ بن الجراح کا کیا حال تھا؟ ایک بار مدنی سفیر اسلامی لشکر گاہ میں آیا تو اسے حضرت ابو عبیدہ نکت پہنچنے میں سخت دشواری پیش آئی۔ اس نے اپنے سپہ سالار اعظم کو جس شان و شوکت سے دیکھا تھا وہ اسی کو یہاں بھی تلاش کر رہا تھا، لیکن سو یہاں ہر چیز میں یک رنگی و یکسانی نظر آ رہی تھی، بالآخر اس نے حیران ہو کر مسلمانوں سے پوچھا: ”تمہارے سردار کہاں ہیں؟“

حضرت ابو عبیدہ سامنے ہی زمین پر بیٹھے تھے، کندھے سے کمان لٹک رہی تھی، اور ہاتھ میں تیر تھا جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے، مسلمانوں نے کہا: ”یہ بیٹھے ہیں۔“

آپ کو اس معمولی حالت میں دیکھ کر اسے یقین نہ آیا۔ اس نے آپ سے پوچھا: ”کیا واقعی آپ ہی سپہ سالار اعظم ہیں؟“

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا ”ہاں“  
 سفیر نے سوال کیا۔ ”کیا آپ کا خیال ہے کہ اگر آپ قالین پر بیٹھیں  
 تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے گا۔ اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے  
 محروم کر دے گا؟“

حضرت امین الامت نے جواب دیا ”میرے پاس قالین اور مال  
 دولت کہاں؟ اسلحہ جنگ کے سوا میرے پاس کوئی اور چیز نہیں، گل مجھے  
 ایک ضرورت پیش آئی تو میرے پاس ایک جہ نہ تھا، مجبوراً مجھے اس بھائی  
 (معاذ) سے قرض لینا پڑا“ (فتوح الشام از دی)

آپ کو جب کبھی مال ملتا تھا آپ راہِ خدا میں صرف کر ڈالتے تھے  
 ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی خدمت میں چار سو دینار اور چار  
 ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انھوں نے تمام رقم فوج میں تقسیم کر دی، اور  
 اپنے لئے ایک جہ بھی نہ چھوڑا۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو نرسر مایا  
 ”الحمد للہ کہ اسلام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔“

حضرت امین الامت اپنی گونا گوں صلاحیتوں  
 اخلاص و ایثار کے باعث ہمیشہ ممتاز مناصب پر سرفراز ہوتے

رہے۔ لیکن خود آپ کا قلب مبارک جاہ و منصب کی آرزو مند یوں سے  
 پاک تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ حضرت  
 خالد بن ولید کو شام کا سپہ سالار اعظم مقرر فرمایا تو عام طور پر مجاہدین کو  
 افسوس ہوا۔ لیکن حضرت امین الامت کو اس کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ

کا خط ملا تو آپ نے فرمایا۔  
 اللہ تعالیٰ خلیفہ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور  
 خالد بن ولیدؓ کو زندہ رکھے۔

حضرت امین الامت کے دل میں  
 مسلمانوں کی قدر و محبت مسلمانوں کی بے حد قدر و منزلت  
 تھی۔ آپ نے ایک بار حضرت میسرہ بن مسروق کو مسلمانوں کی ایک جماعت  
 کے ساتھ ایک مہم پر بھیجا تھا۔ ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان کے پاس فوراً  
 آدمی روانہ کیا اور خط لکھا۔ ”میرا فاسد جاتا ہے۔ خط پڑھنے ہی فوراً واپس  
 چلے آؤ۔ ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے مجھے زیادہ  
 محبوب ہے۔“

میسرہ واپس آ رہے تھے، راستے میں انہیں حضرت ابو عبیدہ کا  
 خط ملا، خط پڑھ کر انہوں نے کہا: ”مسلمانوں کی طرف سے اللہ انہیں جزا  
 خیر دے وہ مسلمانوں پر کتنے شفیق و مہربان ہیں۔“  
 حضرت امین الامت اپنے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا انبیاء  
 و تفویق روا نہیں رکھتے تھے، چنانچہ جب ایک بار رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ  
 میں آیا اور اس نے دیکھا کہ حضرت امین الامت دوسرے مسلمانوں کے  
 ساتھ فرش خاک پر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس نے پوچھا: ”کیا آپ کا عقیدہ  
 ہے کہ اگر آپ قالین یا اگر کسی فرش پر بیٹھیں تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے؟“  
 حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میرے پاس قالین اور فرش کہاں لیکن

میرے پاس یہ سامان ہوتا جب بھی میں اسے روانہ رکھتا کہ دوسرے مسلمان  
تو زمین پر بیٹھے ہوں اور میں فرسٹ و قالین پر بیٹھوں۔“

ایک بار ایک مسلمان نے ایک دشمن سپاہی کو پناہ دی تو حضرت  
خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ نے اسے مانتے سے انکار کیا لیکن  
حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ ”میں اسے رو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان مساب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔“

غیر مسلموں کے ساتھ حضرت امین  
غیر مسلموں سے حسن سلوک  
الامت کے حسن سلوک کا یہ حال

تھا، کہ ایک بار ضرورت پیش آئی کہ ساری اسلامی نوپیں ایک مقام پر  
جمع ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں تو جہوں کو جہاں حضرت ابو عبیدہؓ مقیم تھے وہاں  
دینا پڑا، یہاں کے عیسائیوں نے ذمی ہونا منظور کر کے جزیہ ادا کر دیا تھا،

حضرت امین الامت جہوں سے روانہ ہونے لگے تو خزانہ کے افسر حضرت  
صیب بن مسلمہؓ کو حکم دیا، کہ اہل شہر سے جزیہ کی رقم وصول ہو چکی ہے وہ  
انہیں واپس کر دی جائے۔ جب ہم معاہدہ صلح کے مطابق ان کی حفاظت  
نہیں کر سکتے، تو ہمارا فرض ہے کہ ہم جزیہ کی رقم انہیں واپس کر دیں، رقم  
واپس کرتے ہوئے تم اہل شہر سے کہہ دینا کہ ہم معاہدہ صلح پر بدستور قائم  
ہیں۔ رقم اس بنا پر واپس کی جا رہی ہے کہ اسے ہم نے تمہاری حفاظت کے  
معاوضے کے طور پر وصول کیا تھا، اور فی الحال ہم اس فرض کی ادائیگی  
سے قاصر ہیں، اگر خزانے میں کامیاب کیا، تو ہم پھر واپس آئیں گے اور

کا خط ملا تو آپ نے فرمایا۔  
 اللہ تعالیٰ خلیفہ رسول کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور  
 خالد بن ولیدؓ کو زندہ رکھے،

حضرت امین الامت کے دل میں  
 مسلمانوں کی قدر و محبت مسلمانوں کی بے حد قدر و منزلت  
 تھی۔ آپ نے ایک بار حضرت میسرہ بن مسروق کو مسلمانوں کی ایک جماعت  
 کے ساتھ ایک مہم پر بھیجا تھا۔ اُن کی واپسی میں دیر ہوئی تو اُن کے پاس  
 آدمی روانہ کیا اور خط لکھا: "میرا قاصد جانا ہے۔ خط پڑھنے ہی تو آدھرا  
 چلے آؤ۔ ایک ایک مسلمان مشرکوں کے تمام مال و دولت سے مجھے زیادہ  
 محبوب ہے۔"

میسرہ واپس آ رہے تھے، راستے میں انھیں حضرت ابو عبیدہ کا  
 خط ملا، خط پڑھ کر انھوں نے کہا: "مسلمانوں کی طرف سے اللہ انھیں جزا  
 خیر دے وہ مسلمانوں پر کتنے شفیق و مہربان ہیں۔"  
 حضرت امین الامت اپنے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا اتنیا  
 و تفریق روا نہیں رکھتے تھے، چنانچہ جب ایک بار رومی سفیر اسلامی لشکر گاہ  
 میں آیا اور اس نے دیکھا کہ حضرت امین الامت سے دوسرے مسلمانوں کے  
 ساتھ فرشِ خاک پر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس نے پوچھا: "کیا آپ کا عقیدہ  
 ہے کہ اگر آپ قالین یا اور کسی فرش پر بیٹھیں تو خدا آپ سے ناخوش ہو جائے؟"  
 حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میرے پاس قالین اور فرش کہاں لیکن

میرے پاس یہ سامان ہونا جب بھی میں اسے روانہ رکھتا کہ دوسرے مسلمان  
تو زمین پر بیٹھے ہوں، اور میں فرسٹ و قالین پر بیٹھوں۔“

ایک بار ایک مسلمان نے ایک دشمن سپاہی کو پناہ دی تو حضرت  
خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ نے اسے ہاتھ سے اڑکار کیا لیکن  
حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ ”میں اسے رو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان مساب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔“

غیر مسلموں کے ساتھ حضرت امین  
الامت کے حسن سلوک کا یہ حال

تھا، کہ ایک بار ضرورت پیش آئی کہ ساری اسلامی فوجیں ایک مقام پر  
جمع ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں تو جھس کو جہاں حضرت ابو عبیدہؓ مقیم تھے وہاں  
دینا پڑا، یہاں کے عیسائیوں نے ذمی ہونا منظور کر کے جزیہ ادا کر دیا تھا،  
حضرت امین الامت جھس سے روانہ ہونے لگے تو خزانہ کے افسر حضرت

صیب بن مسلمہؓ کو حکم دیا، کہ اہل شہر سے جزیہ کی رقم وصول ہو چکی ہے وہ  
انھیں واپس کر دی جائے۔ جب ہم معاہدہ صلح کے مطابق ان کی حفاظت  
نہیں کر سکتے، تو ہمارا فرض ہے کہ ہم جزیہ کی رقم انھیں واپس کر دیں، رقم  
واپس کرتے ہوئے تم اہل شہر سے کہہ دینا کہ ہم معاہدہ صلح پر بدستور قائم  
ہیں۔ رقم اس بنا پر واپس کی جا رہی ہے کہ اسے ہم نے تمہاری حفاظت کے  
معاوضے کے طور پر وصول کیا تھا، اور فی الحال ہم اس فرض کی ادائیگی  
سے قاصر ہیں، اگر خدا نے ہمیں کامیاب کیا، تو ہم پھر واپس آئیں گے اور

معاہدے کی پابندی کریں گے،

حضرت امین الامت کے اس حسن سلوک سے اہل حمص بہت متاثر ہوئے، انہوں نے کہا: خدا رو میوں پر اپنا قہر و غضب نازل کرے اور تمہیں کامیاب واپس لائے، اگر تمہارے بجائے رومی ہوتے تو ایک پیسہ واپس نہ کرتے، بلکہ جاتے وقت جس قدر لوٹ سکتے اور لوٹ لیتے،

حضرت امین الامت عام حالات میں

## جسرات و دلیری

غیر مسلموں کے ساتھ جتنے نرم خواہر  
روداد رتھے۔ حق کے معاملے میں اتنی ہی جری اور سخت بھی تھے، چنانچہ ایک بار رومیوں نے حضرت امین الامت کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو۔ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں نہ صرف یہاں سے بزدور نکال دیں گے، بلکہ تمہارے ملک پر بھی حملہ کریں گے۔

حضرت امین الامت نے جواب دیا کہ ہم اس ملک سے ہرگز واپس

نہ جائیں گے، اس لئے کہ ساری زمین خدا کی ہے اور سارے انسان خدا

کے بندے ہیں خدا ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے

ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے

عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، اس لئے ہمارے ہاتھوں

تمہیں ذلیل کر دیا اور ہمیں تمہارے ملک کا وارث بنا دیا۔ اب ہم اس

ملک سے جانے والے نہیں، تمہیں ہمارے ملک تک جانے کی رحمت نہ

اٹھانا پڑے گی۔ ہم خود یہاں موجود ہیں تم جب تک ہم سے لڑتے رہو گے انشاء اللہ

ہم تمہارا مقابلہ کرتے رہیں گے اور تمہیں ختم کر کے چھوڑیں گے۔  
یہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ انجام کارِ شام سے لہوئی اقتدار و حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ذمیوں کے ساتھ رفیق و رواداری حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے اور ان کے ساتھ رفیق و عنایت کیساتھ پیش آتے تھے۔  
چنانچہ انھوں نے ایک بار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:۔

وامنع المسلمین بظلمهم  
الاضرار بھم واکل اموالهم  
ووف لهم بشرطهم الالی  
شرطہ لهم فی جمیع مآ  
آتیقہم (کتاب الخرج)  
مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے اور ان کو ضرر پہنچانے اور ان کے مال کھانے سے روکو اور ان کے ساتھ  
جتنی شرطیں کی گئی ہیں۔ اور ان کو جتنے  
حقوق دیئے گئے ہیں۔ ان سب کو  
پورا کرو۔

لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ذمیوں کے ساتھ اس سے زیادہ  
رفیق و رواداری سے پیش آتے تھے چنانچہ آپ نے تمام کے عیسائیوں کے  
ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے،

واشترط علیہم حیث خلوا  
علی ان تترك كذا السهم وبيعهم  
علی ان لا یجدوا ثوباء بیعة ولا  
كنیسة وعلی ان علیہم ارشلا  
جب حضرت ابو عبیدہ تمام میں داخل ہوئے  
تو ذمیوں سے اس شرط پر معاہدہ کیا  
کہ ان کے گریبے اور عبادت خانے  
اپنی حالت پر چھوڑ دیئے جائیں گے، بشرطیکہ

الضال وبناء القطار على الاعمى  
 من اموالهم وان يضيفوا من  
 مآثرهم من المسلمين ثلاثة ايام  
 وعلى ان لا يشتموا مسلما ولا  
 يضربوه ولا يرفعوا في نادى  
 اهل الاسلام صليبا ولا  
 يخرجوا خنزيرا من منازلهم  
 الى اقلية المسلمين وان يوقروا  
 النيران للخرافة في سبيل الله  
 ولا يبنوا للمسلمين على حوت  
 ولا يضربوا نواقيسهم قبل  
 اذان المسلمين ولا في اوقافهم  
 اذ اذعنوا ولا يخرجوا الروايا  
 في ايام عيدهم ولا يلبسوا  
 السلاح عميدهم ولا يتخذوا  
 في بيوتهم

وہ نئے گرجے تعمیر کر رہے ہیں جو مسلمان راستہ  
 بھول جائیں ان کو راستہ بتائیں اپنے مال  
 سے نہروں پر پل باندھیں جو مسلمان ان کی  
 بستی سے گزریں نین روز تک ان کی بھائی کریں۔  
 کسی مسلمان کو گالی نہ دیں نہ ان کو ماریں، نہ  
 مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نکالیں، نہ ان کو  
 اعطاف سے سوارے جائیں، خدا کی راہ میں  
 جنگ کرنے والے مسلمانوں کے لئے راستوں  
 میں آگ لگائیں، اور مسلمانوں کے خلاف  
 خفیہ طور پر خبر رسانی نہ کریں، اذان سر  
 قبل اور اذان کے وقتوں میں ناقوس نہ  
 بجائیں۔  
 اپنی عیدوں کے دن جھنڈے نہ لگائیں  
 اور نہ ان ہتھیاروں کے دن ہتھیار  
 لگائیں۔ نہ ان کو گھروں میں لکھیں

لیکن ذمیوں نے حضرت ابو عبیدہ سے درخواست کی کہ سال میں ایک بار

لے اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں سے گریے نہ بن سکے جائیں، خود  
 عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی اجازت نہ تھی۔ ۱۲ (اسوہ صحیحہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

جھنڈوں کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے تو آپ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی۔

اس معاہدہ کے بعد مسلمانوں اور روسیوں سے جنگ ہوئی اور اطراف و جوانب کے عیسائیوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی ان کے یہاں رومی پناہ گزین تھے، عیسائیوں نے ان کے بارے میں حضرت ابو عبیدہؓ سے درخواست کی کہ ان کو امن دیا جائے، اور وہ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ ان سے کسی طرح کا تعارف نہ کیا جائے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے عیسائیوں کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہؓ کی اسی زحی اور رواداری کا نتیجہ تھا کہ جب روسیوں نے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں شروع کیں تو اس کی اطلاع خود عیسائیوں نے مسلمانوں کو دی۔ اور جب اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہو گئی تو جن عیسائیوں کے جزیہ کی رقم واپس کر دی گئی تھی۔ انھوں نے دوبارہ اپنی جزیہ کی رقم لا کر حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر کر دی اور اپنے کوائف کی حفاظت میں دیدیا۔ (کتاب الخراج مشہور)

## حضرت ابو عبیدہؓ کی وفات

اردن میں ایک مقام عمورس ہے، حضرت ابو عبیدہؓ مسلمانوں کے ساتھ وہیں مقیم تھے، کہ مسلمان طاعون میں مبتلا ہو گئے، حضرت

عمر و رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ حالات کا معائنہ فرمانے کے لئے شام تشریف لے گئے۔ مقام سرع میں حضرت ابو عبیدہؓ اور دوسرے افسران اسلام نے آپ کا استقبال کیا۔ اس علاقے میں وبا کی شدت تھی حضرت عمر نے اپنے رفقاءے سفر مہاجرین و انصار سے اپنے آگے بڑھنے کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔

”آپ خدا کی راہ میں نکلے ہیں اس لئے آپ کا رکنا درست نہیں، کچھ لوگ کہتے تھے کہ وبا موت کے مثل ہوتی ہے، اس لئے آپ آگے نہ بڑھیں،“ لیکن کوئی منفقہ رائے نہیں تھی، اس لئے آپ نے مہاجرین فتح سے جن میں قریش کے سین رسیدہ اور تجربہ کار حضرات تھے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے بالاتفاق کہا کہ ”نبی الحال مسلمانوں کو یہاں سے منتقل ہو جانا چاہیے۔“ اس بنا پر حضرت عمر نے واپسی کی منادی کر دی حضرت ابو عبیدہ کے نزدیک یہ بات جائز نہ تھی، انہوں نے یہ منادی سنی تو حضرت عمر کے پاس آئے اور ناگواری کے لہجے میں سوال کیا۔

افراد امن قدس اللہ اے عمر! تقدیر الہی سے بھاگتے ہو؟  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ کا بہت پاس و لحاظ کرتے تھے انہوں نے فرمایا  
”کاشش! آپ کے بجائے کوئی اور مجھ سے یہ سوال کرتا۔“

پھر جواب دیا۔

ہاں تقدیر الہی سے تقدیر الہی کی طرف بھاگتا  
ہوں کیا تم نہیں سوچتے کہ اگر تمہارے  
پاس اونٹ ہو اور اس کو لے کر تم کسی  
ایسی وادی میں اترو۔ جس کا ایک  
سرا تو سر سبز ہوا اور دوسرا خشک میدان  
تو اگر تم سر سبز حصے چراؤ تو کیا یہ تقدیر الہی سے  
نہ ہو گا اور اسی طرح اگر خشک حصے میں چراؤ تو  
کیا یہ بھی تقدیر الہی سے ہی نہ ہو گا ؟

امیر المؤمنین اور امین الامت میں یہ جھگڑا نہ گفتگو ہو رہی تھی کہ  
حضرت عبد الرحمن بن عوف آئے اور انھوں نے دونوں بزرگوں  
کی بحث سن کر یہ حدیث شریف پڑھی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
قال اذا سمعتم بھن الوباہ  
ببیلد فلا تفذمو اعلیہ و  
اذا وقع ببیلد وانتم بہ فلا  
تخرجوا فراملتہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جب تم سناؤ کہ کسی شہر میں  
یرو با پھیلی ہوئی ہے تو اس شہر میں نہ  
جاؤ اور اگر اس شہر میں دیا پھیلے جس میں تم  
موجود ہو تو اس سے نکل کر نہ بھاگو،

اس حدیث کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں  
کے ساتھ مدینہ طیبہ کو کوچ کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ لشکر گاہ  
میں واپس چلے گئے۔

نعم تفر من قدر اللہ الی قدا  
اللہ اس آیت لو كان لك ابل  
فهبطت واديا له عدوتان  
احدهما خصبه والاخرى  
جد به اليس ان سعیت  
الخصبة رعیتها یقدر اللہ  
وان سعیت الجدیة رعیتها  
یقدر اللہ۔

امیر المؤمنین اور امین الامت میں خط و کتابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کو حضرت ابو عبیدہ سے نہایت محبت تھی اور وہ ان کی بے حد قدر و منزلت کرتے تھے، اس لئے حضرت ابو عبیدہ کی طرف سے ان کو سخت تر دیا گیا تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی حضرت ابو عبیدہ کے نام حسبِ بل خط سلام علیکم، اما بعد فقہد سلام علیکم کے بعد معلوم ہو کہ تجھے آپ سے کچھ ضرورت ہو اسلئے میں آپ کے بالمشاہدہ اپنا اشافھک فیہا۔ کرنی چاہتا ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ امیر المؤمنین کی طرف سے سچے اور ان کو صاف لکھ دیا یا امیر المؤمنین قد حضرت حاجتک الی والی فی جندہن المسلمین لا اجید بنفسی سر بخت فلسط اس بیدار افہم

حضرت عمرؓ جو اب پڑھ کر بے اختیار رو پڑے یہاں تک کہ صحابہ کو خیال ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا "امیر المؤمنین! کیا ابو عبیدہ کی وفات ہو گئی؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔  
اس کے بعد آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو دوسرا خط لکھا کہ اس وقت جس مقام میں فوج ہے۔ وہ مرطوب اور تپتی ہے۔ اس لئے کسی اونچی

جگہ پر منتقل ہو جائے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس حکم پر عمل کیا۔ یہاں آنے کے بعد آپ طاعون میں مبتلا ہو گئے۔

ایک بار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔  
مسلماں شام میں ہجرت اختیار کریں گے شام اسلام کے علم  
کے بچے آجائیں گے۔ پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، پھوڑے کی طرح جسم  
کو زخمی کرے گی جو اس میں سرے گا۔ شہید ہوگا۔ اور اس کے  
اعمال پاک ہو جائیں گے۔ ۱۷

جب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو بلا کر  
انہیں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے اسی حدیث کی بنا پر

یہ خطبہ دیا

لوگو! یہ وہ تمھارے پروردگار کی رحمت تمھارے نبی کی دعوت  
اور تم سے قبل کے نبیوں کی موت ہے اور اب ابو عبیدہ بھی  
اپنے خدا سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے، ۱۷  
میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اگر اس پر عمل کرو گے تو زندگی میں  
اور مرنے کے بعد ہر حال میں فلاح یاب ہو گے۔ وصیت یہ  
ہے کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دیتے رہنا۔ روزے رکھنا سچ  
و عمرہ کرنا۔ آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا۔ اپنے افسوس

۱۷ سیر الانصار حالات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲

۱۸ سیر النہاجین حالات حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲

مخلصانہ تعلق رکھنا، انہیں فریب نہ دینا۔ دنیا کے دام میں نہ پھنسنا۔ آدمی ہزار سال زندہ رہے، لیکن ایک روز اسکا بھی یہی ہوگا۔ جو آج میرا ہے، خدا نے انسان کے لئے موت لازم کر دی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا لوگوں میں سب سے بہتر وہی ہے جو اپنے خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہو۔ اور آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل صالح کرتا ہو، اتنے میں نماز کا وقت آگیا، ادھر نماز ختم ہوئی ادھر امین امت کی صبح مبارک ملا، اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی اور خدا کا محبوب بندہ خدا کے جوار رحمت میں تیغ گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون ۵

یہ ہجرت کا اٹھارہ ٹھواں اور حضرت ابو عبیدہ کی عمر کا اٹھارہواں سال تھا

امین الامت کی وفات پر حضرت معاذ کا خطبہ

حضرت اور حضرت معاذ بن جبل میں بہت محبت تھی۔ اس لئے حضرت معاذ کو حضرت ابو عبیدہ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے امین الامت کی وفات پر مسلمانوں کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

لوگو! گناہوں سے تو بڑھ کر دو، جو بندہ تو بہ کے ساتھ خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے، خدا اس کو بخش دیتا ہے، قرضدار کو اپنا قرض ادا کر دینا چاہیے۔ کیونکہ قرض دار قرض کے سبب مانوڑ ہو گا تم میرے جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی سے بخش

رکھتا ہو وہ اس سے صلح کر کے مصافحہ کر لے، کیونکہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام بند رکھے، یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

مسلمانوں! تم پر ایک ایسے شخص کی جدائی کی مصیبت پڑی ہے جس کے مثل میں نے خدا کے بندوں میں کسی کو نہیں دیکھا وہ سب سے زیادہ درگزر کرنے والے تھے، سب سے زیادہ غلغلا، غش سے پاک تھے، مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور ان پر سب سے زیادہ شفقت و مہربانی رکھنے تھے۔ اس لئے ان کے واسطے ہجرت کی دعائیں کرو۔ ان کے جنازے کی نماز پڑھو، بخدا اب ان کا سا کوئی شخص تمہارا سردار نہ ہو گا۔

آپ کا جنازہ نیا کیا گیا لوگ جمع ہوئے، حضرت معاذ بن جبل نے نماز پڑھا، حضرت عمرو بن العاص اور خنک بن قیس قبر میں اترے اور نعش مبارک دفن کر دی گئی۔

حضرت ابو عبیدہ سے حضرت معاذ کا خطاب  
جنازہ مبارک سپرد خاک کر نیے

بعد حضرت معاذ نے جوش احرام و محبت میں حضرت ابو عبیدہ سے اس طرح خطاب کیا

ابو عبیدہ! آپ پر خدا کی رحمت ہو، اپنی معلومات کے مطابق آج آپ کی تعریف کروں گا، بخدا کوئی بات غلط نہ کروں گا، کیونکہ میں خدا کے غضب سے ڈرتا ہوں، میری دانست میں

آپ اللہ کو بکثرت یاد کرتے تھے۔ ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں اور جب ان سے جہلا اور مخاطب بنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے پروردگار کے لئے نماز میں کھڑے ہو کر انہیں گزارتے اور مسجدوں میں پڑے رہتے ہیں، اور ان میں سے تھے جو خراج کرنے میں نہ مسرف ہوتے ہیں اور نہ بخیل بلکہ ہر حال میں حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ میری دانست میں خدا سے ڈرنے والے اور بندوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنے والے تھے، اور ان لوگوں میں تھے جو تیموں اور مسکینوں پر رحم کرنے اور جاہلوں اور مغروروں سے بیزار رہتے ہیں۔

**مدفن ابن اثیر** لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کا مدفن غور بیسان میں ہے حضرت معاذ بن جبل بھی حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ تھے اور آپ کے بعد ہی وہ بھی مبتلائے مرض ہوئے، ان کی وفات کے متعلق "تیسرے الانصار" میں ہے۔

"بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بخیلہ اور شہروں کے بیسان بھی ایک مشہور و معروف شہر تھا۔ جو ہنر اردن کے قریب تھا، اسی بیسان میں حضرت معاذ نے وفات پائی۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بھی اسی دیار پاک میں آسودہ خاک ہیں، لہ

خلیفہ اسلام پر امین امت کی وفات کا اثر  
حضرت معاذ  
ابن جبل نے فرمایا

خطاب لکھ کر حضرت عمر کو حضرت ابو عبیدہ کی وفات کی اطلاع دی۔

سلام علیک۔ خدا نے واحد و یکتا کی سنائش کے بعد عرض ہے

کہ آپ اس شخص پر صبر کیجئے۔ جو اللہ کا امین تھا اور جس کے

دلی میں اللہ کی بہت زیادہ عظمت تھی۔ جس کو ہم اور آپ دونوں

بہت عزیز رکھتے تھے۔ یعنی ابو عبیدہ بن الجراح۔ اللہ ان کے

مقدم و مؤخر سارے کناہ کھنڈے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ

ہم اللہ سے ثواب کے طالب ہیں۔ اسی پر توکل کرتے ہیں۔

میرا یہی حالت میں آپ کو خط لکھا رہا ہوں کہ وہاں کا زور ہے ہر

طرف موت کا بازار گرم ہے جس کی موت ہے وہ مگر مرے گا۔

اس کی موت غلطی سے دوسرے پر وارد نہیں ہو سکتی۔ جو آج

مرے گا وہ گل مرے گا۔ اللہ ہماری حالت کو جو اس دنیا میں ہے

اس سے اور بہتر بنا دے، اللہ ہمیں زندہ رکھے یا موت دی

لیکن آپ کو خاص و عام تمام مسلمانوں کی طرف سے جزا

خیر عطا فرمائے۔ اپنی رحمت و مغفرت اور رضوان جنت کو

بہرہ ور کرے۔ والسلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

یہ خط پڑھ کر حضرت عمر بہت روتے۔ آپ کو حضرت ابو عبیدہ

کی موت کا جتنا صدمہ ہوا اتنا کسی مسلمان کی موت کا صدمہ نہیں ہوا تھا

آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے یہ دلگداز اور جانکاہ خبر سنائی یہ

## حلیہ

حضرت ابو عبیدہ کا قد لمبا۔ بدن دبلا پتلا تھا۔ چہرہ پر بھی گوشت کم تھا۔ ڈاڑھی گھٹی، نسی۔ خنزوہ اُحد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے رخسار مبارک میں مغفر کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں۔ ان کے نکالنے میں آپ کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ گویا حب رسول کی یہ کھلی ہوئی سند تھی۔ ۱۵

## اولاد

یزید اور عمیر آپ کے دو صاحبزادے تھے جو آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی ماں کا نام ہند بنت جابر تھا۔

ختم شد









